بسم اللہ الرحمن الرحیم

سید التفاسیر

المعروف بہ

تفسیر اشرفی

شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی

سید التفاسیر

المعروف بہ

تفسیر اشرفی

جلد ہشتم

وَقَالَ الَّذِیْنَ ١٩ - اَمَّنْ خَلَقَ ٢٠ - اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ ٢١

شیخ الاسلام والمسلمین

سید محمد مدنی اشرفی جیلانی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور - کراچی ۔ پاکستان

نام کتاب: 'سید التفاسیر المعروف بہ تفسیر اشرفی' ﴿جلد ہفتم﴾

مفسر: شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی

کورڈیزائن و کمپیوٹرائزڈ کتابت: منصور احمد اشرفی ﴿نیویارک، یو ایس اے﴾

اشاعت اول: پاکستان، ذوالحجہ ۱۴۳۳ھ بمطابق اکتوبر ۲۰۱۲ء

ناشر: محمد حفیظ البرکات شاہ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، کراچی

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا گنج بخش روڈ، لاہور فون: 37221953 فیکس: 042-37238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون: 37247350 فیکس: 042-37225085

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی فون: 021-32212011 فیکس: 021-32210212

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سید محمد مدنی اشرفی جیلانی

اجازت نامہ طباعت واشاعت برائے اردو تفسیر قرآن، بنام سید التفاسیر المعروف بہ تفسیر اشرفی (کامل)

ہند اعظم محدث جانشین

سجادہ نشین ومتولی درگاہ ... محدث اعظم ہند ...

کچھوچھہ شریف، ضلع امبیڈکر نگر، یو پی، انڈیا۔

فہرست

حسبِ معمول ایک دلچسپ نوٹ:

تفسیرِ اشرفی کی اِس جلد ہفتم کے متنِ تفسیر میں ۸،۱۷،۹۳۹ (آٹھ لاکھ سترہ ہزار نوسو انتالیس) حروف---
۸۹،۸۱۰ (نواسی ہزار آٹھ سو دس) الفاظ---۷،۵۷۴ (سات ہزار پانچ سو چوہتر) سطریں---
اور ۳،۷۱۷ (تین ہزار سات سو سترہ) پیراگراف شامل ہیں---
کئی مرتبہ پروف ریڈنگ کی جاچکی ہے، پھر بھی اگر کوئی غلطی سامنے آئے،
توہمیں اطلاع دے کر قارئین شکریہ کے مستحق ہوں--- ﴿ادارہ﴾

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ۔۔۔اَمَّا بَعْدُ

عرض ناشر

الحمدللہ! ثم الحمدللہ! کہ رب تبارک وتعالیٰ کی توفیقِ رفیق سے سید التفاسیر المعروف بہ تفسیرِ اشرفی کی جلد ہفتم جو کہ انیسویں[۱۹]، بیسویں[۲۰] اور اکیسویں[۲۱] پارے کی تفسیر پر مبنی ہے، قارئین کی خدمت میں حاضر ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دُعا ہے کہ مفسرِ محترم حضور شیخ الاسلام والمسلمین حضرتِ علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی کی صحت اور عمر میں برکت عطا ہو، اور تفسیری کام اِسی طرح چلتا رہے اور جلد از جلد پایۂ تکمیل کو پہنچے۔ ﴿آمین﴾

ہم شیخ الاسلام والمسلمین کے پُر اخلاص خادمین کے بھی شکر گزار ہیں جو ہر دفعہ ہمارے ساتھ کمپوزنگ، پروفنگ، اور دوسرے طباعتی واشاعتی مراحل میں ہمہ تن گوش رہتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اُن تمام اصحاب وافراد کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہم سب کو مفسرِ محترم کی سرپرستی میں رہتے ہوئے دینِ اسلام کی بیش از بیش خدمت کرنے کی توفیقِ رفیق مرحمت فرمائے۔

﴿ امین! بِجَاهِ النَّبِيِّ الْكَرِیْمِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ﴾

۱۱ر جمادی الاول ۱۴۳۳ھ۔۔ مطابق۔۔ ۱۱راپریل، ۲۰۱۲ء

ناچیز
محمد مسعود احمد
سہروردی، اشرفی

چیئرمین
گلوبل اسلامک مشن، انک
نیویارک، یوایس اے

۱۹

وَقَالَ الَّذِيْنَ

باسمہٖ سبحانہٗ تعالیٰ

بفضلہٖ تعالیٰ آج بتاریخ

۱۱؍رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ۔۔مطابق۔۔۱۲؍اگست ۲۰۱۱ء

بروز جمعہ مبارکہ، انیسویں پارہ کی تفسیر شروع کردی ہے۔

مولیٰ تعالیٰ اِس کی اور باقی قرآنِ کریم کی تفسیر کی سعادت اپنے

فضل وکرم سے مرحمت فرمائے، اور فکروقلم کی حفاظت فرماتا رہے۔

آمِین یَامُجِیبَ السَّائِلِینَ بِحَقِ طٰهٰ وَیٰسٓ وَبِحَقِ نٓ وصٓ

وَبِحُرْمَةِ سَیِّدِنَا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

وَقَالَ الَّذِيۡنَ لَا يَرۡجُوۡنَ لِقَآءَنَا لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡنَا الۡمَلٰٓـئِكَةُ اَوۡ نَرٰى

اور بولے جونہیں مانتے ہمارے ملنے کو کہ "کیوں نہ اتارے گئے ہم پر فرشتے، یا ہم خود دیکھ لیتے

رَبَّنَا ؕ لَـقَدِ اسۡتَكۡبَرُوۡا فِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ وَعَتَوۡ عُتُوًّا كَبِيۡرًا ﴿۲۱﴾

اپنے رب کو۔" بے شک اُنہوں نے خوب ڈینگ ماری بڑائی کی اپنے جی میں، اور بڑی سرکشی پر آگئے ●

احمقانہ ومتکبرانہ بکواس کی (اور بولے) اہلِ مکہ (جونہیں مانتے ہمارے ملنے کو)، یعنی بعث و حشر کے منکر ہیں۔۔یا۔۔ ہمارا عذاب دیکھنے سے نہیں ڈرتے، (کہ کیوں نہ اُتارے گئے ہم پر فرشتے، یا) ایسا کیوں نہ ہوا کہ (ہم خود دیکھ لیتے اپنے رب کو)، جو ہم سے بات کرے اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق واتباع کا حکم فرمائے۔ (بے شک اُنہوں نے خوب ڈینگ ماری بڑائی کی اپنے جی میں)، (اور) اپنے اِس قول کی وجہ سے (بڑی سرکشی پر آگئے)۔ اُنہوں نے اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھا اور پیغمبر کے معجزات دیکھنے کے بعد اُسے ایمان لانے اور تصدیق کرنے کے لیے کافی نہیں سمجھا۔۔ چنانچہ۔۔ فرشتوں کو دیکھنے اور خدا سے ملاقات کی فرمائش کر بیٹھے۔

سوچنے کی بات ہے کہ جو معجزات کو دیکھ کر ایمان نہ لا سکا، وہ فرشتوں کو بھی دیکھ کر کیسے ایمان والا ہو جائے گا۔ ظاہر ہے کہ فرشتے اگر اپنی اصلی صورت میں آتے ہیں، تو اُن کو دیکھنے کی یہ تاب ہی کہاں سے لا سکیں گے۔ اور اگر آدمی کی شکل میں آئیں گے، جیسا بعض اوقات آدمی کی شکل میں آئے بھی، تو یہ کیسے سمجھ سکیں گے کہ یہ فرشتے ہیں۔ پھر اُن کو فرشتہ ثابت کرنے کے لیے دوسرے فرشتوں کی ضرورت ہوگی اور پھر وہ بھی آدمی ہی کی صورت میں آئیں گے، تو اُن کو فرشتہ ثابت کرنے کے لیے اور فرشتوں کا مطالبہ کریں گے۔۔۔ المختصر۔۔ یہ ایک ایسا تسلسل ہوگا جس کی کہیں اِنتہاء نہ ہوگی۔

اور جب یہ فرشتوں کو اُن کی اصلی صورت میں دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے اور آدمی کی شکل میں ہونے کی صورت میں اُن کو فرشتہ باور کرنے کی سمجھ نہیں رکھتے، تو پھر یہ خدا کو کیسے دیکھ سکتے ہیں، اس لیے کہ کوئی آنکھ نہ تو خدا کو دیکھ سکتی ہے اور نہ ہی اُس کا اِدراک کر سکتی ہے۔ اِن نادانوں کو یہ بھی نہیں معلوم کہ فرشتے صرف موت کے وقت دکھائی دیں گے۔۔۔یا۔۔ نزولِ عذاب کے وقت۔ اِن بکواس کرنے والوں نے رسول اللہ ﷺ کے پیش کیے ہوئے معجزات کو اور اِس قرآن کو کافی نہیں سمجھا، جس کی نظیر لانے سے تمام انسان اور جن عاجز رہے، تو پھر

فرشتوں کو دیکھ لینا اِن کے لیے کیسے کافی ہوسکتا تھا؟

یہ کافر اچھی طرح سے سن لیں کہ۔۔۔

يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ

جس دن دیکھ لیں گے فرشتوں کو، تو اُس دن کوئی خوشی نہ ہوگی مجرموں کو،

وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿٢٢﴾

اور چیخ پڑیں گے کہ "کوئی آڑ ہو روک بنی ہوئی"●

(جس دن دیکھ لیں گے فرشتوں کو، تو اُس دن کوئی خوشی نہ ہوگی مجرموں کو)۔ اِس کا معنی یہ ہے کہ فرشتوں کو کوئی شخص موت سے پہلے نہیں دیکھ سکتا۔ موت کے وقت فرشتے مؤمنوں کو جنت کی بشارت دیں گے اور کافروں پر لوہے کے گُرز مار کر اُن کی روحوں کو اُن کے جسموں سے نکالیں گے۔۔ المختصر۔۔ اُس وقت وہ فرشتوں کو دیکھیں گے اور لَا بُشْرٰى کی وعید سنیں گے، (اور چیخ پڑیں گے) کاش (کہ کوئی آڑ ہو روک بنی ہوئی)۔ تو کافر یہ کہہ کر فرشتوں کی ملاقات سے خدا کی پناہ مانگیں گے۔

ایک قول کے مطابق اِس کی تفسیر یہ ہے کہ "فرشتے اُن سے کہیں گے کہ خدا کا دیدار تم پر حرام اور باز رکھا گیا ہے۔۔ المختصر۔۔ اگر یہ قول فرشتوں کا ہو تو اِس کا معنی یہ ہوگا، کہ تمہارے لیے وہ چیزیں ممنوع اور حرام ہیں اور تم اُن چیزوں سے محروم ہو جن کی بشارت مؤمنوں کو دی جاتی ہے۔ اور اگر یہ قول کافروں کا ہو تو اس کا معنی یہ ہے، کہ جب کافر موت کے وقت فرشتوں کو گُرز مارتے ہوئے دیکھیں گے، تو کہیں گے "کاش ہمارے اور فرشتوں کے درمیان کوئی رکاوٹ اور حجاب ہوتا اور ہم فرشتوں کو نہ دیکھ سکتے۔"

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿٢٣﴾

اور ہم بڑھے اُن کاموں کی طرف جو وہ کر چکے، تو کر دیا ہم نے اُسے اُڑتا غبار●

(اور ہم بڑھے اُن کاموں کی طرف جو وہ کر چکے) جو ظاہر میں اچھا معلوم ہوتا ہے، جیسے قرابت والوں سے میل اور مہمانداری، اور بھوکوں کو کھانا دینا، یتیموں کو کھلانا اور اُن کی تعظیم اور خاطر داری کرنا، مظلوموں کی فریاد رسی اور اِسی طرح کے دوسرے کام، (تو کر دیا ہم نے اُسے اُڑتا غبار) جیسے ذرّے پراگندہ ہوا میں۔۔ یا۔۔ غبار پھیلا ہوا۔۔ یا۔۔ خاک برباد۔ یعنی اُن کے اُن اعمال کو ہم حبط اور بے کار

کردیں گے۔اس واسطے کہ قبولِ اعمال میں ایمان شرط ہے اور ایمان اُن کو نصیب نہ تھا۔رہ گئے۔۔۔

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ﴿٢٤﴾

جنت والے، اُس دن اُن کا ٹھکانہ سب سے بہتر، اور دوپہر کی سب سے اچھی خواب گاہ ہے●

(جنت والے)!یعنی جنت کے رہنے والے، ہوگا (اُس دن اُن کا ٹھکانہ سب سے بہتر)۔ یعنی آخرت میں جنتیوں کے مکانات بہتر ہیں کافروں کے اُن مکانوں سے جو دُنیا میں ہیں، (اور دوپہر کی سب سے اچھی خواب گاہ ہے) جہاں وہ استراحت کریں گے۔

یہاں خواب گاہ سے مراد استراحت گاہ ہے، اس لیے کہ بہشت میں نینداور سونا نہ ہوگا۔

وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ﴿٢٥﴾

اور جس دن کہ پھٹ جائیں گے آسمان بادلوں سے، اور اُتارے گئے سارے فرشتے●

(اور) اَے محبوب! یاد کرو اُس دن کو (جس دن کہ پھٹ جائیں گے آسمان بادلوں سے)، یعنی ابرِ سفید کے سبب سے جو آسمان کے ساتوں طبقوں کے اُوپر ہے اور دَل اُس بادل کا سب آسمان کے برابر ہے اور وہ سب آسمانوں سے زیادہ بھاری ہے۔

حق تعالیٰ نے ابھی اُسے اپنی قدرتِ کاملہ سے روک رکھا ہے، قیامت کے دن اُسے آسمانوں پر ڈال دے گا۔جس آسمان پر وہ بادل گرے گا، تو وہ آسمان پھٹ جائے گا۔

(اور اُتارے گئے سارے فرشتے) اُس جگہ سے زمین پر۔ یہاں تک کہ تمام روئے زمین فرشتوں سے بھر جائے گی۔فرشتے سات صفیں باندھ کر عالَم کے گِرد آئیں گے۔

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ۨالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ۭ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿٢٦﴾

سچی بادشاہی اُس دن اللہ مہربان کی ہے۔اور وہ کافروں پر دشوار دن ہے●

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ

اور جس دن کہ اندھیر والا خود اپنے ہاتھ چبائے گا، کہتا ہوا کہ" کاش میں نے لیا ہوتا

مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿٢٧﴾

رسول کے ساتھ راستے کو●

(سچی بادشاہی اُس دن اللہ) تعالیٰ (مہربان کی ہے)، اس لیے کہ مدعیوں نے مالکیت کے دعوی سے زبان بند کرلی ہوگی۔ (اور وہ) دن (کافروں پر دشوار دن ہے● اور) ایسا دن ہے (جس دن کہ اندھیر والا) کمالِ حسرت کے سبب سے (خود اپنے ہاتھ چبائے گا)، یعنی دانتوں سے اپنا ہاتھ نوچے گا جیسے حسرت والے کرتے ہیں۔۔الغرض۔۔"بہت چابے گا انگشتِ ندامت"۔

۔۔چنانچہ۔۔ گستاخِ رسول عقبہ ابن معیط کے لیے، بعض تفسیروں میں ہے کہ وہ روز چار ہزار بار چابے گا انگلیوں کے سرے سے کہنی تک، اور حق تعالیٰ ہر بار اُس کے ہاتھ کو ویسا ہی کردے گا جیسا تھا، اور پھر وہ چابے گا اور اُسے کچھ خبر نہ ہوگی۔

(کہتا ہوا کہ کاش میں نے لیا ہوتا رسول کے ساتھ راستے کو)۔یعنی اُس راہ پر چلا ہوتا جس پر رسول چلے، اس واسطے کہ وہی راہِ نجات ہے۔

يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿٢٨﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِىْ عَنِ الذِّكْرِ

ہائے وائے۔کاش نہ بناتا میں فلاں کو دوست● بلاشبہ مجھ کو گمراہ کردیا نصیحت سے،

بَعْدَ اِذْ جَآءَنِىْ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿٢٩﴾

بعد اس کے کہ وہ میرے پاس آئی،" اور شیطان انسان کو بے یارومددگار چھوڑ دینے والا ہے●

(ہائے وائے۔کاش نہ بناتا میں فلاں کو) یعنی اُبی کو (دوست● بلاشبہ) اُس نے (مجھ کو گمراہ کردیا) اور باز رکھا (نصیحت سے)، یعنی یادِ الٰہی اور ذکرِ ربانی سے، (بعد اِس کے کہ وہ میرے پاس آئی)۔یعنی وہ نصیحت اور ہدایت میرے پاس آچکی تھی، اُس کے بعد میں نے اُس کو ماننے سے سرتابی اور سرکشی کی۔ (اور) بے شک دوست گمراہ، آدمی صورت شیطان سیرت، جو کہ (شیطان) الانس ہے، (انسان کو بے یارومددگار چھوڑ دینے والا ہے)۔۔یا۔۔ابلیس ملعون کہ حکمِ خدا اور رسول کی مخالفت کرنے کے واسطے آدمیوں کو وسوسہ دیتا ہے۔ جب آدمی ہلاکت کے پھندے میں پھنستے ہیں، تو شیطان چھوڑ دیتا ہے اور فائدہ نہیں پہنچاتا، بلکہ اُس سے بیزاری ظاہر کرتا ہے۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِى اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿٣٠﴾

اور دُعا کی رسول نے کہ" پروردگارا! لوگوں نے بنادیا اس قرآن کو چھوڑنے کی چیز"●

(اور دُعا کی) دُنیا میں (رسول) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (نے)۔۔یا۔۔آخرت میں کہیں گے (کہ

پروردگارا!) میری قوم کے کافر (لوگوں نے بنا دیا اِس قرآن کو چھوڑنے کی چیز)۔۔چنانچہ۔۔کافروں نے قرآنِ مجید کو متروک بنالیا تھا اور اُس سے اعراض کرتے تھے اور اُس پر ایمان نہیں لاتے تھے اور اُس کے احکام پر عمل نہیں کرتے تھے۔۔یا یہ کہ۔۔کافر قرآنِ مجید کو فضول باتیں اور ہذیان قرار دیتے تھے۔اور زعم کرتے تھے کہ قرآنِ مجید شعر و شاعری اور سحر کا نتیجہ ہے۔

۔۔الختصر۔۔قیامت کے دن سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی قوم کے مشرکین کی اپنے رب سے شکایت کریں گے، کہ اُنہوں نے قرآنِ مجید کو فضول اور مہمل کلام قرار دیا تھا۔اِس شکات کا دُنیا میں ہونے کی صورت میں مطلب یہ ہوگا، کہ اَے رب ہماری قوم کے کافروں نے اِس قرآن کریم کو فضول و مہمل کلام اور شعر و شاعری قرار دے دیا ہے۔اِسی لیے نہ تو وہ اِس پر ایمان لاتے ہیں اور نہ ہی اِس کے احکام پر عمل کرتے ہیں، بلکہ اِس سے مکمل اعراض کرتے ہیں۔اِن مذکورہ بالا دو صورتوں میں جو بھی صورت ہو، اللہ تعالیٰ آپ کو تسلی دینے کے لیے فرمائے گا۔۔۔

کہ جس طرح اِن کافروں کو ہم نے تیرا دشمن کر دیا۔۔۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ۗ وَكَفٰى بِرَبِّكَ

اور اِسی طرح بنایا ہم نے ہر نبی کا دشمن، جرائم پیشہ لوگوں سے۔اور تمہارا رب کافی

هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ﴿٣١﴾

ہدایت و نصرت کرنے والا ہے●

(اور) تیرا باغی بنا دیا، (اِسی طرح بنایا ہم نے ہر نبی کا دشمن جرائم پیشہ لوگوں سے)۔جیسے نمرود کو حضرت ابراہیم کے واسطے اور فرعون کو حضرت موسیٰ کے واسطے۔تو اُنہوں نے صبر کیا، تو اُن کی دِل آزار باتوں اور تکلیف دہ حرکتوں پر تم بھی صبر کرو، (اور تمہارا رب کافی ہدایت و نصرت کرنے والا ہے) تو وہ تمہیں صبر کی ہدایت اور دشمنوں پر نُصرت دینے والا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚۛ كَذٰلِكَ ۚۛ

اور بولے کافر کہ "کیوں نہ بھیج دیا گیا اُن پر قرآن یکبارگی"۔ایسا یوں ہے،

لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ﴿٣٢﴾

تاکہ ہم مضبوط بنائیں تمہارے دِل کو، اور ہم نے اس کا پڑھنا ٹھہر ٹھہر کے کیا●

(اور بولے) وہ، جو (کافر) ہوئے یہود و نصاریٰ میں سے۔۔یا۔ مشرکانِ عرب میں سے، (کہ کیوں نہ بھیج دیا گیا اِن پر قرآن یکبارگی) توریت وانجیل کی طرح، جنہیں اُن کے نبیوں پر یکبارگی نازل فرمایا گیا۔ (ایسا یوں ہے)، یعنی اِن آیات کو متفرق نازل فرمانے میں حکمت یہ ہے، (تاکہ ہم مضبوط بنائیں تمہارے دِل کو) اور ثابت کردیں اور قوت دیں ہر وقت وحی بھیج کر تیرے دِل کو، یعنی متفرق وحی کر کے تیرے دِل میں حفظ کردیں۔ (اور) اِسی لیے (ہم نے اِس کا پڑھنا ٹھہر ٹھہر کے کیا) مہلت کے ساتھ۔ ایسا بھی نہیں کہ اِس کا نزول مدتِ مدید اور زمانہ بعید تک منقطع ہو گیا ہو۔

ذہن نشین رہے کہ مشرکوں کا یہ اعتراض محض بے اصل ہے، اس واسطے کہ قرآن تھوڑا تھوڑا نازل ہو۔۔یا۔۔ اکٹھا، اُس کے اعجاز میں فرق نہیں آتا اور متفرق نازل کرنے میں بہت فائدے ہیں۔ ایک تو حفظ کرنے میں سہولت ہے اس واسطے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت داود علیہما السلام پر کتاب جو ایک بار اُتری تو وہ لکھتے پڑھتے تھے، اور ہمارے حضرت خاتم النبیین ﷺ اُمی تھے۔ اگر اُن کی کتاب ایک ہی بار نازل ہوتی، تو اُس کو یاد کرنا مشکل ہوتا۔ حق تعالیٰ کو منظور نہیں تھا، کہ اپنے محبوب کو اِس زحمت سے دوچار کرے۔ دوسرے یہ کہ اُس کا نزول حسبِ ضرورت مزید بصیرت کا سبب ہے، اور اِس وجہ سے اُس کے معنی میں خوب خوض کیا جاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ جو آیت اُترتی غلبہ دکھاتی اور قرآن کا اعجاز اور کافروں کا عجز ظاہر ہوتا۔ چوتھے یہ کہ گھڑی گھڑی حضرت جبرائیل امین کے نازل ہونے سے حضرت ﷺ کے دِلِ مبارک کو تسکین اور تسلی ہوتی۔ پانچویں یہ کہ قرآن میں ناسخ منسوخ آیتیں ہیں اور وہ مختلف وقتوں سے علاقہ رکھتی ہیں، اور ضروری ہے کہ ناسخ منسوخ کے بعد ہو۔ ایک آن میں دونوں کا اجتماع نہ چاہیے۔ چھٹے یہ کہ قرآن میں سوال وجواب بھی ہیں، اور جواب سوال کے بعد چاہیے۔ اِن کے سوا بھی یکبارگی نازل نہ فرمانے کی اَور بھی حکمتیں اور مصلحتیں ہیں۔

وَلَا يَأْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ﴿٣٣﴾

اور نہ لائیں گے کفار تمہارے پاس کوئی بات، مگر یہ کہ ہم لے آئے تمہارے پاس حق، اور بہتر بیان●

(اور) اَے محبوب! (نہ لائیں گے کفار تمہارے پاس کوئی بات مگر یہ کہ ہم لے آئے تمہارے

پاس حق اور بہتر بیان)۔یعنی یہ کافرلوگ آپ کے پاس جو بھی مثال یا اعتراض لائیں گے، ہم اُس کی برحق اور عمدہ توجیہہ بیان کریں گے۔ یہ اعتراض کرنے والے مشرک وہ لوگ ہیں۔۔۔

اَلَّذِیْنَ یُحْشَرُوْنَ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ اِلٰی جَهَنَّمَۙ اُولٰٓىٕكَ

جو ہانکے جائیں گے اپنے اپنے منہ کے بَل جہنم کی طرف، وہ لوگ

شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ سَبِیْلًا۠ (٣٤)

ٹھکانے کے بہت بُرے، اور راہ سے سب سے زیادہ بے راہ ہیں●

(جو ہانکے جائیں گے اپنے اپنے منہ کے بَل جہنم کی طرف)۔یعنی منہ زمین پر رکھ کر چلیں گے۔اور یہ کوئی ناممکن چیز نہیں، اس لیے کہ جس قادرِ مطلق نے اُنہیں پیروں کے بَل چلایا ہے وہ اُن کو منہ کے بَل چلانے پر قادر ہے۔۔المختصر۔۔ یہ منہ کے بَل چلنے والے (وہ لوگ) ہیں، جو اپنے (ٹھکانے کے) لحاظ سے (بہت بُرے) ہیں۔اُن کے مکان اُن مکانوں سے بھی بدتر ہیں جن میں مسلمان دُنیا میں رہتے تھے اور یہ کافر طعن کرتے تھے۔(اور راہ سے سب سے زیادہ بے راہ ہیں)، یعنی وہ سب سے زیادہ سیدھی راہ سے بھٹکنے والے ہوں گے۔اس واسطے کہ اُن کی راہ آتشِ دوزخ میں پہنچا دینے والی ہے۔

اب عبرت ونصیحت کے لیے بعض انبیاءِ سابقین اور اُن کی امتوں کا ذکر فرمایا جارہا ہے

۔۔چنانچہ۔۔ارشاد ہوتا ہے کہ۔۔۔

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ جَعَلْنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِیْرًاۚۖ (٣٥)

اور بے شک دی ہم نے موسیٰ کو کتاب، اور بنادیا اُن کے ساتھ اُن کے بھائی ہارون کو وزیر●

فَقُلْنَا اذْهَبَاۤ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِیْرًاؕ (٣٦)

پھر حکم دیا ہم نے کہ "دونوں چلے جاؤ اُن لوگوں تک، جنہوں نے جھٹلا دیا ہے ہماری آیتوں کو۔" بالآخر ڈھا دیا ہم نے اُنہیں بالکل●

(اور بے شک دی ہم نے موسیٰ کو کتاب) توریت، فرعون کے غرق ہونے کے بعد۔(اور بنادیا) نزولِ کتاب سے پہلے (اُن کے ساتھ اُن کے بھائی ہارون کو وزیر)۔یعنی دعوت اور کلمۂ حق بلند کرنے میں یار ومددگار۔(پھر حکم دیا ہم نے کہ دونوں چلے جاؤ اُن لوگوں تک جنہوں نے جھٹلا دیا ہے ہماری آیتوں کو)۔وہ جائے حکم پر گئے اور اُس قوم کو دعوتِ اسلام کی۔اُس قوم کے لوگوں نے اُن کے ساتھ تکبر کیا، تو (بالآخر ڈھا دیا ہم نے انہیں بالکل)۔یعنی اُنہیں دریائے قلزم میں غرق کر کے نیست و

نابود کر دیا۔۔۔

وَقَوْمَ نُوحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ أَغْرَقْنَاهُمْ وَجَعَلْنَاهُمْ لِلنَّاسِ آيَةً

اور قوم نوح کو، جب کہ اُن لوگوں نے جھٹلایا رسولوں کو، تو ڈبو دیا ہم نے اُنہیں، اور بنا دیا ہم نے اُنہیں لوگوں کے لیے نشانی،

وَأَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿٣٧﴾ وَعَادًا وَثَمُودَ وَأَصْحَابَ الرَّسِّ

اور مہیا کر دیا ہم نے اندھیر والوں کے لیے دکھ والا عذاب ● اور عاد وثمود کو، اور اصحاب الرس کو،

وَقُرُونًا بَيْنَ ذَٰلِكَ كَثِيرًا ﴿٣٨﴾

اور اُن کے درمیان کے بہتیرے طبقوں کو●

(اور) ایسے ہی (قوم نوح کو جب کہ اُن لوگوں نے جھٹلایا رسولوں کو)۔یعنی حضرت نوح کی تکذیب کی اور اُن پیغمبروں کی جو اُن سے پہلے تھے، جیسے حضرت شیث اور حضرت ادریس 'علیہم السلام'۔۔ یا۔۔یہی ایک حضرت نوح 'السلام علیہ' کی تکذیب کی، اور ایک پیغمبر کی تکذیب سب پیغمبروں کی تکذیب ہے۔۔یا۔۔مطلقاً رسولوں کی بعثت سے اِنکار کیا، (تو ڈبو دیا ہم نے انہیں) طوفان کے عذاب میں۔ (اور بنا دیا ہم نے اُنہیں) یعنی اُن کے قصے کو (لوگوں کے لیے نشانی)، تاکہ اُس سے عبرت لیں۔ (اور مہیا کر دیا ہم نے اندھیر والوں کے لیے دُکھ) دینے (والا عذاب ● اور) ہلاک کر دیا ہم نے قوم (عاد) کو ہود 'السلام علیہ' کی تکذیب کے سبب سے، (و) قوم (ثمود کو) صالح 'السلام علیہ' کی تکذیب کے سبب سے، (اور اصحاب الرس کو) اپنے پیغمبر کی تکذیب واذیت رسانی وقتل کر دینے کے سبب سے۔ (اور اُن کے درمیان کے بہتیرے طبقوں کو) یعنی قبائلِ عاد وثمود اور اصحابِ رس کے بہت سے قرن، کہ خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

أَصْحَابَ الرَّسِّ کے تعلق سے مفسرین سے بہت سارے اقوال منقول ہیں، جن میں بعض مفسرین نے اِس بات کو راجح قرار دیا ہے کہ یہ حنظلہ بن صفوان کے اصحاب ہیں۔ جب اُنہوں نے اپنے نبی کی تکذیب کی، تو حق تعالیٰ نے لمبی گردن کا ایک پرندہ پیدا کیا، کہ اُس کے بازو سب رنگ کے تھے اور گردن لمبی ہونے کی وجہ سے اُسے عنقاء کہتے تھے، اور ایک پہاڑ زرح۔۔یا۔۔فتح نام کی چوٹی پر وہ جانور رہتا تھا، اُن لوگوں پر خدا نے اُسے مسلط کر دیا۔ پس وہ آتا اور اُن لوگوں کے مویشی اور چھوٹے بچوں کو اٹھا لے جا کر نگل لیتا۔ اس وجہ سے 'مغرب' اُس کا لقب کیا تھا، یعنی نگل جانے والا اور غائب کر لینے والا۔

ایک روز ایک نوجوان لڑکی کو اُن لوگوں میں سے اُٹھالے گیا۔ وہ لوگ پیغمبرِ وقت کے پاس شکایت کرنے لگے اور یہ شرط کرلی کہ اگر اُس جانور کا شر پوشیدہ ہوجائے، تو ہم سب ایمان لائیں گے۔ اُن پیغمبر علیہ السلام نے دُعا فرمائی، کہ الٰہی اُس جانور کو لے لے اور اُس کی نسل قطع کردے۔ اُن پیغمبر علیہ السلام کی دُعا قبول ہوئی اور وہ جانور غائب ہوگیا، پھر اُس کا کچھ پتا نہ لگا، نام ہی نام باقی رہ گیا۔ نایاب چیز کو اُس سے مثال دیتے ہیں۔۔الغرض۔۔ 'عنقاء' غائب ہوجانے کے بعد اُس قوم نے تمرد اور عناد بڑھایا اور حنظلہ علیہ السلام کو شہید کرڈالا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اصحابِ رَس کو ہم نے ہلاک کردیا۔

اور ہم نے عذاب دینے میں کسی پر بھی ظلم وزیادتی نہیں کی۔۔۔

وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْأَمْثَالَ ۖ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيرًا ﴿٣٩﴾

اور سبھی کو ہم نے اپنی کہاوتیں دیں۔ اور ہر ایک کو ہلاک کردیا ہم نے تابڑتوڑ●

(اور) ہلاک کرنے سے پہلے (سبھی کو ہم نے اپنی کہاوتیں دیں)۔ اُن کے واسطے مثالیں یعنی اگلوں کے قصے اُن سے اور اُن کی امتوں سے بیان کرکے ہم نے ڈرایا اور پیغمبر بھیج کر اُن سے حجت تمام کرلی۔ جب انہوں نے کچھ نہ سنا اور اِنکار پر مصر ہوئے، تو ہم نے عذاب بھیجا (اور ہر ایک کو ہلاک کردیا ہم نے تابڑتوڑ)۔ یعنی انہیں نیست ونابود کردیا۔

وَلَقَدْ أَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِي أُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۚ أَفَلَمْ

اور بے شک یہ لوگ ہوآئے ہیں اُس بستی پر، کہ جہاں بُرا بادل برسایا گیا ہے۔ تو کیا

يَكُونُوا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ نُشُورًا ﴿٤٠﴾

نہیں سوجھائی پڑتا تھا اِنہیں؟ بلکہ یہ خیال ہی نہیں کرتے تھے مرنے کے بعد اُٹھنے کا●

(اور) اَے محبوب! (بے شک یہ) قریش کے (لوگ ہوآئے ہیں اُس بستی پر)۔ یعنی اُس بستی پر سے یہ اہلِ قریش گزرے ہیں، (کہ جہاں) یعنی جس بستی پر (بُرا بادل برسایا گیا ہے) یعنی پتھر کی بارش کی گئی۔

اِس بستی سے 'سدوم' کی بستی مراد ہے جو 'موتفکات' میں سے ایک بہت بڑا شہر تھا اور حضرت لوط علیہ السلام وہاں بیٹھتے، اور اُس کے اُلٹ جانے کے بعد حق تعالیٰ نے اُس شہر والوں

پر پتھر برسائے اور اُس دیار میں کفارِ قریش کا گزر ہوا۔۔۔

(تو کیا نہیں سوجھائی پڑتا تھا اُنہیں؟) کہ اپنی گزرگاہوں پر ہونے والے عذاب کے آثار کو دیکھتے اور اُس سے عبرت پکڑتے۔ ایسی بات نہیں کہ اُنہیں یہ آثار نظر نہیں آئے، (بلکہ) اُن کی اصل گمراہی اور خام خیالی یہ تھی، کہ (یہ خیال ہی نہیں کرتے تھے مرنے کے بعد اُٹھنے کا)۔ یعنی حشر پر ایمان نہیں رکھتے تھے۔

وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴿٤١﴾

اور جب اُنہوں نے تمہیں دیکھا، تو نہ قرار دیا تم کو مگر مذاق کہ "کیا یہی ہیں جس کو بھیجا ہے اللہ نے رسول"●

اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَاۤ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ؕ وَسَوْفَ

"یہ تو ہمیں بہکا دینے ہی کو تھے ہمارے معبودوں سے، اگر نہ جمے رہ جاتے ہم اُن پر۔" اور جلد ہی

يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿٤٢﴾

جان لیں گے جب عذاب کو دیکھیں گے، کہ کون گم کردہ راہ ہے●

(اور) اِسی لیے اَے محبوب! (جب اُنہوں نے تمہیں دیکھا، تو نہ قرار دیا تم کو مگر مذاق)۔۔ چنانچہ۔۔ ازراہِ مذاق کہتے، (کہ کیا یہی ہیں جس کو بھیجا ہے اللہ) تعالیٰ (نے رسول) بنا کے۔ (یہ تو) اپنی دلفریب باتوں، اور دعوت کرنے میں بڑی کوششوں سے، اور اپنے مدعا پر دلیلیں ظاہر کر کے، (ہمیں بہکا دینے ہی کو تھے ہمارے معبودوں سے)۔ یعنی ہمارے خداؤں کی پرستش سے، (اگر نہ جمے رہ جاتے ہم اُن پر)۔

یعنی اگر ہم اپنے معبودوں کی عبادت پر نہ مستقل رہتے، تو یہ رسول ہم کو باز رکھتا اور گمراہ کر دیتا، تو حق تعالیٰ نے اُن کے جواب میں فرمایا۔۔۔

(اور جلد ہی جان لیں گے جب عذاب کو دیکھیں گے کہ کون گم کردہ راہ ہے)۔ یعنی اُن پر واضح ہو جائے گا کہ ایمان والوں اور کافروں میں سے کون شخص بڑا گمراہ ہے۔

اب تک تو راہ کی گمراہی کا ذکر ہو رہا تھا، اب راہ والے کی گمراہی کے بارے میں فرمایا جا رہا ہے، کہ مشرک لوگ پتھر۔۔ یا۔۔ ڈھیلے۔۔ یا۔۔ لکڑی کو پوجتے ہیں، یعنی اگر کوئی پتھر۔۔ یا۔۔ ڈھیلا۔۔ یا۔۔ لکڑی کا ٹکڑا خوشنما اور خوبصورت دیکھتے، تو اپنے معبود کو چھوڑ کر اُس کی پرستش کرنے لگتے، تو حق تعالیٰ نے فرمایا۔۔۔

اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَیْهِ وَكِیْلًا ﴿۴۳﴾

کیاتم نے دیکھا، جس نے بنالیا ہے اپنا معبود اپنی خواہش کو، تو کیاتم ہو گے اُن پر ذمہ دار نگراں؟●

(کیاتم نے دیکھا) اُسے **(جس نے بنالیا ہے اپنا معبود اپنی خواہش کو)**، یعنی اپنی آرزو ہی کو اپنا خدا سمجھ لیا ہے، اور اُسی کو پوجتے ہیں۔

ذہن نشین رہے کہ جو کوئی خدا کے سوا اور کسی چیز کو دوست رکھے اور اُسے پوجے، وہ حقیقت میں اپنی خواہش کو پوجتا ہے، اس واسطے کہ اُس کی خواہش ہی تو غیر خدا کی محبت پر اُسے رکھتی ہے۔ اُس کا غلبہ اور قدرت اِس قدر ہے کہ "خواہش پہلا معبودِ باطل بندہ کا ہے زمین میں" کا نکتہ اُس کی شان میں ہے۔ اور یہ آیت اِس کے بیان میں ہے کہ "کیا دیکھا تُو نے اُسے جس نے ٹھہرالیا اپنا معبود اپنی خواہش کو"۔ گویا ہَوا اور ہَوَس اصل ہے اور سب معبودِ باطل اُس کی فرع ہیں۔ اور اِسی سبب سے ہَوا و ہَوَس کی مخالفت دخولِ جنت کا سبب ہے۔

(تو) اَے محبوب! **(کیاتم ہو گے اُن پر)** جنہوں نے اپنی ہَوا و ہَوَس کو اپنا خدا بنالیا **(ذمہ دار نگراں)**، یعنی کیا آپ اُس کی حمایت کر سکتے ہیں؟

اِس آیت میں نبی ﷺ کو اُن لوگوں پر متعجب کرایا جو زبان سے یہ اقرار کرتے تھے، کہ اللہ تعالیٰ اُن کا خالق اور رازق ہے، اِس کے باوجود وہ بغیر کسی دلیل کے پتھروں سے تراشیدہ بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ پھر فرمایا کہ۔۔۔

کیا آپ ایسے شخص کی حفاظت اور کفالت کر سکتے ہیں اور اُس کو کفر سے ایمان کی طرف اور بُرائی سے نیکی کی طرف لا سکتے ہیں؟۔۔ *المختصر*۔۔اَے محبوب! آپ کی ذمہ داری صرف حق تک پہنچنے والا راستہ دکھلانا ہے، جسے آپ بخوبی انجام دے رہے ہیں اور دیتے رہیں۔ رہ گیا مطلوبِ حق تک پہنچا دینا، اُس کی ذمہ داری آپ کو نہیں دی گئی ہے۔ تو اب اگر یہ نفس کے پرستار راہِ حق پر نہ آئیں، تو اس کے لیے آپ افسردہ خاطر نہ ہوں، اِس سے آپ کے فرائضِ نبوت کی ادائیگی میں کوئی کمی نہیں آتی۔۔ *القصہ*۔۔ اَے محبوب! کیاتم خود کو اُن نفس پرستوں کا وکیل اور نگہبان سمجھتے ہو؟

اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ یَسْمَعُوْنَ اَوْ یَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ

یاتم خیال کرتے ہو، کہ اُن کے بہتیرے سنتے یا سمجھتے ہیں۔ نہیں ہیں وہ مگر جیسے چوپائے،

بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ سَبِيۡلًا ﴿۴۴﴾

بلکہ یہ اُن سے زیادہ گمراہ ہیں●

(یاتم خیال کرتے ہوکہ اُن کے بہتیرے سنتے ہیں) گوش ہوش سے، **(یا سمجھتے ہیں)** دِل سے توحید کی دلیلیں۔

'اکثر' کی قید میں سارے معاند مشرکین داخل ہیں، اور جو اخیر کو ایمان لائے وہ خارج ہیں۔

اَے محبوب! سمجھے رہو کہ **(نہیں ہیں وہ، مگر جیسے چوپائے)** کلام سن کر فائدہ نہ حاصل کرنے میں، اور قدرت کی دلیلوں کو دِل میں جگہ نہ دینے میں، **(بلکہ یہ اُن سے زیادہ گمراہ ہیں)**۔ اس لیے کہ چوپائے اُس کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہیں جو اُن سے اطاعت لے اور مشرک اپنے رب سے اِنکار کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ چوپائے اُس چیز کے طالب ہیں جس سے اُن کو فائدہ ہے، اور اُس چیز سے بھاگتے ہیں جس سے اُن کو ضرر ہے، اور مشرک ثواب سے بھاگتے ہیں جو بڑی منفعت ہے اور بُرے کاموں سے لپٹتے ہیں جس میں بڑی مضرت ہے۔ اَے محبوب!۔۔۔

اَلَمۡ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيۡفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوۡ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ

کیانہیں دیکھا کرتے ہو اپنے پروردگار کو، کہ کیسا بڑھایا سایہ۔ اور اگر چاہتا تو کردیتا اُسے ٹھہرا ہوا۔

ثُمَّ جَعَلۡنَا الشَّمۡسَ عَلَيۡهِ دَلِيۡلًا ﴿۴۵﴾

اور بنادیا ہم نے سورج کو اُس کی دلیل●

(کیانہیں دیکھا کرتے ہو اپنے پروردگار کو!) یعنی اپنے رب کی صفت کو، **(کہ)** محض قدرت سے **(کیسا بڑھایا سایہ)** اور پھیلا دیا اُس نے سایہ کو صبح ظاہر ہونے سے آفتاب نکلتے تک۔ اور اِس سایہ کا زمانہ سب زمانوں سے زیادہ بہتر ہے، اِس واسطے کہ خالص تاریکی سے طبیعت کو نفرت ہوتی ہے اور آنکھ کی روشنی بندھی رہتی ہے، اور آفتاب کی شعاع سے ہَوا گرم اور آنکھ کی روشنی پراگندہ ہوجاتی ہے، اور ظہورِ صبح سے طلوعِ آفتاب تک دونوں باتیں نہیں ہوتیں۔ اِسی وجہ سے جنت کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ظل ممدود بھی ہے۔ **(اور اگر چاہتا)** خدا **(تو کردیتا اُسے)** ثابت اور ایک انداز پر **(ٹھہرا ہوا، اور)** پھر **(بنادیا ہم نے سورج کو اُس کی دلیل)**۔ یعنی آفتاب کو سایہ پہچاننے پر دلیل کردیا، اس واسطے کہ سایہ آفتاب ہی سے پہچانا جاتا ہے۔

ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿٤٦﴾

پھر سمیٹا ہم نے اپنی طرف ذرا ذرا●

(پھر سمیٹا ہم نے اپنی طرف ذرا ذرا)۔یعنی جس قدر تھوڑا تھوڑا آفتاب بلند ہوا، اُسی قدر ذرا ذرا اُس کی شعاع کو سایہ کی جگہ پر ہم لائے اور سایہ کو ہم نے لے لیا، اس واسطے کہ اگر سایہ ایک ہی بار لے لیا جاتا، تو لوگوں کے جو کام سایہ سے متعلق ہیں معطل رہ جاتے۔

بعض مفسرین کے نزدیک **ظِلّ** سے زمین مراد ہے، یعنی رات کا اندھیرا۔اور معنی یہ ہیں کہ خدا نے رات کے وقت زمین کا سایہ پھیلا دیا اور عالم کو تاریک کیا، اور اُس کی تاریکی کو ہمیشگی نہیں دی، بلکہ آفتاب کو طلوع فرما کر اُس کی شناخت پر دلیل کیا، اس واسطے کہ سب چیزیں اپنی ضِد سے پہچانی جاتی ہیں۔اچھے سے بُرے کی تمیز ہوتی ہے، اور گورے سے کالے کی، اور دِن کو بھی ہمیشہ کے واسطے نہیں بنایا، بلکہ وہ دلیل جو آفتاب ہے اُسے بھی غروب کر کے لے لیا، یہاں تک کہ پھر رات ہوئی۔اور یہ دونوں وقت خلق کی آسائش اور آرائش کے واسطے معین فرمائے۔

بعض تفسیروں میں ہے کہ **ظِلّ** اشارہ ہے زمانۂ فترت کی طرف، کہ اُس زمانے میں لوگ ظلمتِ حیرت میں تھے، اور آفتاب اِشارہ ہے نورِ اسلام کی طرف، کہ آفتابِ جمالِ محمدی ﷺ کے سبب سے یہ نورِ اسلام پھیلا اور یہ آفتاب اعزاز واکرام کے افق سے طالع ہوا اور وہ سایہ ہمیشہ رہتا، تو خلق غفلت کی تاریکی میں پھنسی رہتی اور نورِ آگاہی تک نہ پہنچتی۔

بعض عارفین کہتے ہیں کہ یہ آیت ظاہر کے رُو سے معجزۂ نبوی ہے اور اہلِ تحقیق کی فہم کے موافق آنحضرت ﷺ کے قرب وکرامت کی طرف اِشارہ ہے۔معجزہ کا بیان اِس طرح پر ہے کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ ایک مرتبہ سفر میں تھے، قیلولہ کے وقت ایک درخت کے نیچے اُترے، اصحاب بہت سے ساتھ اور درخت کا سایہ تھوڑا۔حق تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اُس درخت کا سایہ پھیلا دیا۔۔چنانچہ۔۔تمام اہلِ اسلام کے لشکر نے اُس ایک درخت کے سایہ میں آسائش کی اور یہ آیت نازل ہوئی۔

اور آپ کی قربت وخصوصیت کی نشانی اِس آیت میں یہ ہے، کہ حق تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا **اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ** یعنی اَے محمد ﷺ تم اپنے رب کی طرف نہیں دیکھتے۔ایک وہ عالم تھا کہ حضرت موسیٰ نے عرض کی تھی کہ "اَے رب میں تیری رویت اور دید چاہتا ہوں،" جواب ملا

کہ "تم ہرگز مجھے نہیں دیکھ سکتے۔" اور ہمارے حضرت سلطان الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو بے سوال اِس آیت میں ارشاد ہوا کہ "اَے میرے حبیب! تم میری طرف نہیں دیکھتے اور کیا چاہتے ہو۔

بعض عارفین نے یہ بھی کہا ہے کہ **مَدَّ الظِّلَّ** سے آنحضرت ﷺ پر سایۂ عصمت کا پھیلنا مراد ہے، اور آفتابِ معرفت جو آپ کے دِلِ منور کے مطلع سے طلوع ہوا، وہ اِس کی دلیل ہے اور **قَبْضً** اشارہ ہے رسموں اور واسطوں کے ساقط ہوجانے کی طرف۔ 'لمعات' میں مذکور ہے کہ جب آفتابِ محبت مشرقِ غیب سے چمکا، تو محبوب نے اپنے سایہ کا پردہ صحرائے ظہور میں کھینچ لیا، اُس وقت محبّ نے کہا **اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ** یعنی وہ پردہ کھینچنے میں تُو میری طرف نہیں دیکھتا" کہہ ہر ایک عمل کرتا ہے اپنے طریق پر۔" اور کیا تُو اعتبار نہیں کرتا، کہ اگر شخص کو حرکت نہ ہو سایہ متحرک نہیں ہوتا اور اگر ہماری اَحدیت کا آفتاب مطلع عزت سے چمکے، تو سایہ کا اثر نہ رہے۔ اس واسطے کہ سایہ آفتاب کا ہم سایہ ہوتا ہے، تو **ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا** کے حکم کے موافق آفتاب اُسے اپنے میں کھینچ لیتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا

اور وہی ہے جس نے کر دیا تمہارے لیے رات کو پَردہ، اور نیند کو راحت،

وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ﴿٤٧﴾

اور کر دیا دن اُٹھنے کو●

(اور وہی ہے جس نے کر دیا تمہارے لیے رات کو پَردہ)، کہ اِس میں آرام لیتے ہو (اور نیند کو راحت)، کہ اُس کے سبب سے آسائش پاتے ہو۔ (اور کر دیا) اس نے (دن اٹھنے کو)، یعنی اٹھنے کے واسطے اور طلبِ معیشت میں چلنے پھرنے کے لیے۔

اور بعضوں نے کہا کہ 'نیند' موت کے مشابہ ہے اور **نُشُوْرًا** سو کر اٹھنا ہے، جیسے مُردوں کو مر کر قبر سے پھر اٹھنا۔ اور لقمان کی حکمتوں میں مذکور ہے کہ جس طرح تُو سوتا ہے پھر اٹھتا ہے، اِسی طرح مر کر پھر جیے گا اور قبر سے اٹھے گا۔

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَیْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا

وہی ہے جس نے چلا دیا ہواؤں کو اپنی رحمت کے آگے آگے خوشخبری سناتے، اور اُتارا ہم نے

مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴿٤٨﴾

آسمان کی طرف سے پاک کرنے کو پانی●

اور (وہی ہے جس نے چلا دیا ہواؤں کو اپنی رحمت کے آگے آگے خوشخبری سناتے)، یعنی یہ ہوائیں خوشخبری دینے والیاں ہیں، جو اُس کی رحمت نازل ہونے کے آگے آگے ہوتی ہیں اور وہ رحمت بارش ہے، یعنی برسات کے دنوں میں ہوا چلنا اِس بات پر دلالت کرتا ہے غالبًا بارش ہوگی۔ (اور اُتارا ہم نے آسمان کی طرف سے پاک کرنے کو پانی) جو پاک بھی ہے اور پاک کرنے والا بھی ہے۔

لِنُحْیِ َ بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا وَّ نُسْقِیَهٗ مِمَّا خَلَقْنَاۤ اَنْعَامًا وَّ اَنَاسِیَّ كَثِیْرًا ﴿٤٩﴾

تاکہ زندہ کردیں ہم اُس سے مُردہ شہر کو، اور پانی پلائیں جو ہم نے پیدا فرما رکھا ہے بہت سے چوپایوں اور انسانوں کو●

(تاکہ زندہ کردیں ہم اُس) پانی کے سبب (سے مُردہ) یعنی مَرے ہوئے (شہر کو)، یعنی اُس موضع کو جس میں خشک سالی تھی۔۔۔یا۔۔۔اُس مکان کو جو گرمی میں خشک اور بے رونق پڑا تھا۔ (اور پانی پلائیں جو ہم نے پیدا فرما رکھا ہے بہت سے چوپایوں اور انسانوں کو) یعنی بہت لوگوں کو جو جنگل میں رہتے ہیں۔

اس واسطے کہ گاؤں اور شہر والوں کے واسطے نہریں وغیرہ ہیں، کہ اُن کے سبب سے وہ مینھ کے پانی کے محتاج نہیں۔ ویسے بھی آج کل واٹر ورکس اور ٹیوب ویل کے ذریعہ شہروں میں پانی کا معقول انتظام رہتا ہے۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَیْنَهُمْ لِیَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿٥٠﴾

اور بے شک یہ بار بار ہم کرتے ہی رہے اُن میں، کہ وہ غور کریں۔ بہتیروں نے نہ کیا مگر ناشکری●

(اور بے شک یہ بار بار ہم کرتے ہی رہے اُن میں)، یعنی ہم اَبر و باراں کا ذکر قرآن میں مکرّر رلائے، تا (کہ وہ غور کریں) اور میری قدرت کو یاد کریں اور اِس نعمت میں فکر کریں اور اِس کا شکر بجالائیں، تو (بہتیروں نے نہ کیا مگر ناشکری) اور کفرانِ نعمت ہی کو قبول کیا۔

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِیْ كُلِّ قَرْیَةٍ نَّذِیْرًا ﴿٥١﴾ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ

اور اگر ہم چاہتے، ضرور بھیج دیتے ہر بستی میں ایک ڈرانے والا● تو کہا نہ مانو کافروں کا،

وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِیْرًا ﴿۵۲﴾

اور جہاد کرو اُن سے اِس قرآن سے، بڑا جہاد●

(اور) اَے محبوب! (اگر ہم چاہتے ضرور بھیج دیتے ہر بستی میں ایک ڈرانے والا) پیغمبر۔ مگر اَے محبوب تمہاری شان بڑی کرنے کو اور مرتبہ بلند کرنے کو ہم نے نبوت تم پر ختم کردی اور تمہیں کو سب مسلمانوں اور سب لوگوں پر قیامت تک ہم نے پیغمبر کیا۔ (تو) تم (کہا نہ مانو کافروں کا) جو تم کو اپنے باپ دادا کے دین کی طرف بُلاتے ہیں، (اور جہاد کرو اُن سے اِس قرآن سے) ۔۔یا۔۔ اسلام سے ۔۔یا۔۔ فتنہ دفع کرنے والی تلوار سے ۔۔یا۔۔ اُن کی پیروی نہ قبول کر کے (بڑا جہاد)، یعنی بہت بڑا اور سخت مقابلہ اسلام کی سربلندی اور اُن کے فتنوں کو ختم کردینے کے لیے۔ حق تعالیٰ کی کیا شانِ قدرت ہے؟۔۔۔

وَهُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ

وہی ہے جس نے ملے جلے بہائے دو دریا، یہ میٹھا خوشگوار اور یہ نمکین تلخ۔

وَجَعَلَ بَیْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۵۳﴾

اور کر دیا اُن کے درمیان پَردہ اور آڑ روک کی●

(وہی ہے جس نے ملے جلے بہائے دو دریا) یعنی اِس طرح ملا کر بہائے کہ ایک دوسرے سے مل نہیں جاتے۔ (یہ میٹھا خوشگوار) پانی (اور یہ نمکین اور تلخ)۔ یعنی دونوں دریا میں ایک دریا کا پانی میٹھا اور خوشگوار ہے، جو پیاس بجھانے والا ہے اور دوسرے دریا کا پانی کھاری اور تلخی مارتا ہوا۔ یعنی روم اور فارس کے دونوں دریا۔ (اور کر دیا اُن) دونوں دریاؤں (کے درمیان پَردہ اور آڑ روک کی)۔ اپنی قدرت سے بند بندھا ہوا ۔۔یا یہ۔۔ بات ہم نے حرام اور ناروا کر دی کہ ایک دوسرے پر غلبہ کرے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ عَذْبٌ فُرَاتٌ بڑی بڑی نہریں ہیں جیسے نیل، سیحون، جیحون، دجلہ اور مِلْحٌ اُجَاجٌ سب دریا ہیں، اور پَردہ اُن میں بیابان اور شہر واقع ہوئے ہیں۔ بعض اہلِ تحقیق اِس بات پر ہیں کہ وہ دریا 'خوف اور رجا' کے ہیں، کہ مسلمان کے دِل میں کوئی دوسرے پر غلبہ نہیں رکھتا، کہ اگر ایمان دار کے خوف اور رِجا دونوں تُولے جائیں تو برابر نکلیں، اور برزخ 'حمایتِ الٰہی' اور 'عنایتِ نامتناہی' ہے۔ قدرتِ الٰہی کے بیان کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے فرمایا جارہا ہے۔۔۔

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ؕ

اور وہی ہے جس نے پیدا فرمایا پانی سے بشر کو، پھر کر دیا اُسے نسل والا اور سسرال والا۔

وَكَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا ﴿۵۴﴾

اور تمہارا رب قدرت والا ہے●

(اور) واضح کیا جا رہا ہے کہ (وہی ہے جس نے پیدا فرمایا پانی سے بشر کو) یعنی آدم علیہ السلام کو۔ پانی سے اُن کی مٹی کو خمیر کیا۔۔ چنانچہ۔۔ وہ پانی اُن کے مادہ کا ایک جزء ہے۔۔ یا یہ کہ۔۔ پیدا کیا آدمی کو آبِ منی سے، (پھر کر دیا اُسے نسل والا اور سُسرال والا) صِهْرًا اور 'نسب' میں فرق یہ ہے، کہ نسب کا رجوع آباء کی جہت سے ولادتِ قریبہ کی طرف یعنی باپ کی طرف ہوتا ہے اور صِهْرًا وہ رشتہ ہے جو تزویج اور نکاح کی وجہ سے وجود میں آتا ہے، یعنی سُسرالی رشتے۔ (اور تمہارا رب قدرت والا ہے) یعنی لڑکے اور لڑکیاں پیدا کرنے پر قادر ہے۔

وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُهُمْ وَلَا یَضُرُّهُمْ ؕ

اور کافر لوگ پوجتے ہیں مِن دونِ اللہ کو، جو نہ اُن کا بنا سکیں اور نہ بگاڑ سکیں۔

وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰی رَبِّهٖ ظَهِیْرًا ﴿۵۵﴾

اور کافر اپنے پروردگار کے خلاف مددگار ہے●

(اور کافر لوگ) بھی عجیب ہیں جو اُس قادرِ مطلق کو چھوڑ کر (پوجتے ہیں مِن دونِ اللہ کو) جنہیں اُن لوگوں نے خدا کا مدِّمقابل سمجھ رکھا ہے، اور وہ ایسے کمزور و ناتواں ہیں (جو نہ اُن کا بنا سکیں) یعنی کچھ فائدہ دے سکیں اگرچہ وہ اُس کو پوجتے رہیں۔ (اور نہ) ہی اُن کا کچھ (بگاڑ سکیں) اگر وہ اُسے نہ پوجیں۔ اِس سے بت مراد ہیں۔۔ یا۔۔ ہر وہ معبود مراد ہے، جو خدا کے سوا ہو، اور خدا کا باغی ہو۔ (اور کافر اپنے پروردگار کے خلاف) اپنے رب کی نافرمانی پر (مددگار ہے) شیطان کا اور اس کی پشت پناہی کر رہا ہے۔ اے محبوب! تم اِن سرکشوں کی سرکشی اور نافرمانی پر آزردہ خاطر نہ ہو، اُنہیں راہِ راست اور منزلِ مقصود تک پہنچا دینا آپ کی ذمہ داری نہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ﴿۵۶﴾ قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ

اور نہیں بھیجا ہم نے تم کو، مگر خوشخبری سناتا اور ڈراتا● اعلان کر دو کہ "میں نہیں مانگتا تم سے

مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝٥٧

اس پر کوئی مزدوری، مگر جو چاہے کہ بنالے اپنے رب کی طرف راستہ" •

(اور نہیں بھیجا ہے ہم نے تم کو مگر خوشخبری سناتا اور ڈراتا)۔ تو آپ ایمان والوں کو ثوابِ الٰہی کی خوشخبری دیں اور عذابِ نامتناہی سے کافروں کو ڈرائیں۔ اور اَے محبوب! تم (اِعلان کردو کہ میں نہیں مانگتا تم سے اِس) تبلیغِ احکام (پر کوئی مزدوری، مگر جو چاہے کہ بنالے اپنے رب کی طرف راستہ)۔ اپنے رب کی رضامندی اور قرب کی طرف راہ، یعنی مؤمنوں کا ایمان اور طاعت میری اُجرت ہے۔ اِس واسطے کہ اِس بات پر میرے واسطے خدا کے یہاں اجر اور ثواب مقرر ہے۔ اور یہ بات ثابت ہے کہ ہر پیغمبر کو اُس کی امت کے عابدوں اور صالحوں کے برابر ثواب ملے گا۔

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَكَفٰى بِهٖ

اور بھروسہ کرو اُس زندہ پر، جو مَرے گا ہی نہیں۔ اور پاکی بولو اُس کی حمد کے ساتھ۔ اور اپنے بندوں کے

بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ۝٥٨

گناہوں پر وہ کافی خبردار ہے •

(اور) اَے محبوب! اِس اُجرت طلبی پر بھی (بھروسہ کرو اُس زندہ پر جو مَرے گا ہی نہیں)۔ اس واسطے کہ جو شخص اُور زندوں پر بھروسہ کرتا ہے، تو جب وہ مَر جاتے ہیں تو یہ بھروسہ کرنے والا بے نصیب رہ جاتا ہے۔ (اور پاکی بولو اُس) لائقِ بھروسہ ذات (کی حمد کے ساتھ)، یعنی پاکی کے ساتھ یاد کرو خدا کو نقصان کی صفتوں سے، اِس حال میں کہ اُس کی تعریف کرنے والا ہو اوصافِ کمال کے ساتھ۔ (اور) بلاشبہ (اپنے بندوں کے گناہوں پر وہ) قادرِ مطلق اور علیم وخبیر (کافی خبردار ہے)۔ بندوں کے سارے پوشیدہ اور آشکارا گناہ اُس پر ظاہر ہیں۔

الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى

جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو، اور جو اُن کے درمیان ہے، چھ دنوں میں۔ پھر توجہ کی

عَلَى الْعَرْشِ ۚ اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا ۝٥٩

عرش پر۔ اللہ مہربان، تو اُس کو پوچھو کسی باخبر سے •

(جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو) اپنی قدرتِ بے عجز سے (اور) پیدا فرمایا وہ (جو

اُن کے درمیان ہے) ہوا، پانی، آگ، خاک، نباتات، جمادات اور حیوانات وغیرہ (چھ دنوں) کی مقدار (میں) دُنیا کے دنوں میں سے۔ (پھر توجہ کی عرش پر) یعنی پھر غالب ہوا اُس کا حکم عرشِ مجید پر جو سب مخلوقات میں بڑا ہے۔۔۔ (اللہ) تعالیٰ (مہربان، تو اُس کو پوچھو کسی باخبر سے)، یعنی اُس کی ذات وصفات کے تعلق سے معلومات حاصل کرنے لیے کسی خبر رکھنے والے سے دریافت کرو۔۔یا۔۔ اُس کے پیدا کرنے اور غالب آنے کا حال اُس سے پوچھو جو جانتا ہو۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمٰنُ ۚ

اور جب حکم دیا گیا اُنہیں کہ "سجدہ کرو اللہ مہربان کا،" جواب دیا کہ "اللہ مہربان کون؟"

أَنَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُورًا ﴿٦٠﴾

کیا ہم سجدہ کریں جس کا تم ہمیں حکم دے دو؟ اور بڑھ گئی اُن کی نفرت ●

(اور) اِن مشرکین کا تو حال یہ ہے کہ (جب حکم دیا گیا اِنہیں کہ سجدہ کرو اللہ) تعالیٰ (مہربان) یعنی رحمٰن (کا)، تو اِنہوں نے (جواب دیا، اللہ) تعالیٰ (مہربان کون؟)۔ یعنی رحمٰن ایسا نام ہے کہ اس نام والے کو ہم نہیں پہچانتے۔

اِس واسطے کہ کافر لوگ خدا کو رحمٰن کے نام سے نہیں جانتے تھے۔

تو جب سجدہ کرنے کا حکم ہوا، تو بولے کہ ہم رحمٰن کو نہ جانتے ہیں نہ پہچانتے ہیں، تو (کیا ہم سجدہ کریں جس کا تم ہمیں حکم دے دو)۔۔الغرض۔۔جس کو ہم رحمٰن کے نام سے جانتے پہچانتے ہی نہیں تمہارے کہنے سے ہم اُس کا سجدہ کرنے والے نہیں ہیں۔۔الغرض۔۔اُنہوں نے سجدہ کرنے سے انحراف کیا۔ رحمٰن۔۔یا۔۔رحمٰن کو سجدہ کرنے کے حکم نے اُنہیں گریز پر آمادہ کیا، (اور بڑھ گئی اُن کی نفرت)۔۔ لہٰذا۔۔وہ ایمان اور راہِ حق سے اُور بھی دُور بھاگ گئے۔

حضرت امام اعظم کے قول پر یہ ساتواں سجدہ ہے اور حضرت امام شافعی کے نزدیک آٹھواں۔ 'فتوحات' میں لکھا ہے کہ یہ سجدہ نفور اور انکار کا سجدہ ہے، اور فرمایا کہ مؤمن جب یہ آیت پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو بھاگنے والوں اور اِنکار کرنے والوں سے ممتاز یعنی الگ ہو جاتا ہے، تو اِس سجدہ کو 'سجدۂ امتیاز' بھی کہہ سکتے ہیں۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ جَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِیْرًا ﴿۶۱﴾

بڑی برکت کا ہے جس نے بنایا آسمان میں بُرجوں کو، اور کردیا اُس میں چراغ، اور چمکیلا چاند●

(بڑی برکت کا) اور بڑا ہی بزرگ (ہے) وہ خدا (جس نے) اپنی قدرتِ کاملہ سے (بنایا) اور پیدا فرمایا (آسمان میں) بارہ[۱۲] (بُرجوں کو)۔۔یا۔۔بارہ[۱۲] مکان عالی شان، کہ اُن کی حقیقت اُس کے سوا اُور کوئی نہیں جانتا، (اور کردیا اُس میں) یعنی آسمانوں میں۔۔یا۔۔بُرجوں میں (چراغ) اور وہ آفتاب ہے، (اور چمکیلا چاند) جو روشن بھی ہے اور روشن کرنے والا بھی۔۔اور۔۔

وَ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾

وہی جس نے کردیا رات اور دن کو ہر ایک دوسرے کے پیچھے پیچھے اُس کے لیے جو غور کرنا چاہے، یا شکر ادا کرتا ہو●

(وہی) ہے (جس نے) اپنی حکمتِ کاملہ سے (کردیا رات اور دن کو ہر ایک دوسرے کے پیچھے پیچھے)، یعنی آنے جانے میں ایک کو دوسرے کے پیچھے۔۔یا۔۔صفات واحوال میں ایک دوسرے کے مخالف۔۔یا۔۔ہر ایک اِس حیثیت سے ایک دوسرے کا نائب وخلیفہ ہے، کہ اگر کسی کے دن کے وظائف وعبادات کے معمولات میں کبھی کوئی کمی رہ جائے۔۔یا۔۔وہ اُنہیں دن میں حسبِ معمول نہ کرسکے تو پھر وہ اُسے رات میں پورا کرلے۔۔یا۔۔رات کی کمی کو دن میں پورا کرلے، تو یہی سمجھا جائے گا کہ اُس نے اپنے وظائف واذکار کو اپنے روزمرہ کے معمول کے مطابق ہی ادا کیا ہے۔

یہ لیل ونہار کی گردش اور یہ ایک حال سے دوسرے حال میں پھیرنا، دلیل ہے (اُس کے لیے جو غور کرنا) اور یاد کرنا (چاہے) عجیب عجیب قدرتوں اور طرفہ طرفہ خلقتوں کو، جو رات دن کے پیدا کرنے میں ہیں۔ (یا شکر ادا کرتا ہو)، یعنی شکر گزاری چاہتا ہو حضرتِ باری کی نعمتوں پر، کیونکہ رات دن کا آگے پیچھے آنا بھی اُن نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ یہ فکر ونظر سے کام لینے والے۔۔۔

وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ

اور اللہ رحمٰن کے بندے جو چلیں زمین پر دبے پاؤں، اور جب چھیڑا اُن کو

الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾

جاہلوں نے، تو بولے، "سلام لو سلام"●

2

(اور اللہ) تعالیٰ (رحمٰن کے) شکرگزار (بندے) ایک خاص فضیلت والے ہیں۔ جس طرح 'رحمٰن' نام حق تعالیٰ کے واسطے خاص ہے، اُسی طرح یہ بندے بھی اُس کی بارگاہِ قرب کے خاص لوگ ہیں، اور یہ بندے وہ ہیں (جو چلیں زمین پر دبے لچے) فروتنی کی راہ سے --یا-- وقار کے ساتھ --یا-- چلتے ہیں بُردباروں اور نکوکاروں کی طرح۔ (اور جب چھیڑا اُن کو جاہلوں نے) اور اُن سے بے اَدبانہ بات کی، (تو بولے) وہ خاص بندے جواب میں، (سلام لو سلام)۔ یعنی ایسی بات کہتے ہیں جس میں گناہ سے سلامت رہیں۔

اس سے مراد یہ ہے کہ وہ خاص بندے احمقوں سے تعرض نہیں کرتے اور اُن سے نہیں لڑتے جھگڑتے۔ خلق کے ساتھ اِن خاص بندوں کا معاملہ جو 'حالتِ صحت' میں ہوتا ہے جب اُس کی خبر دے چکا، تو اب حق تعالیٰ کے ساتھ 'حالتِ خلوت' میں جو اِن کا معاملہ ہے اِس دوسری آیت میں اُس کی خبر دیتا ہے۔۔۔

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿٦٤﴾

اور جو رات گزاریں اپنے پروردگار کے لیے سجدہ کرتے قیام کرتے ●

(اور) فرماتا ہے رحمٰن کے یہ خاص بندے وہ ہیں، (جو رات گزاریں اپنے پروردگار کے لیے سجدہ کرتے قیام کرتے)، یعنی اپنے رب کے لیے شب بسر کرتے ہیں اور عبادت کرتے ہوئے حالتِ نماز میں کبھی سجدہ کرتے ہیں اور کبھی قیام کرتے ہیں۔

'قعدہ' قیام میں شامل ہے، اس لیے کہ بیٹھ کر پڑھی جانے والی نمازوں میں 'قعدہ' ہی قیام کا قائم مقام ہے --یوں ہی-- رکوع سجدہ میں داخل ہے، اِسی لیے کہ اَزروئے لغت سجدہ کا معنیٰ 'انحناء' بھی قرار دیا گیا ہے جو رکوع ہی کی شکل ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾

اور جو دُعا کریں کہ "پروردگارا پھیر دے ہم سے جہنم کا عذاب" کہ بلاشبہ اُس کا عذاب اَن چھٹ ہے ●

اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿٦٦﴾

بے شک وہ بُرا ٹھکانہ اور جگہ ہے ●

(اور) وہ خاص بندے وہ ہیں (جو) کہ باوصف اِس کے کہ طاعت میں کوشش کرتے ہیں

اور دن بھر خشوع میں اور رات بھر خضوع میں رہتے ہیں، پھر بھی (دُعا کریں) خوف کی راہ سے (کہ پروردگارا! پھیر دے ہم سے جہنم کا عذاب)، کیوں (کہ بلاشبہ اُس کا عذاب ان چھٹ ہے)، یعنی دائم اور لازم اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔ اور (بے شک وہ بُرا ٹھکانہ اور جگہ ہے) یعنی بُری قرارگاہ اور بُری جگہ رہنے کی ہے۔

وَالَّذِيْنَ إِذَآ أَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿٦٧﴾

اور جنہوں نے جب خرچ کیا، تو نہ فضول خرچی کی اور نہ کم خرچی کی، اور رہے درمیانی اعتدال میں●

(اور) یہ رحمٰن کے بندے وہ ہیں (جنہوں نے جب خرچ کیا، تو نہ فضول خرچی کی اور نہ) ہی (کم خرچی کی)۔۔ الغرض۔۔ اُنہوں نے نہ اسراف کیا اور نہ حد سے بڑھایا، یعنی نہ گناہوں میں اور حرام کاموں میں صَرف کیا، اور نہ ہی بخل سے کام لیا۔ یعنی اللہ کا مقرر کیا ہوا حق مستحق سے نہ روکا، بلکہ اُس تک پہنچانے کی کوشش کرتے رہے۔ (اور) خرچ کرنے میں وہ لوگ (رہے درمیانی اعتدال میں) یعنی اسراف اور بخل کے درمیان میں۔۔ الغرض۔۔ اعتدال کی راہ چلے اور دونوں طرف یعنی اسراف اور بخل سے جو کہ مذموم ہیں بچتے رہے۔

روایت ہے کہ بعض مشرکوں نے جناب رسالت مآب کی خدمت میں عرض کی، کہ اَے محمد 'صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم' ہم نے شرک کیا اور خونِ ناحق بہت کیے اور بدکاری اور دوسرے بُرے کام ہم سے صادر ہوئے، تو جس خدا کی عبادت کی طرف تم ہمیں پکارتے ہو، اگر وہ خدا ہمارے گناہوں سے دَرگزر رے تو ہم ایمان لاسکتے ہیں، تو یہ آیت نازل ہوئی جس کے ذریعہ مختلف گناہوں میں ملوث رہنے والوں کو سلامتی ونجات کی ایک راہ دکھائی گئی ہے۔

۔۔ چنانچہ۔۔ ارشاد ہوتا ہے۔۔۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ

اور جو نہ دُہائی دیں اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی، اور نہ مار ڈالیں کسی ایسی جان کو کہ حرمت دی جس کی اللہ نے،

إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ﴿٦٨﴾

مگر حق کے ساتھ، اور نہ بدکاری کریں۔ اور جو ایسا کرے گا وہ سزا بھگتے گا●

(اور) فرمایا جاتا ہے کہ رحمٰن کے مخصوص بندے وہ ہیں، (جو نہ دُہائی دیں اللہ) تعالیٰ (کے

ساتھ کسی دوسرے معبود کی)، بلکہ صرف خدائے برحق ہی کو پوجیں۔ (اور نہ مار ڈالیں کسی ایسی جان کو کہ حُرمت دی جس کی اللہ) تعالیٰ (نے) یعنی مؤمن اور کافر ذمی مطیع الاسلام کی جان، (مگر حق کے ساتھ)۔ یعنی اُن باتوں پر جن کے سبب سے قتل کرنا شرعاً درست ہے، جیسے مرتد ہو جانا، زنا اور قتلِ ناحق اور زمین میں فساد کی کوشش کرنا۔ (اور) یہ بندگانِ خاص جن کا اوپر ذکر ہوا ہے، ایسے خوش خصال ہیں کہ (نہ) ہی (بدکاری کریں۔ اور جو ایسا کرے گا) یعنی اُن کبیرہ گناہوں کا ارتکاب جن کا ذکر اُوپر ہوا ہے، تو (وہ سزا بھگتے گا)۔ کیونکہ اور گناہوں کی اصل یہی تین[٣] گناہِ کبیرہ ہیں۔

۔۔چنانچہ۔۔ صحیحین میں حضرت ابن مسعود سے منقول ہے کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا گناہ بہت بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا، یہ کہ تُو خدا کا شریک ٹھہرائے، حالانکہ اُس نے تجھے پیدا کیا۔ میں نے عرض کیا کہ پھر دوسرا بڑا گناہ کون سا ہے؟ فرمایا کہ روٹی دینے کے خوف سے اپنے فرزند کو تُو قتل کرے۔ پھر میں نے کہا اُور بڑا گناہ کون سا ہے؟ فرمایا کہ اپنی پڑوسی عورت سے تُو گناہ کرے، تو رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کی تصدیق کے واسطے یہ آیت نازل ہوئی، کہ نیک بندے شرک نہیں کرتے اور قتلِ ناحق اور زنا کے مرتکب نہیں ہوتے۔ اور جو ایسا کرے گا وہ اپنے گناہوں کی جزا دیکھے گا۔

آیت میں 'اثام' کا لفظ ہے، اِس کی ایک تفسیر وہی ہے جو اُوپر کی جا چکی۔ بعضوں نے کہا کہ 'اثام' ایک میدان ہے دوزخ میں، کہ زناکاروں پر اُس میدان میں عذاب کریں گے۔ ۔۔یا۔۔ 'اثام' ایک چیز ہے کہ خون پیپ کی طرح دوزخیوں کے جسم سے بہتی ہے۔۔یا۔۔ 'اثام' اور 'غیٌ' دوزخ میں دو کنویں ہیں۔ ایک گروہِ مقرر کے عذاب کے واسطے۔۔۔

يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿٦٩﴾ اِلَّا مَنْ

بڑھایا جائے گا اس کا عذاب قیامت کے دن، اور ہمیشہ رہے گا اُس میں ذلیل● مگر جس نے

تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ

توبہ کی، اور ایمان قبول کرلیا، اور نیک کام کیے، تو وہ ہیں کہ بدل کر کر دے گا اللہ اُن کے گناہ کو نیکیاں۔

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٧٠﴾

اور اللہ غفور رحیم ہے●

(بڑھایا جائے گا اُس کا عذاب قیامت کے دن اور ہمیشہ رہے گا اُس میں ذلیل) یعنی اِس

حال میں کہ وہ ذلیل اور بے اعتبار ہوگا۔ (مگر جس نے توبہ کی) شرک سے، (اور) خدا اور سول پر (ایمان قبول کرلیا اور نیک کام کیے، تو وہ ہیں کہ بدل کردے گا اللہ) تعالیٰ (اُن کے گناہ کو نیکیاں)۔ یعنی اگلے گناہ توبہ کے سبب سے محو کرتا ہے اور نئی عبادتیں اُن کی جگہ پر قائم کرتا ہے۔۔یا۔۔ نفس میں جو گناہ کا ملکہ ہے اُسے عبادت کے ملکہ سے بدل دیتا ہے۔۔یا۔۔ پہلے جو بُرے کام اُس سے وقوع میں آئے، اس کے خلاف جو نیک کام ہیں، اُن کی توفیق دیتا ہے۔۔یا۔۔ دُنیا میں اُس کے کفر کو ایمان سے بدل دیتا ہے اور آخرت میں اُس کے گناہ نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔ (اور) ایسا کیوں نہ ہو؟ اس لیے کہ (اللہ) تعالیٰ (غفور) ہے، یعنی توبہ کے سبب سے گناہوں کا بخشنے والا ہے اور (رحیم ہے)، یعنی اُن کے دِل میں توبہ ثابت رکھ کر اُن پر مہربان ہے۔

وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿٧١﴾

اور جس نے توبہ کی اور لیاقت کے کام کیے، تو بے شک اُس نے اللہ کی توبہ کی، جیسی چاہیے●

(اور جس نے) اُن تین[٣] کبیرہ گناہوں کے سوا اپنے دوسرے گناہوں سے بھی (توبہ کی اور لیاقت کے کام کیے)، یعنی جو کام فوت ہوئے اُس کا بدلا کردے، (تو بے شک اُس نے اللہ) تعالیٰ (کی توبہ کی جیسی چاہیے)۔ یعنی توبہ کا اور اللہ کی طرف رجوع کا جو حق ہے اُس نے ادا کردیا، تو خدا کی طرف اُس کا رجوع ایک اچھا اور عمدہ رجوع ہے۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿٧٢﴾

اور جو نہ گواہی دیں جھوٹی، اور جب گزرے کسی بے کار شغل پر، تو گزر گئے عزت آبرو رکھے●

(اور) یادرکھو کہ خدا کے خاص بندے وہ ہیں (جو نہ گواہی دیں جھوٹی)۔۔یا۔۔ مشرکوں اور یہود ونصاریٰ کی عیدگاہوں میں۔۔یا۔۔ اُن کے میلوں میں۔۔یا۔۔ ناچ گانے کی محفلوں میں۔۔یا۔۔ بدعتیوں کی صحبت میں حاضر نہ ہوں۔ (اور جب گزرے کسی بے کار شغل پر، تو گزر گئے عزت آبرو رکھے) بزرگوں اور پرہیزگاروں کی طرح۔۔یا۔۔ اُس سے منع کرتے ہوئے اور ہدایت کے پھول برساتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔

وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ﴿٧٣﴾

اور وہ کہ جب یاد دلائی گئیں اُنہیں اُن کے رب کی آیتیں، تو نہیں پھٹ پڑتے اُس پر بہرے اندھے●

(اور) بندگانِ حق (وہ) ہیں (کہ جب یاد دلائی گئیں اُنہیں اُن کے رب کی آیتیں، تو نہیں پھٹ پڑتے اُس پر بہرے) اور (اندھے)۔ یعنی جب انہیں قرآنی نصیحتوں کو سنایا گیا تو ایسا نہیں ہوا کہ وہ منہ کے بل گر پڑتے اُس پر بہروں کی طرح کہ اُس کے اسرار نہ سنیں۔۔یا۔۔اندھوں کی طرح کہ اُس کے انوار نہ دیکھیں، بلکہ انہوں نے گوشِ ہوش سے سنا اور چشمِ بصیرت سے اُس کے جمال کے جلوے دیکھے۔۔الحاصل۔۔آیاتِ الٰہی سے غفلت نہیں کی۔

وَالَّذِیۡنَ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا هَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعۡیُنٍ

اور جو دُعا کرتے رہیں کہ "پروردگارا دے ہمیں ہماری بیبیوں سے، اور ہماری اولاد سے، آنکھوں کی ٹھنڈک،

وَّاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا ﴿٧٤﴾

اور بنادے ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا"●

(اور) یہ وہ لوگ ہیں بارگاہِ خداوندی میں (جو دُعا کرتے رہیں) ہیں (کہ "پروردگارا! دے ہمیں ہماری بی بیوں سے اور ہماری اولاد سے) وہ، جو ہماری (آنکھوں کی ٹھنڈک) ہو۔"

اِس سے اچھی اولاد اور نیک بی بیاں مراد ہیں۔ جب مسلمان اپنے جوڑ و اور لڑکوں کو زندگی میں نیک پاک دیکھتا ہے، تو اُس کا دل خوش اور آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔

(اور بنادے ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا)، یعنی ہمیں ایسا پرہیزگار کردے کہ پرہیزگاروں کی امامت کے لائق ہوجائیں۔ اور تقویٰ کی زندگی گزارنے کی خواہش رکھنے والے ہمارے پرہیزگاری کے اعمال کی پیروی کریں۔ یہ لوگ جن کا ذکر ہوا۔۔۔

اُولٰٓئِكَ یُجۡزَوۡنَ الۡغُرۡفَةَ بِمَا صَبَرُوۡا وَیُلَقَّوۡنَ فِیۡهَا تَحِیَّةً وَّسَلٰمًا ﴿٧٥﴾

وہ ہیں کہ بدلہ دیے جائیں گے خاص بالاخانہ جو صبر کرتے رہے، اور استقبال اُن کا کیا جائے گا مُجرے اور سلامی سے●

(وہ ہیں کہ بدلہ دیے جائیں گے) بہشت میں (خاص بالاخانہ)۔ یعنی بہشت میں اُن کو بلند مقام ملے گا۔

بعضوں نے کہا کہ غُرۡفَة ایک نام ہے بہشت کے ناموں میں سے۔ بعض کتابوں میں ہے کہ غُرۡفَة کوٹھے ہیں چار ستونوں پر رکھے ہوئے سونے چاندی، موتی مونگے کے۔

اور ایسے مکان اُن لوگوں کو دیں گے (جو صبر کرتے رہے)۔ بسبب اِس کے کہ اُنہوں نے

صبر کیا دُنیا میں مشقت پر اور کافروں کی ایذاء پر، اور مزے کی چیزیں چھوڑنے پر۔۔یا۔۔فقیری محتاجی پر ۔۔یا۔۔فرض ادا کرنے پر، (اور استقبال اُن کا کیا جائے گا مجرے اور سلامی سے)۔زندگی لازوالی اور آفتوں سے سلامتی۔۔یا۔۔زندگی اور سلامتی کی دُعاسنیں گے۔۔یا۔۔فرشتے ان پر تحیت اور سلام کہیں گے ۔۔یا۔۔تحیت فرشتوں سے پائیں گے اور سلام حق تعالیٰ سے سنیں گے۔اِسی شان کے ساتھ۔۔۔

خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ﴿۷۶﴾

ہمیشہ رہنے والے اُس میں۔کتنا اچھا ٹھکانہ اور مقام ہے●

(**ہمیشہ رہنے والے ہیں اُس میں**) یعنی بہشت میں ۔۔یا۔۔ مدام رہیں گے تحیت اور سلام میں۔(**کتنا اچھا ٹھکانہ اور مقام ہے**) یہ بہشت، اور کیا شان ہے اُس میں تحیت وسلام کی۔

اب آگے کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کو یہ خبر دی ہے کہ اگر تم ایمان نہ لائے اور تم نے اپنی حاجات میں اللہ کو نہ پکارا، اور تم مسلسل اُس کی تکذیب کرتے رہے، تو پھر اللہ تعالیٰ کو بھی تمہاری کوئی پرواہ نہیں۔اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا۔اگر انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کریں، تو پھر اُن میں اور جانوروں، درختوں اور پتھروں میں کیا فرق ہے۔

۔۔نیز۔۔اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ مکہ کی طرف رسول بھیج کر انہیں اپنی توحید اور اپنی عبادت کی دعوت دی اور اُنہوں نے اِس رسول کی تکذیب کی اور اِس کی دعوت پر لبیک نہیں کہا۔اب یہ تکذیب اُن کو لازم رہے گی اور اُن کو توبہ کی توفیق نہیں دی جائے گی، یہاں تک کہ اُن کو اُن کے اعمال کی سزا دی جائے۔۔المختصر۔۔اُنہیں ہمیشہ عذاب ہوگا۔حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا اِس سے مراد وہ عذاب ہے، جو اہلِ مکہ کو جنگِ بدر کے دن دیا گیا۔اُن کے ستر افراد کو قتل کیا گیا اور ستر افراد کو قید کیا گیا، اور اُس عذاب کے ساتھ آخرت کا عذاب بھی اُس کے ساتھ متصل اور لازم ہے۔

اِس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اُن ہی بندوں کی طرف توجہ اور التفات فرماتا ہے جو اُس کی عبادت کرتے ہیں، اُس سے دُعا کرتے ہیں اور اُس کو پکارتے ہیں، اُس کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں اور گڑگڑاتے ہیں، اُس کے آگے سرِ اطاعت خم کرتے ہیں اور اُسی کے آگے اپنی جبینِ نیاز جھکاتے ہیں اور اُسی کے نام کی مالا جپتے ہیں۔اور جو اُس کو یاد نہیں

کرتے، نہ اس کو پکارتے ہیں، نہ اس کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں، بھلا اُس بے نیاز ذات کو ایسے لاتعلق رہنے والوں، منحرف سرکش لوگوں کی طرف التفات اور توجہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔۔تو۔۔

اَے محبوب۔۔۔

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ

کہہ دو کہ "کچھ پرواہ نہیں تمہاری میرے رب کو، اگر نہ تمہاری عبادت ہو۔ کہ بلاشبہ تم تو جھٹلا چکے ہو"

فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا

تو جلد ہی عذاب گلے لگے گا●

(کہہ دو) مکہ کے لوگوں سے (کہ کچھ پرواہ نہیں تمہاری میرے رب کو، اگر نہ تمہاری عبادت ہو)۔اس واسطے کہ آدمی کی خوبی معرفت اور عبادت میں ہے۔اَے کافرو، تم کسی التفاتِ خاص کے مستحق نہیں، کیوں (کہ بلاشبہ تم تو جھٹلا چکے ہو) رسول کو اور خدا کی عبادت میں تقصیر کی ہے، (تو جلد ہی عذاب گلے لگے گا)، ایسا کہ اُس سے چھٹکارا ابھی نہ مل سکے گا۔۔المختصر۔۔تمہاری تکذیب کا وبال اُس وقت تک رہے گا جس وقت تک دوزخ میں تم کو نہ پہنچائے اور وہاں بھی تم کو نہ چھوڑے گا۔

بعونہٖ تعالیٰ آج بتاریخ

۱۴ررمضان المبارک ۱۴۳۲ھ۔۔مطابق۔۔۱۵راگست ۲۰۱۱ء

بروز دوشنبہ، سورۃ الفرقان کی تفسیر مکمل ہوگئی۔دعا گو ہوں

کہ مولیٰ تعالیٰ باقی قرآنِ کریم کی تفسیر کی توفیق رفیق

مرحمت فرمائے اور فکر و قلم کو اپنی حفاظت میں رکھے۔

اٰمِیْن یَا مُجِیْبَ السَّائِلِیْنَ بِحَقِّ طٰهٰ وَ یٰسٓ

وَبِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

بفضلہٖ تعالیٰ وبعونہٖ سبحانہٗ آج بتاریخ

١٥ ار رمضان المبارک ١٤٣٢ھ۔۔مطابق۔۔١٦ اراگست ٢٠١١ء

بروز سہ شنبہ، سورۃ الشعراء کی تفسیر کا آغاز کردیا ہے۔

مولیٰ تعالیٰ اِس کی اور باقی قرآنِ کریم کی تفسیر کی تکمیل کی سعادت

مرحمت فرمائے، اور فکر و قلم کو اپنی حفاظتِ خاص میں رکھے۔

آمِین یَا مُجِیبَ السَّائِلِینَ بِحَقِّ طٰهٰ وَ یٰسٓ وَبِحُرْمَةِ

سَیِّدِ الْمُرْسَلِینَ سَیِّدِنَا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

سُوْرَةُ الشُّعَرَآءِ

سُوْرَةُ الشُّعَرَآءِ ٢٦ مَكِّيَّةٌ ٤٧ — اٰيَاتُهَا ٢٢٧ رُكُوْعَاتُهَا ١١

سورۂ شعراء۔۔٢٦ مکیہ ٤٧ — آیاتہا ٢٢٧۔۔رکوعاتیا ١١
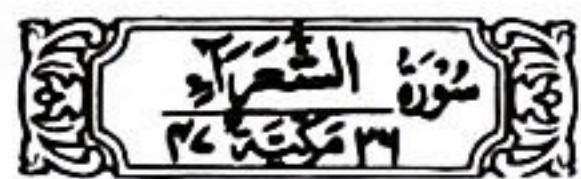
وہ سورۂ مبارکہ جس کو 'الشعراء' کے نام سے متعارف کرایا گیا ہے، اس لیے کہ قرآنِ کریم میں 'الشعراء' کا لفظ ایک ہی بار استعمال فرمایا گیا ہے، اور وہ بھی اِسی سورت میں۔ اِس سورت کا نام طٰسٓمّٓ بھی ہے، لیکن زیادہ مشہور 'الشعراء' ہے۔ احادیث و آثار میں اِن دونوں ناموں کا ذکر ہے۔۔نیز۔۔ اِس سورت کو سورۃ الفرقان کے بعد رکھا گیا، اس واسطے کہ سورۃ الفرقان اور سورۃ الشعراء دونوں سورتوں کی اِبتداء قرآنِ مجید کی تعظیم سے ہوئی ہے۔ اور دونوں سورتوں کی اِنتہاء کافروں کی مذمت اور مؤمنوں کی مدح پر ہوئی ہے۔

۔۔علاوہ ازیں۔۔ حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت نوح، عاد، ثمود، اصحاب الرّس، جن کا ذکر سورۃ الفرقان میں اجمالی طور پر تھا، اِس سورت میں اُن کو تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔ ۔۔نیز۔۔ بعض دیگر انبیاء علیہم السلام اور اُن کی امتوں کا بھی اِس سورت میں تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ یہ اُن سورتوں میں سے ہے جو صرف ہمارے رسول ﷺ کو عطا فرمائی گئیں۔ آپ سے پہلے اِن کو کسی نبی نے نہیں پڑھا۔ ایسی باعظمت اور رفیع الشان سورۂ مبارکہ کو ۔۔یا۔۔ قرآنِ کریم کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو اپنے سارے بندوں پر (بڑا) ہی (مہربان) ہے اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

طٰسٓمٓ ① تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ②

ط س م ● یہ آیتیں ہیں روشن کتاب کی●

(طٰسٓمٓ)

اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔

--یا--یہ قرآن کے ناموں میں سے ایک نام ہے--یا--اِسی سورت کا نام ہے--یا--اللہ تعالیٰ نے اِس کے ذریعہ اپنی بلندی، اپنی قوت اور اپنی سلطنت کی قسم ارشاد فرمائی ہے--یا--طاء سے طاہر، سین سے ساتر، اور میم سے مجید کی طرف اِشارہ ہے--یا--طاء سے طوبیٰ، سین سے سدرۃ المنتہیٰ اور میم سے محمد ﷺ کی طرف اِشارہ ہے--یا--طاء سے 'طلبِ مبتدیان' سین سے 'سرورِ متوسطان' اور میم سے 'مشاہدۂ منتہیان' کی طرف اِشارہ ہے--الغرض--اِن حروفِ مقطعات کے ہر ہر حرف سے اپنی مراد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، جو ان کا نازل فرمانے والا ہے--یا--اُسی کے بتانے سے اُس کا محبوب جانے جس پر یہ حروف نازل ہوئے ہیں--یا--خدا اور محبوبِ خدا کے علم دینے سے، وہ محبوبین بھی جانیں جن کو اسرارِ خداوندی سے باخبر کرنے کے لیے اِن کو نازل فرمایا گیا ہو۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ اپنی طہارتِ عزتِ ازلی اور سنائے جبروتِ ابدی اور مجدِ جلالِ سرمدی کی قسم ارشاد فرما کر فرماتا ہے، کہ---

(یہ) سورہ (آیتیں ہیں روشن کتاب کی) یعنی قرآن کی، کہ اِس میں حلال وحرام کے احکام کھلے ہوئے ہیں--یا--قرآنِ شریف حق اور باطل کو ظاہر کرتا ہے اور ہدایت کے مقدموں اور ضلالت کے نتیجوں کو کھول دیتا ہے۔

اور چونکہ قریش ایسی کتاب کی تکذیب کر کے ایمان نہ لائے اور حضرت ﷺ اُن کے ایمان کے بہت حریص تھے، تو اُن کی یہ تکذیب آپ کے دِلِ مبارک پر بہت گراں گزری، تو حق تعالیٰ نے آپ کی تسلی کے لیے یہ آیت بھیجی، کہ---

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ③

کیا تم کہیں کھیل جاؤ گے اپنی جان پر، کہ یہ کافر لوگ نہیں مانتے ؟●

(کیا تم کہیں کھیل جاؤ گے اپنی جان پر کہ یہ کافر لوگ) قرآن کو (نہیں مانتے) اور اِس پر ایمان نہیں لاتے۔ تو اَے محبوب! آپ اپنے اُوپر شفقت کیجیے اور بلاوجہ حزن سے اپنے آپ کو نہ ماریے،

یعنی آپ تسلی کیجیے اور اپنی حالت ویسی نہ بنالیجیے جیسی جان کی بازی لگانے والے بنالیتے ہیں، اَے محبوب آپ اِس خوف سے جان کی بازی لگارہے ہیں، یعنی اپنے دِل کو صدموں اور غموں کے بوجھ کے نیچے دبا رکھا ہے کہ قریش ایمان نہیں لا رہے ہیں، ایسے موقع پر خوف وحزن غیر مفید ہوتا ہے، جب کہ اُن کے لیے مقدر ہو چکا ہے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ یہ ایسے ہیں جیسے کہ تم آزما چکے ہو، کہ اِن کو قرآنِ مجید کی نصیحتیں کچھ فائدہ نہیں دیتیں، اس واسطے آپ غم نہ کھائیے۔

بعض عارفین نے کہا کہ اِس آیت کا حاصلِ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ سے فرمایا، کہ اَے محبوب! یہ لوگ بیگانے اور میرے قہر وغضب کے مارے ہوئے اور راندۂ درگاہ ہیں۔۔لہٰذا۔۔آپ اِن کی فکر نہ کیجیے، اور اِن کے ساتھ دِل نہ لگائیے اور نہ ہی اِن کے اِنکار پر تشویش کیجیے، اِنہیں ہمارے حکم کے سپرد کردیجیے اور خود میرے ساتھ مشغول ہوجایے۔

اَے محبوب!۔۔۔

اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰیَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِیْنَ ﴿٤﴾

اگر ہم چاہتے تو اُتار دیتے اُن پر آسمان سے کوئی نشانی، کہ اُن کی اونچی اونچی گردن، جھکی رہ جاتی ●

(اگر ہم چاہتے تو اُتار دیتے اُن پر آسمان سے کوئی نشانی) جو دلیل بن کر اُنہیں ایمان پر مجبور کردیتی۔ جیسے ملائکہ کا نزول۔۔یا۔۔کوئی آفت جو انہیں تباہ و برباد کرڈالتی، جیسے آثارِ قیامت کا کوئی نشان، تا (کہ اُن کی اونچی اونچی گردن جھکی رہ جاتی) اور اُن کے لیے ایمان لائے بغیر کوئی چارہ نہ ہوتا۔ پھر اُن میں کوئی ایسا نہ رہ جاتا جس کا قلب معصیت وسرکشی کی طرف مائل ہو، لیکن ہم ایسا نہیں کرتے، کیونکہ اُس ایمان کا کوئی اِعتبار نہیں جو قہر وغلبہ سے مجبور کرکے منوایا جائے۔ جیسے کہ قیامت کے دن اُن کا ایمان لانا اُن کے لیے غیر مفید ہوگا۔

۔۔الختصر۔۔جبری ایمان اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اُس کی مصلحت کے خلاف ہے، پھر اللہ کو کیا ضرورت ہے کہ لوگوں کو جبراً مؤمن بنائے۔ وہ انہیں ابتداءً مؤمن پیدا کرسکتا تھا۔ وہ چاہتا تو لوگوں کو فرشتوں کی طرح بنادیتا، اُن میں اختیار اور اِرادہ نہ رکھتا، اور وہ اضطراری طور پر اُس کی عبادت کرتے رہتے۔ لیکن وہ اپنی قدرتِ کاملہ کو ظاہر کرنے کے لیے چاہتا تھا کہ ایک ایسی مخلوق بنائے، جس میں خیر اور شر کی دونوں قوتیں ہوں۔ اس لیے اُن کی ہدایت کے لیے نبی پیدا کیے اور گمراہ کرنے کے لیے شیطان کو پیدا کیا، اور انسان کے اندر بھی دو

قوتیں رکھ دیں۔

ایک وہ قوت ہے جو اُسے نیکی کی طرف اُبھارتی ہے اور ایک وہ طاقت ہے جو اُس کو برائی کی طرف اُبھارتی ہے۔ پھر دُنیا میں ایسی چیزیں پیدا کیں جن میں بعض نیکی کی اور بعض بُرائی کی ترغیب دیتی ہیں۔ اور انسان کو عقل اور شعور دے دیا اور اِس کائنات میں توحید پر دلالت کرنے والی نشانیاں رکھ دیں اور خود انسان کے اندر بھی اُس کی ذات کی معرفت کی نشانیاں پیدا کر دیں۔ اور اُن نشانیوں کی طرف متوجہ کرنے کے لیے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا، اور علمائے ربانیین کو پیدا کیا اور انسان کو اختیار اور اِرادہ دیا، تاکہ وہ اپنے اختیار اور اِرادہ سے نبی کی ہدایت کو قبول کرے اور علماء ربانیین کی رہنمائی سے اسلام قبول کرے۔۔۔یا۔۔ اِس کائنات کی نشانیوں سے۔۔یا۔۔خود اپنی ذات سے اللہ تعالیٰ کو پہچانے اور اُس کا عرفان حاصل کرے۔ اور قبولِ حق کے راستہ سے منحرف کرنے کے لیے جو شیطانی قوتیں اُس کو گمراہ کرنے کی کوشش کریں اور عبادت و ریاضت سے روکنے کے لیے دُنیاوی لذتوں اور شہوتوں کی ترغیبات سامنے آئیں، اُن سب کو آہنی اِرادہ سے رَد کر دے، اور اپنے اختیار اور پختہ عزم سے ایمان پر قائم رہے اور اعمالِ صالحہ پر جما رہے۔ سو ایسا ایمان اور ایسے اعمالِ صالحہ اُس کو مطلوب ہیں۔ اِن ہی پر انعام و اکرام عطا کرنے کے لیے اُس نے جنت بنائی ہے اور اُن سے اعراض اور اِن کا اِنکار کرنے والوں کے لیے اُس نے دوزخ بنائی ہے۔ یعنی اختیاری اطاعت اور اختیاری معصیت کے لیے اُس نے جزاء اور سزا کا سلسلہ قائم کیا ہے، ورنہ جبری اطاعت پر کسی انعام کی ضرورت تھی نہ کسی سزا کی۔

وَمَا يَأْتِيهِم مِّن ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمَٰنِ مُحْدَثٍ إِلَّا كَانُوا عَنْهُ مُعْرِضِينَ ۝

اور نہیں آتی اُن کے پاس کوئی نئی نصیحت اللہ مہربان کی، مگر یہ اُس سے منہ پھیر لیتے ہیں●

۔۔قصہ مختصر۔۔اَے محبوب! آپ جن منکرین کے ایمان کے حریص ہیں، (اور) جن کو کفر کی تباہی سے بچانا چاہتے ہیں اُن کا حال یہ ہے، کہ (نہیں آتی اُن کے پاس کوئی نئی نصیحت اللہ) تعالیٰ (مہربان کی) جو بڑا بخشنے والا ہے، یعنی ایک کے بعد کوئی دوسری سورت قرآن میں نہیں نازل ہوتی، (مگر یہ اُس سے منہ پھیر لیتے ہیں)۔ یہ انحراف کی ابتدائی حالت ہوئی اور پھر دوسری حالت یہ ہوئی کہ یہ اُس کی تکذیب کرتے ہیں۔

فَقَدْ كَذَّبُوا فَسَيَأْتِيهِمْ أَنْبَٰٓؤُا مَا كَانُوا بِهِۦ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٦﴾

تو بلاشبہ اُنہوں نے جھٹلایا، تو اب آہی رہی ہیں اُن کے پاس خبریں جو وہ مذاق اُڑاتے رہے●

(تو) اِس عادت کے پیشِ نظر (بلاشبہ اُنہوں نے جھٹلایا) یعنی قرآنِ کریم کی تکذیب کی اور اپنی تکذیب پر مصر رہے، (تو اب آہی رہی ہیں اُن کے پاس خبریں جو وہ مذاق اُڑاتے رہے)۔۔الغرض۔۔ وہ اوّلاً: اعراض کرتے، ثانیاً: تکذیب کرتے، اور ثالثاً: مذاق اُڑاتے۔ جن خبروں کا یہ مذاق اڑاتے رہے اور اُن کو باور نہیں کرتے تھے، قریب ہے کہ آئیں اُنہیں مرتے وقت۔۔یا۔۔قبر سے اٹھتے وقت ۔۔یا۔۔جنگِ بدر کے دن، اور وہ خبریں آچکنے کے بعد پشیمانی نفع نہ دے۔

حق تعالیٰ اپنی قدرت وحکمت کو سمجھانے کے لیے فرماتا ہے، کہ۔۔۔

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الْأَرْضِ كَمْ أَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ﴿٧﴾

کیا اُنہیں نہیں سوجھائی دی زمین، کہ کتنے اُگا دیے ہم نے اِس میں ہر قسم کے معزز جوڑے؟●

(کیا اُنہیں نہیں سوجھائی دی زمین، کہ) محض قدرت سے (کتنے اُگا دیے ہم نے اِس میں) مَر جانے اور مُرجھانے کے بعد (ہر قسم کے معزز جوڑے)۔ یعنی ہر قسم کی پیداوار میں سے اچھی اور بہت فائدے والی۔

ذہن نشین رہے کہ زمین کی پیداوار دو[٢] قسم کی ہیں: ایک وہ ہیں جو نفع بخش ہوں اور دوسری قسم وہ ہیں جو نقصان دہ ہوں۔۔یا۔۔زیادہ نفع بخش نہ ہوں۔ بعض محققین کا کہنا ہے کہ لوگ بھی زمین کی پیداوار ہیں۔ جو جنت میں داخل ہوگا وہ کریم ہے، اور جو دوزخ میں داخل ہوگا وہ لئیم ہے۔

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٨﴾

بے شک اِس میں یقیناً نشانی ہے۔ اور اُن کے بہتیرے ماننے والے نہیں ہیں●

(بے شک اِس) اُگانے (میں یقیناً نشانی ہے) اُگانے والے کی کمالِ قدرت اور حکمت پر۔ (اور اُن کے بہتیرے) یعنی اُن میں سے اکثر، علمِ ازلی میں (ماننے والے نہیں)، باوصف اِس کے کہ ایسی ایسی نشانیاں دیکھتے ہیں۔

قتل کردیں۔خدا کا (حکم ہوا) کہ اپنے اِس خیال سے باز آؤ، اِس لیے کہ وہ لوگ تم پر قابو (ہرگز نہیں) پاسکیں گے، تو (تم دونوں جاؤ ہماری نشانیوں کے ساتھ) یعنی اُن معجزوں کے ساتھ جو میری قدرت اور تمہاری نبوت پر دلیل ہیں۔(بے شک ہم تمہارے ساتھ) ہیں اور (سب سننے والے ہیں)۔وہ بات جو تم میں اور فرعون والوں میں ہوگی، یعنی تم اور وہ جو کہو گے اور کرو گے ہم پر کچھ پوشیدہ نہیں۔۔۔ (تو فرعون کے پاس دونوں جاؤ، پھر کہہ دو کہ ہم رسول ہیں سارے جہان کے رب کے)۔اور بات یہ ہے (کہ چھوڑ دے ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو)۔یعنی اُن سے دست بردار ہوجا، تاکہ وہ ہمارے ساتھ زمینِ شام میں جائیں، جہاں اُن کے باپ دادا رہتے تھے۔

تو موسیٰ علیہ السلام حکم الٰہی کے موافق اپنے بھائی ہارون کو ساتھ لے کر فرعون کی ڈیوڑھی پر آئے۔سال بھر کے بعد فرعون کی ملاقات میسر آئی۔جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، تو پہچانا اور احسان جتانے کے طور پر۔۔۔

قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ﴿١٨﴾ وَفَعَلْتَ

وہ بولا کہ "کیا نہیں پرورش کی ہم نے تمہاری بچپن میں، اور تم رہے ہم میں اپنی عمر کے کئی سال● اور تم کر گزرے تھے

فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٩﴾

وہ کام جو کر ہی گزرے، اور تم ناشکرے ہو"●

(وہ بولا، کہ) اَے موسیٰ! (کیا نہیں پرورش کی ہم نے تمہاری بچپن میں، اور تم رہے ہم میں اپنی عمر کے کئی سال)، یعنی بیس ٢٠ برس ہمارے پاس تم نے اپنی عمر بسر کی (اور تم کر گزرے تھے وہ کام، جو کر ہی گزرے) یعنی فاتون نام کا قبطی جو میرا باورچی تھا اُسے تُو نے مار ڈالا، (اور) تمہارے اِس عمل سے ظاہر ہوگیا کہ (تم ناشکرے ہو) کہ میرا احسان نہ مانا اور میرے خواص میں سے ایک کو قتل کر ڈالا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے۔۔۔

قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿٢٠﴾ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ

جواب دیا کہ "میں نے وہ کیا تھا جب میں بے خبر تھا● اِسی لیے بھاگ گیا تھا میں تم لوگوں سے، کہ تم سے ڈر لگا تھا،

فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٢١﴾ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا

پھر دیا میرے رب نے مجھے حکم اور بنا دیا مجھے رسول● اور یہی تیرا احسان ہے، جو مجھ پر جتاتا ہے،

عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ؕ﴿۲۲﴾

کہ غلام بنالیا تھا تُو نے بنی اسرائیل کو"●

(جواب دیا کہ میں نے وہ کیا تھا جب میں بے خبر تھا)، یعنی یہ نہ جانتا تھا کہ میں ایک گھونسا ماروں گا تو وہ مَر ہی جائے گا۔(اِسی لیے) تو (بھاگ گیا تھا میں تم لوگوں سے)، کیوں (کہ تم سے ڈر لگا تھا) کہ تم مجھے مارڈالو گے۔۔چنانچہ۔۔میں مدین چلا گیا۔(پھر) مدین سے پھرتے وقت (دیا) اور بخشا (میرے رب نے مجھے حکم)، یعنی علم اور فہم۔۔یا۔۔نبوت۔(اور بنادیا مجھے رسول)، یعنی اپنے رسولوں میں جو رسول خلق کی طرف بھیجے، اُن کے زمرہ میں مجھے بھی داخل کیا۔(اور یہی تیرا احسان ہے جو مجھ پر جتاتا ہے کہ غلام بنالیا تھا تُو نے بنی اسرائیل کو) اور مجھے فرزندی میں لیا۔

اور بعضوں نے کہا کہ یہاں 'ہمزہ' انکار کا پوشیدہ ہے۔اصل کلام یہ ہے کہ۔۔۔

کیا وہ نعمت جس کا تُو مجھ پر احسان جتاتا ہے یہی ہے کہ بنی اسرائیل کو تُو نے لونڈی غلام بنالیا، یعنی اگر تُو اُن کو لونڈی غلام نہ بناتا، تو میری ماں مجھے دریا میں نہ ڈالتیں، اور میری قوم ہی کے لوگ میری پرورش کرتے اور میں تیرا محتاج نہ ہوتا۔

حضرت موسیٰ نے اِس وضاحت سے یہ بتایا، کہ۔۔۔

نہ میں نے کوئی ناشکری کی اور نہ تمہارا مجھ پر کوئی احسان ہے، بلکہ درحقیقت تم نے میرے ساتھ بدسلوکی کی، کیونکہ جو فعل مجھ سے سہواً سرزد ہوا، تم نے اُس کی وجہ سے میرے قتل کا منصوبہ بنایا۔ ایسے ہی بنی اسرائیل کی حریت کو سلب کرلینا اور لونڈی غلام بنالینا، یہ ان پر احسان نہیں ہے بلکہ ظلم ہے۔ اور اگر بہ نظرِ غائر دیکھا جائے، تو یہ سوچنا حقیقت کے قریب نظر آتا ہے کہ تمہارے طرح طرح کے مظالم کو صبر و تحمل کے ساتھ سہنا اور تمہاری غلامی کرنا، یہ خود اُن بنی اسرائیلیوں کا احسان ہے تم پر اور تمہاری قوم پر۔اور سنو کہ تم نے تو میرے ساتھ بدسلوکی کی ہے، لیکن میرے رب نے مجھ پر احسان فرمایا۔۔ بایں طور۔۔مجھے حکم عطا فرمایا اور مجھے رسولوں میں سے بنایا۔

چونکہ فرعون سن چکا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہے، کہ میں رب العالمین کا رسول ہوں، تو اپنی بات کا رخ موڑ کر بطورِ امتحان۔۔۔

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ؕ﴿۲۳﴾ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

بولا فرعون کہ "سارے جہان کا رب کون؟"● جواب دیا کہ "سارے آسمانوں اور زمین

وَمَا بَيْنَهُمَا ۖ إِنْ كُنْتُمْ مُوقِنِينَ ﴿٢٤﴾

اور اُن کے درمیان کا رب، اگر تم یقین کرو"●

(بولا فرعون، کہ سارے جہاں کا رب کون) ہے؟ فرعون نے رب کی ماہیت پوچھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے اِس ماہیت کے جواب سے اِنکار کیا، اور حکمت کی کھلی ہوئی دلیلوں اور قدرت کے نشانوں سے خدا کی پہچان کروائی، اور (جواب دیا کہ سارے آسمانوں اور زمین اور اُن کے درمیان کا رب! اگر تم یقین کرو) صفاتِ حق کی تحقیق میں۔

قَالَ لِمَنْ حَوْلَهُ أَلَا تَسْتَمِعُونَ ﴿٢٥﴾

وہ بولا اُنہیں جو گرد و پیش تھے کہ "کیا اِن کی سنتے ہو؟"●

(وہ) یعنی فرعون (بولا اُنہیں جو) اُس کے (گرد و پیش) قبطیوں کے اشراف میں سے پانچ سو آدمی زیور پہنے ہوئے کرسیوں پر بیٹھے ہوئے (تھے)۔۔ الغرض۔۔ اپنے درباریوں سے بولا (کہ کیا اِن کی سنتے ہو؟) یعنی کیا تم نہیں سنتے جواب اِس مَرد کا، کہ میں تو اِس کے رب کی حقیقت پوچھتا ہوں، اور یہ اُس کے افعال کو بیان کرتا ہے۔

قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ﴿٢٦﴾

موسیٰ نے کہا "تم لوگوں کا رب اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا رب"●

(موسیٰ نے) دوبارہ (کہا تم لوگوں کا رب اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا رب!)۔ یعنی میرا خدا تمہارا پیدا کرنے والا ہے اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا خالق ہے۔ حضرت موسیٰ نے بہت کھلی ہوئی نشانیوں سے رجوع کی اُن نشانیوں کی طرف، جو بہت نزدیک ہیں دیکھنے والے اور تامل کرنے والے سے۔

قَالَ إِنَّ رَسُولَكُمُ الَّذِي أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ لَمَجْنُونٌ ﴿٢٧﴾ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ

وہ بولا کہ "لوگو! تم لوگوں کا رسول جو بھیجا گیا ہے تم لوگوں کی طرف، ضرور پاگل ہے"● موسیٰ نے کہا کہ "پورب

وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۖ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٢٨﴾

اور پچھم اور جو اُس کے درمیان ہے سب کا رب۔ اگر عقل سے کام لو"●

(وہ) یعنی فرعون (بولا) اپنی قوم کے لوگوں سے بطورِ مذاق اور استہزاء کرتے ہوئے، (کہ لوگو! تم لوگوں کا رسول جو بھیجا گیا ہے تم لوگوں کی طرف ضرور پاگل ہے) کیوں کہ سوال کے مطابق جواب نہیں دیتا۔ (موسیٰ نے کہا کہ پورب اور پچھم اور جو اُس کے درمیان ہے سب کا رب! اگر عقل سے کام لو) تو تم پر ظاہر ہو جائے کہ تمہارے سوال کا جواب اِس طور کے سوا ہو ہی نہیں سکتا، اس واسطے کہ کسی کو حق تعالیٰ کی حقیقت سے آگاہی ممکن ہی نہیں، اس لیے کہ جو کچھ عقل اور فہم اور وہم میں آئے، اور حواس اور قیاس اُسے دریافت کر لے، خدا کی ذات اُس سے منزہ اور مقدس ہے۔ اس لیے کہ یہ سب نئے پیدا ہوئے ہیں، اور نئے پیدا ہوئے اُسی کو پہچان سکتے ہیں جو نیا پیدا ہو۔۔ الختصر۔۔ حادث، حادث کی حقیقت سمجھ سکتا ہے، اُسے قدیم کی حقیقت کی معرفت نہیں ہو سکتی۔ مناظرہ سے جب عاجز آ چکا۔۔ تو۔۔

قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ إِلَٰهًا غَيْرِي لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُونِينَ ﴿٢٩﴾ قَالَ

بولا، "یقیناً اگر اختیار کیا تم نے کوئی معبود میرے سوا، تو بنالوں گا تم کو قیدی" ● موسیٰ نے کہا کہ

أَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُبِينٍ ﴿٣٠﴾

"گو لایا ہوں میں تیرے پاس روشن چیز؟" ●

(بولا، یقیناً اگر اختیار کیا تم نے کوئی معبود میرے سوا، تو بنالوں گا تم کو قیدی)۔

روایت ہے کہ فرعون کی قید قتل سے بدتر تھی، اس واسطے کہ قیدیوں کو حکم کرتا تھا کہ گہرے گڑھے میں ڈال دیے جائیں جہاں وہ کچھ نہ دیکھتے تھے اور نہ سنتے تھے، اور جب تک قیدی مَر نہ جائے اُسے باہر نہیں نکالتے تھے۔

قید خانے کا ذکر سن کر (موسیٰ نے کہا، کہ گو لایا ہوں میں تیرے پاس روشن چیز)؟ یعنی کیا تُو میرے ساتھ یہ کرے گا اِس صورت میں بھی کہ میں ایک کھلی ہوئی چیز تیرے پاس لاؤں، یعنی اگر میں کھلا ہوا معجزہ دکھاؤں، تو بھی تُو مجھے قتل کرے گا؟۔۔۔

قَالَ فَأْتِ بِهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٣١﴾ فَأَلْقَىٰ عَصَاهُ

وہ بولا کہ "تو لا دُ اُسے اگر سچے ہو" ● چنانچہ ڈال دیا اپنے عصا کو،

فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ ﴿۳۲﴾ وَّنَزَعَ یَدَهٗ فَاِذَا هِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ ﴿۳۳﴾

تو وہ فوراً کھلا ہوا اژدہا ہے • اور نکالا اپنا ہاتھ، تو اُسی وقت وہ چمکتا ہوا ہے سارے دیکھنے والوں کے لیے •

(وہ) یعنی فرعون (بولا کہ تو لاؤ اُسے اگر سچے ہو) اپنے دعوے میں۔ (چنانچہ ڈال دیا) حضرت موسیٰ نے (اپنے عصا کو)۔ جیسے ہی اُنہوں نے عصا پھینکا، (تو) صاف نظر آیا کہ (وہ) عصا (فوراً کھلا ہوا اژدہا) بن گیا (ہے)، جس کا اژدہا ہونا ظاہر تھا فریبِ نظر نہیں تھا۔ فرعون وہ اژدہا دیکھ کر خوف سے لرزہ براندام ہوگیا، اور جو لوگ وہاں جمع تھے بے اختیار بھاگے۔۔ چنانچہ۔۔ بھاگتے وقت ایک دوسرے سے کچل کر پچیس[۲۵] ہزار آدمی مر گئے۔ حضرت موسیٰ نے دوسرا معجزہ دکھانے سے پہلے اپنے گندم گوں ہاتھ کو فرعون کو دکھا کر اپنے گریبان میں ڈالا (اور) پھر (نکالا اپنا ہاتھ، تو اُسی وقت) سب حاضرین نے دیکھا، کہ (وہ چمکتا ہوا ہے سارے دیکھنے والوں کے لیے)۔ وہ سفید چمکتا ہوا تھا بجلی کی طرح دیکھنے والوں کی نگاہ میں۔

روایت ہے کہ جس طرح نورِ آفتاب سے نگاہ کو خیرگی ہوتی ہے، اُسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دستِ مبارک کی چمک سے ہوتی تھی۔

یہ دیکھ کر۔۔۔

قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ ﴿۳۴﴾ یُّرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۳۵﴾

وہ بولا اپنے گرد وپیش کے سرداروں کو کہ "بلاشبہ یہ یقیناً جادوگر ہے دانا • چاہتا ہے کہ نکال دے تم کو تمہاری آراضی سے اپنے جادو سے، تو تم لوگ کیا مشورہ دیتے ہو؟ •

(وہ) یعنی فرعون (بولا اپنے گرد وپیش کے سرداروں کو کہ بلاشبہ یہ یقیناً جادوگر ہے دانا)۔ پھر فرعون ڈرا کہ اُس کے لوگ حضرت موسیٰ کا ایمان لائیں گے، تو اُس نے حیلہ کیا اور کہنے لگا کہ یہ جادوگر ہے اور جادوگری میں مہارتِ کامل رکھتا ہے، (چاہتا ہے کہ نکال دے تم کو تمہاری آراضی سے اپنے جادو سے، تو تم لوگ کیا مشورہ دیتے ہو) اور کیا حکم کرتے ہو تم مجھے اس کے معاملے میں۔۔ الغرض۔۔ حضرت موسیٰ کے معجزے نے فرعون کو 'دعویٰ خدائی' کی بلندی سے 'مشورہ باہمی' کے گڑھے میں ڈال دیا، یہاں تک کہ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى کے رتبہ سے گھٹ کر اپنی پوجا کرنے والوں سے حضرت موسیٰ

کے باب میں مشورہ چاہا۔

قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ ﴿٣٦﴾

سب بولے کہ "رہنے دو اُنہیں اور اِن کے بھائی کو، اور بھیجو سارے شہروں میں ہانک ہانک کرلانے والوں کو●

یَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِیْمٍ ﴿٣٧﴾

کہ لے آئیں تمہارے پاس سارے ہوشیار بیڈھب جادوگر"●

(سب بولے کہ رہنے دو اُنہیں اور اُن کے بھائی کو)، یعنی ابھی اُنہیں قتل نہ کرو جب تک اُن کا جھوٹ ظاہر نہ ہو جائے، تا کہ لوگوں کو شبہ نہ پڑے۔ (اور بھیجو سارے شہروں میں ہانک ہانک کر لانے والوں کو) یعنی ہر شہر میں اپنا ایلچی روانہ کردو جو (کہ لے آئیں تمہارے پاس سارے ہوشیار بے ڈھب جادوگر) جو دانا ہوں اور فنِ سحر میں کامل ہوں۔ تو فرعون نے اپنے لوگ جادوگر ڈھونڈنے کو بھیجے۔

فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿٣٨﴾ وَّقِیْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ

چنانچہ جمع کیے گئے جادوگر ایک مقرر دن کے وعدہ پر● اور اِعلان کیا گیا سب لوگوں کو کہ "کیا سب

مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿٣٩﴾ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِیْنَ ﴿٤٠﴾

اکٹھا ہو جاؤ گے؟● کیونکہ شاید ہم پیرو ہو جائیں اِن جادوگروں کے، اگر یہ جیتے"●

(چنانچہ جمع کیے گئے جادوگر ایک مقرر دن کے وعدہ پر)۔۔الحاصل۔۔'یوم الزینۃ' کو سب کو جمع کرنے کا وعدہ کرلیا گیا، (اور اعلان کیا گیا) فرعون کی طرف سے (سب لوگوں کو، کہ کیا سب اکٹھا ہو جاؤ گے؟ کیونکہ شاید ہم) سب متفق ہو کر (پیرو ہو جائیں اُن جادوگروں کے)۔ یعنی موسیٰ کو دفع کرنے میں ہم سب اُن کی متابعت کریں اور اُنہیں مدد دیں۔۔یا۔۔ہم اُن جادوگروں کے دین کی پیروی کریں (اگر یہ جیتے)، اور موسیٰ وہارون پر غالب ہو گئے۔

فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِیْنَ ﴿٤١﴾

چنانچہ جب آگئے جادوگر، بولے فرعون کو کہ "کیا ہمیں کوئی مزدوری ملے گی؟ اگر ہم جیت گئے"●

قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ إِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿۴۲﴾

بولا، "ہاں۔اور بے شک تم اُس وقت میرے مقرب بھی ہو جاؤ گے"●

(چنانچہ جب آگئے جادوگر)۔فرعون نے اُن کی زبردست خاطرداری کی،تو شبہ پا کر وہ بڑی بے باکی سے (بولے فرعون کو، کہ کیا ہمیں کوئی مزدوری ملے گی؟ اگر ہم جیت گئے) اور غالب ہو گئے جادوگری کے مقابلے میں۔ (بولا ہاں! اور بے شک تم اُس وقت میرے مقرب بھی ہو جاؤ گے)۔یعنی میرے دربار میں سب سے پہلے آنے والے تم ہو گے اور سب سے آخر میں نکلنے والے بھی تم ہو گے۔

فرعونی دربار میں اُس کے مقربین کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ سب سے پہلے حاضرِ دربار ہوں اور سب سے آخر میں دربار سے رخصت ہوں، یہ غایتِ قرب کی نشانی تھی۔

پس وہ وعدہ پر اعتماد کر کے اپنے جادو میدانِ معین پر لائے اور وقتِ معلوم پر موسیٰ علیہ السلام کے برابر صف جما کر بولے کہ اَے موسیٰ! کیا پہلے تُو اپنا جادو ڈالتا ہے۔۔یا۔۔ہم ڈالیں؟۔۔تو۔۔

قَالَ لَهُم مُّوسَىٰ أَلْقُوا مَا أَنتُم مُّلْقُونَ ﴿۴۳﴾ فَأَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَ

کہا اُنہیں موسیٰ نے کہ "ڈالو جو ڈالنا ہو"● تو ڈالا اُنہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں، اور

قَالُوا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ إِنَّا لَنَحْنُ الْغَالِبُونَ ﴿۴۴﴾ فَأَلْقَىٰ مُوسَىٰ عَصَاهُ

بولے کہ "قسم ہے عزتِ فرعون کی، کہ ہم ضرور جیتیں گے"● پھر ڈال دیا موسیٰ نے اپنے عصا کو،

فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ﴿۴۵﴾

تو فوراً نگل جاتا ہے جو اُن کی فرضی چیزیں تھیں●

(کہا اُنہیں موسیٰ نے، کہ ڈالو جو ڈالنا ہو● تو ڈالا اُنہوں نے اپنی رسیاں) جو ستر ہزار تھیں (اور لاٹھیاں)، یہ بھی ستر ہزار تھیں، جن میں خول بنا کر اُس کو پارہ سے بھر دیا گیا تھا۔ جب اُن کے عصے اور لاٹھیاں آفتاب کی گرمی سے حرکت میں آئیں اور لوگوں نے شور کیا، (اور بولے کہ قسم ہے عزتِ فرعون کی کہ ہم ضرور جیتیں گے)۔یعنی فرعون کی بزرگی، قوت اور غالبیت کے سبب سے جیت ہماری ہو گی۔ (پھر ڈال دیا موسیٰ نے اپنے عصا کو) حکمِ خدا سے، اور فوراً وہ اژدہا بن گیا۔ جونہی عصا اژدہا ہوا (تو فوراً نگل جاتا ہے جو اُن کی فرضی چیزیں تھیں)، یعنی جو کچھ انہوں نے مکر کیا تھا اور لوگوں کو سانپ کی صورت پر دکھاتے تھے۔

فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿٤٦﴾ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٧﴾

تو اُلٹ دیے گئے جادوگر سجدہ کرتے ہوئے • بولے کہ "مان گئے ہم سارے جہان کے رب کو•

رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿٤٨﴾

موسیٰ وہارون کے رب کو"•

(تو اُلٹ دیے گئے) یعنی منہ کے بَل گرادیے گئے **(جادوگر سجدہ کرتے ہوئے)**، یعنی سارے جادوگر بارگاہِ خداوندی میں سجدہ ریز ہوگئے۔اس واسطے کہ انہوں نے سمجھ لیا کہ عصے کا اژدہا ہوجانا جادو کی وجہ سے نہیں، اور صدق کی راہ سے **(بولے کہ مان گئے ہم سارے جہان کے رب کو)**۔ پھر اُنہوں نے مزید وضاحت کی، کہ **(موسیٰ وہارون کے رب کو)** مان گئے، تاکہ فرعون کی خدائی کا توہم رفع ہو جائے۔اور جب فرعون نے سنا کہ جادوگر ایمان لائے، تو اُن کو بُلا کر۔۔۔

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ

فرعون بولا، "تم لوگ اُس کو مان گئے، قبل اِس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں، بے شک یہ تمہارا بڑا ہے، جس نے تم کو سکھایا ہے جادو،

فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۬ؕ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ

تو یقیناً جلد تمہیں معلوم ہوجائے گا۔۔ میں ضرور کاٹوں گا تمہارے ہاتھوں اور دوسری طرف کے پاؤں کو،

وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٤٩﴾

اور ضرور پھانسی دے دوں گا تم سب کو"•

(فرعون بولا) کہ **(تم لوگ اُس کو مان گئے قبل اِس کے کہ میں تمہیں اِجازت دوں)** اس کا ایمان لانے کی۔تمہارے اِس عمل سے تمہاری حقیقت سمجھ میں آ گئی اور تمہارا خفیہ راز کھل کر سامنے آ گیا، کہ **(بے شک یہ تمہارا بڑا ہے جس نے تم کو سکھایا ہے جادو)**، یعنی یہ تمہارا سردار ہے اور جادو سکھانے میں تمہارا اُستاد ہے۔تم سب مجھے ہلاک کرنے اور میرے ملک میں فساد ڈالنے کے واسطے باہم مل گئے ہو۔ **(تو یقیناً جلد تمہیں معلوم ہوجائے گا)** کہ کیا عذاب کرتا ہوں میں تم پر، موسیٰ کے خدا پر ایمان لانے کے سبب سے۔ پھر عذاب بیان کیا کہ **(میں ضرور کاٹوں گا تمہارے ہاتھوں اور دوسری طرف کے پاؤں کو)**۔یعنی ایک طرف کا ہاتھ دوسری طرف کا پاؤں۔۔یا۔۔تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹوں گا اِس جہت سے کہ تم نے مجھ سے خلاف کیا۔ **(اور ضرور پھانسی دے دوں گا تم سب کو)** تاکہ سب مر جاؤ اور

سب مخالف لوگ عبرت پکڑیں۔

قَالُوۡا لَا ضَيۡرَ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنۡقَلِبُوۡنَ ﴿۵۰﴾

وہ بولے، "کچھ حرج نہیں، بے شک ہم اپنے رب ہی کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں●

(وہ) جادوگر لوگ جو ایمان لا چکے تھے (بولے، کچھ حرج نہیں)، یعنی تمہارے دھمکانے کا ہم پر کوئی اثر نہیں اور ہم موت سے نہیں ڈرتے۔ اور بھلا ہم موت سے کیوں ڈریں، اس لیے کہ (بے شک ہم اپنے رب کی طرف) یعنی اُس کے ثواب کی طرف (پلٹ کر جانے والے ہیں) اور اُس سے ثواب پانے والے ہیں۔

اِنَّا نَطۡمَعُ اَنۡ يَّغۡفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَاۤ اَنۡ كُنَّاۤ اَوَّلَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۵۱﴾

ع ۱۸ ۳

بلاشبہ ہماری لالچ ہے کہ بخش دے ہمیں ہمارا پروردگار ہماری خطائیں، کہ ہم نے سب سے پہلے مانا"●

(بلاشبہ ہماری لالچ ہے کہ بخش دے ہمیں ہمارا پروردگار ہماری خطائیں) اِس واسطے (کہ ہم نے) ان محفل والوں میں سے (سب سے پہلے مانا) اور سب سے پہلے خدا پر ایمان لائے۔

روایت ہے کہ فرعون نے حکم دیا اور فرعون کے لوگوں نے اُن مؤمنوں کا داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ کاٹ کے اونچے مکان پر سے نیچے گرا دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اُن کے لیے روتے تھے، پس حق سبحانہ تعالیٰ نے پردے اُٹھا دیے اور اُن مؤمنوں کے منازلِ قرب اور مقاماتِ انس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دکھا دیے، تو اُن کے دِل کو تسلی ہوئی۔ پھر یہ صورت واقع ہونے کے بعد کئی برس تک حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے لوگوں میں دعوت اور ہدایت فرماتے رہے اور معجزات دکھاتے رہے، اور روز بروز اُن کی عداوت اور خرابی زیادہ ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ اُن کی ہلاکت قریب پہنچی اور حکمِ الٰہی صادر ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سمیت مصر کے باہر جائیں، جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔۔۔

وَاَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰى مُوۡسٰٓى اَنۡ اَسۡرِ بِعِبَادِىۡۤ اِنَّكُمۡ مُّتَّبَعُوۡنَ ﴿۵۲﴾

اور وحی بھیجی ہم نے موسیٰ کی طرف کہ "رات ہی رات چل دو میرے بندوں کو لے کر، کہ تمہارا پیچھا کیا جائے گا●

(اور وحی بھیجی ہم نے موسیٰ کی طرف کہ رات ہی رات چل دو میرے بندوں کو لے کر) کیونکہ تمہاری نجات اور کافروں کی ہلاکت اِسی میں ہے، اور جان لو (کہ تمہارا پیچھا کیا جائے گا)۔ یعنی فرعون

اور اُس کی قوم کے لوگ تمہارے پیچھے تمہارا تعاقب کرتے ہوئے آئیں گے، تم کو تو ہم دریا کے پار کریں گے اور اُنہیں ڈبو دیں گے۔

روایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو حکم فرمایا کہ یہ بہانہ کر کے قبطیوں سے زیور مانگ لو کہ ہماری عید قریب ہے، ہم چاہتے ہیں کہ اُس سے اپنی عورتوں کا سنگار کریں۔ بنی اسرائیل نے زیور مانگ لیے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے وعدہ کیا کہ فلانی رات جب چاند نکلے، تو تم سب فلاں مقام پر جمع ہونا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب کوچ کا وقت آیا، تو مصر سے نکلنے کی راہ بھول گئے، اور معلوم ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے دُعا کی تھی کہ بنی اسرائیل جب تک اُن کا تابوت اپنے ساتھ نہ لے چلیں گے، مصر کے باہر نہ جاسکیں گے، اور اُن لوگوں میں سے کسی کو خبر نہ تھی کہ حضرت یوسف کہاں دفن ہیں۔

پس خود حضرت موسیٰ علیہ السلام ندا کرتے تھے کہ جو کوئی حضرت یوسف کے صندوق کا پتا بتادے، وہ جو مراد چاہے لے۔ قوم بھر میں ایک بڑھیا بڑی عمر کی بولی، کہ اِس شرط سے میں بتاتی ہوں کہ بہشت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بی بی ہوں، اور اِسی شرط پر اُس نے پتا بتایا کہ وہ صندوق دریائے نیل کے گڑھے میں ہے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام اُسے نکالنے میں مشغول ہوئے۔ جب چاند آدھے آسمان پر پہنچا، تو اپنا کام کر کے راہ لی۔ اور دوسرے دن اخیر وقت بنی اسرائیل کے نکل جانے کی خبر قبطیوں کو پہنچی۔ اب تک قبطی یہی جانتے تھے کہ بنی اسرائیل اپنے گھروں میں عید کا سامان کر رہے ہیں۔ دوسرے دن قبطیوں نے چاہا کہ اُن کا پیچھا کریں، تو ہر قبطی کے گھر ایک عزیز مَر گیا۔ سب اُس کی تعزیت میں مشغول ہوئے۔ اُس دن فرعون نے لشکر جمع ہونے کا حکم دیا۔۔۔

فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ﴿۵۴﴾

تو بھیج دیا فرعون نے سارے شہروں میں اعلان کرنے والوں کو ● کہ "یہ لوگ معمولی اقلیت ہیں ●

وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ﴿۵۶﴾

اور بلا شبہ ہم سب اُن سے جلتے ہیں ● اور بے شک ہم سب تیاری کو ہوشیار ہیں" ●

(تو بھیج دیا فرعون نے) اُن **(سارے شہروں میں)** جو اُس کی تخت گاہ کے قریب تھے **(اعلان کرنے والوں کو)** اور لشکر جمع کرنے والوں کو، اور کہہ دیا **(کہ یہ لوگ)** یعنی گروہِ بنی اسرائیل **(معمولی**

اقلیت ہیں)، یعنی تھوڑے لوگوں پر مشتمل ایک گروہ ہے۔۔حالانکہ۔۔بنی اسرائیل میں کارگزار مرد جن کا سن بیس[٢٠] برس سے زیادہ اور ساٹھ[٦٠] برس سے کم تھا، ستر ہزار چھ سو[٦٠٠، ٧٠] تھے، اور سب قوم بنی اسرائیل، عورت مرد بوڑھے جوان، تو بارہ لاکھ[١٢،٠٠٠٠٠] سے کچھ زیادہ تھے۔ مگر فرعون نے اُن کو اپنے لشکر کے مقابلہ میں تھوڑا شمار کیا، اور بولا کہ یہ لوگ تو بہت ہی تھوڑے ہیں۔ **(اور بلاشبہ ہم اُن سے جلتے ہیں) غصے کی آگ میں**، اِس واسطے کہ ہم سے بھاگے ہیں۔۔یا۔۔ہماری قوم کا زیور لے گئے ہیں۔ **(اور بے شک ہم سب تیاری کو ہوشیار ہیں)**۔ یعنی ہمارے لشکر کے سب لوگ ہتھیار رکھتے ہیں، لڑائی کے طریقے جانتے ہیں۔

یہ طعن ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے لوگ نہ سب ہتھیار رکھتے ہیں اور نہ ہی لڑائی کا طریقہ جانتے ہیں۔

فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿٥٧﴾ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿٥٨﴾ كَذٰلِكَ ۭ

چنانچہ نکال دیا ہم نے انہیں باغوں اور چشموں ● اور خزانوں اور اچھے اچھے گھر سے ● یہی ہوا،

وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿٥٩﴾

اور اُن کی جگہ وارث کر دیا ہم نے بنی اسرائیل کو ●

(چنانچہ نکال دیا ہم نے اُنہیں باغوں اور چشموں اور خزانوں اور اچھے اچھے گھر سے)۔۔المختصر۔۔ہم نے اُن کے دِلوں میں نکلنے کا اِرادہ پیدا کیا، یہاں تک کہ وہ نکل آئے باغوں، جاری چشموں، سونے چاندی سے بھرے ہوئے خزانوں اور اچھے اچھے مکانوں سے۔ **(یہی ہوا)**، یعنی ایسا ہی کیا ہم نے اُن کے ساتھ **(اور اُن کی جگہ)** اُن باغوں چشموں، خزانوں اور رفیع الشان مکانوں کا **(وارث کر دیا ہم نے بنی اسرائیل کو)**، یعنی اولادِ یعقوب علیہ السلام کو۔

اس واسطے ایک قول یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے قومِ فرعون کی ہلاکت کے بعد مصر میں آ کر قبط کے سب مال پر اپنا قبضہ اور تصرف کیا۔ اور بہت صحیح یہ بات ہے کہ حضرت داود اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے زمانۂ حکومت میں ملک مصر پر غلبہ پا کر بنی اسرائیل نے قبطیوں کے املاک پر قبضہ و تصرف کیا۔۔القصہ۔۔فرعون نے چھ لاکھ سوار لشکر کے آگے روانہ کیے، اور چھ لاکھ سوار داہنی طرف اور چھ لاکھ سوار بائیں طرف متعین کیے، اور چھ لاکھ سوار لشکر کے پیچھے مقرر کیے، اور بہت مخلوق کے ساتھ خود لشکر کے بیچ میں ٹھہرا۔

فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ﴿۶۰﴾

ہاں، تو فرعون والوں نے پیچھا کیا اُن کا دن نکلتے●

(ہاں تو) پھر (فرعون والوں نے پیچھا کیا اُن کا دن نکلتے)، یعنی آفتاب طلوع ہوتے وقت بنی اسرائیل کے قریب پہنچ گئے، اور اُس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کا لشکر دریائے قلزم کے کنارے پہنچ کر پار اُترنے کی تدبیر کررہا تھا، کہ ناگاہ فرعون والوں کا نشان ظاہر ہوا۔

فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ﴿۶۱﴾

چنانچہ جب نظر آنے لگیں دونوں طرف کی جماعتیں، بولے موسیٰ کے ساتھی کہ "ہم ضرور دَھر لیے گئے"●

(چنانچہ جب نظر آنے لگیں دونوں طرف کی جماعتیں) یعنی جب دیکھا دونوں گروہ نے ایک دوسرے کو، تو (بولے موسیٰ کے ساتھی کہ ہم ضرور دَھر لیے گئے)، یعنی فرعون کا لشکر ہمیں پکڑ لے گا اور ہم اُن کے ہاتھ میں گرفتار ہوجائیں گے۔

قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِىَ رَبِّىْ سَيَهْدِيْنِ﴿۶۲﴾

جواب دیا، "ہرگز نہیں، بلاشبہ میرے ساتھ میرا رب ہے، ابھی وہ مجھے راہ دے گا"●

(جواب دیا) حضرت موسیٰ نے کہ (ہرگز نہیں!)، وہ ہمیں نہیں پکڑ سکتے، کیونکہ (بلاشبہ میرے ساتھ میرا رب ہے) یاری اور مددگاری کو۔ (ابھی وہ مجھے راہ دے گا) اور حیرت میں نجات کا طریقہ ظاہر فرمادے گا۔

محققین کا کہنا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کلام میں معیت، یعنی اپنے ساتھ ہونے کو مقدم کیا اور رب کا نام بعد میں لیا۔ اور ہمارے رسول نے اپنے قول میں کہ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فرمایا۔ معیت کو موخر کیا اور اللہ کا نام پہلے لیا، تاکہ عارفوں کے دِلوں پر ظاہر ہوجائے کہ حضرت کلیم علیہ السلام نے اپنے سے حق کی طرف دیکھا اور یہ مرتبہ مرید یعنی اِرادہ کرنے والے کا ہے، اور جنابِ حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حق سے اپنی طرف دیکھا، اور یہ مرتبہ مُراد یعنی اِرادہ کیے ہوئے کا ہے۔ 'مرید' کو جو کچھ کہیں وہ کرتا ہے، اور 'مراد' جو کچھ کہے ویسا ہی کرتے ہیں۔

اِس مقام پر یہ نکتہ بھی قابلِ لحاظ ہے۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِىَ رَبِّىْ۔ یعنی

جھڑکی دے کر فرمایا، کہ میرے ساتھ میرا رب ہے۔ اور شبِ ہجرت حبیب نے اپنے رفیق سے شفقت کے ساتھ فرمایا، کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا، یعنی تم نہ ڈرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ حضرت کلیم نے کہا میرے ساتھ، اور حبیب نے کہا ہم سب کے ساتھ۔ حضرت کلیم نے معیتِ خداوندی کو اپنی ذاتِ خاص کے ساتھ فرمایا ہے، اور حبیب نے جمعیت کے ساتھ ارشاد فرمایا۔۔۔ بے شک کرم سب پر ہے کوئی ہو کہیں ہو، تم ایسے رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ہو۔

روایت ہے کہ جب فرعون کا لشکر بنی اسرائیل کے قریب پہنچا، تو حق تعالیٰ نے ایک ایسا پَردہ بُخارات کا دونوں فریق میں پیدا کر دیا کہ ایک دوسرے کو نہ دیکھتے تھے۔ فرعون نے اپنی قوم کو کہا کہ اُتر پڑو جب تک آفتاب اونچا ہو کر بُخارات درمیان سے جاتے رہیں اور ہم اُن کے سر پر جا پڑیں۔ اِس واسطے کہ بچنے کی راہ اُن پر بند ہے، کہ آگے دریا ہے اور پیچھے ہمارا لشکر ہے، اب یہ کہاں جا سکتے ہیں۔ مگر بنی اسرائیل اِس قدر مضطرب ہوئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آبدیدہ ہوگئے اور پھر وحی آئی، کہ اَے موسیٰ ہم نے دریا کو تیرے حکم میں کر دیا ہے، اُسے کنیت سے پکار اور اُس پر حکم کر، جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔۔۔

فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ

تو وحی بھیجی ہم نے موسیٰ کی طرف کہ "مارو اپنے عصا سے دریا کو۔" تو وہ پھٹ گیا، اور ہو گئے

كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿٦٣﴾

دونوں سمت، جیسے بڑا پہاڑ ●

(تو وحی بھیجی ہم نے موسیٰ کی طرف کہ مارو اپنے عصا سے دریا کو)۔ پس موسیٰ علیہ السلام دریا کے کنارے آئے اور اُس پر عصا مارا اور کہا، کہ اَے ابو خالد ہمیں راہ دے۔ **(تو وہ پھٹ گیا)** اور اُس میں بارہ[١٢] راہیں پیدا ہوگئیں **(اور ہو گئے دونوں سمت جیسے بڑا پہاڑ)**، یعنی اُس کا ہر حصہ بڑے پہاڑ کی طرح ہو گیا۔ اور اُسی وقت ایک ہوا دریا پر چلی اور اُس کی کیچڑ خشک ہو گئی اور ہر ایک سبط ایک ایک راہ سے دریا میں داخل ہوئے۔

وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿٦٤﴾

اور قریب کر دیا ہم نے وہاں دوسری جماعت کو ●

(اور قریب کردیا ہم نے وہاں دوسری جماعت کو) جو قومِ فرعون کے لوگ تھے، یعنی سب کو ہم نے دریائے قلزم کے کنارے اکٹھا کیا فرعون کے گرد۔ اور جب فرعون نے دریا کے کنارے پہنچ کر یہ حال دیکھا، تو چاہا کہ اپنی قوم کے احمقوں کو دھوکا دے، تو بولا اَے قوم! کیا دیکھتے ہو کہ یہ دریا میری ہیبت سے پھٹ گیا۔ ہامان نے مشورے کی راہ سے کہا، کہ اَے فرعون تُو خود جانتا ہے کہ یہ صورت موسیٰ 'علیہ السلام' کی دُعا سے واقع ہوئی۔ خبردار دریا میں تُو نہ جانا، کیونکہ تُو ہلاک ہی ہوجائے گا۔

فرعون نے چاہا کہ گھوڑے کی باگ موڑے، جبرائیل علیہ السلام ایک گھوڑی پر سوار تھے، اپنی گھوڑی فرعون کے گھوڑے کے آگے ڈال دی، فرعون بہت تیز وتند گھوڑے پر سوار تھا۔ گھوڑے نے گھوڑی کی بُو پائی، فرعون کے قابو سے جاتا رہا اور دریا کی طرف رخ کیا اور فرعون سمیت دریا میں اُتر گیا۔ فرعون کے لشکر والے ہر ایک راہ سے دریا میں جا پڑے۔ میکائیل علیہ السلام اِس لشکر کے پیچھے آئے تھے اور اِس لشکر کو دریا کی طرف ہنکاتے تھے، یہاں تک کہ تمام لشکر دریا میں آگیا، اور حکم الٰہی پہنچا کہ اَے دریا! پھر اپنے حال پر ہوجا، اور دفعتاً سب پانی باہم مل گیا اور سب فرعون والے ڈوب مرے اور بنی اسرائیل صحیح سلامت پار اُتر کر دریا کے کنارے ٹھہرے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے، کہ۔۔۔

وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿٦٥﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿٦٦﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

اور بچالیا ہم نے موسیٰ اور اُن کے سب ساتھیوں کو● پھر ڈبودیا ہم نے دوسری جماعت والوں کو● بے شک اِس میں

لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٦٧﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿٦٨﴾

یقیناً نشانی ہے، اور اُن کے بہتیرے ماننے والے نہ تھے● اور بے شک تمہارا پروردگار ضرور عزت والا رحم والا ہے●

(اور بچالیا ہم نے موسیٰ اور اُن کے سب ساتھیوں کو● پھر ڈبودیا ہم نے دوسری جماعت والوں کو)، یعنی اَوروں کو۔ (بے شک اِس میں) یعنی موسیٰ 'علیہ السلام' اور اُن کی قوم کی نجات اور فرعون اور اُس کے لشکر کی ہلاکت میں (یقیناً نشانی ہے) کھلی ہوئی قدرتِ الٰہی پر۔ (اور اُن کے) یعنی قومِ فرعون کے (بہتیرے ماننے والے نہ تھے)۔

اِس واسطے کہ تمام قبط میں حزقیل علیہ السلام کے سوا اہلِ فرعون میں اور کوئی مؤمن نہ تھا۔

اور کہتے ہیں کہ جو کوئی ایمان لایا تھا، وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ باہر آیا تھا۔

(اور بے شک تمہارا پروردگار! ضرور عزت والا) ہے۔ یعنی ایسا غالب ہے کہ اُس پر کسی کو غلبہ

کی قوت نہیں، اور (رحم والا ہے) یعنی مہربان ہے عذاب نہیں کرتا مگر دلیل اور حجت لازم کر لینے کے بعد۔

اِس سورت کی ابتداء میں یہ ذکر فرمایا تھا کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کو تبلیغ میں بے اِنتہاء کوشش کرنے کے باوجود کفارِ مکہ کے ایمان نہ لانے سے بے حد رنج اور صدمہ ہوتا تھا، تو اِس سورت میں آپ کو تسلی دینے کے لیے پہلے حضرت موسیٰ اور فرعون کا قصہ ذکر فرمایا، کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کئی سالوں تک فرعون کو تبلیغ کی اور بڑے بڑے معجزات دکھائے اُس کے باوجود فرعون کی قوم سے صرف تین[٣] نفر مسلمان ہوئے: ﴿۱﴾۔۔حز قیل، ﴿۲﴾۔۔ اُس کی بیٹی آسیہ جو فرعون کی بیوی تھی، ﴿۳﴾۔۔مریم نام کی ایک بوڑھی عورت تھی جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کی نشاندھی کی تھی، تاکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ معلوم ہو کہ آپ کے ساتھ جو سانحہ پیش آیا ہے وہ کوئی نیا نہیں ہے، حضرت موسیٰ بھی اِس صدمے سے دوچار ہو چکے ہیں۔

پھر آپ کی مزید تسلی کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا کہ تبلیغ دین کے خاطر خواہ اثرات مرتب نہ ہونے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی اِن حالات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اُنہوں نے اپنے عُرفی باپ آزر کو اور اپنی قوم کو، بتوں کی عبادت کرنے پر دوزخ کے عذاب سے ڈرایا، لیکن اُن میں سے بہت کم لوگ ایمان لائے۔ اِن اگلی آیتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اُن ہی تبلیغی کاوشوں کا بیان فرمایا ہے۔۔چنانچہ۔۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اَے محبوب! عرب کے مشرکوں پر ظاہر کر دو۔۔۔

رکوع ۵

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۰﴾

اور پڑھ سناؤ اُنہیں ابراہیم کی خبر۔۔● ۔۔ جب کہ وہ بولے اپنے بابا اور اُس کی قوم کو کہ "کس کو پوجتے ہو؟"●

قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ﴿۷۱﴾

سب بولے کہ "ہم بتوں کو پوجتے ہیں، چنانچہ اُن کے لیے آسن جمائے رہتے ہیں"●

(اور پڑھ) کر (سناؤ اُنہیں ابراہیم کی خبر) کیونکہ وہ اپنے کو ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اُن کی اولاد میں ہونے پر فخر اور اِعتماد کرتے ہیں، (جب کہ وہ بولے اپنے بابا) بڑے باپ، (اور اُس کی قوم کو کہ کس کو پوجتے ہو؟) یعنی اَے اہل بابل! کیا ہے وہ، جسے تم پوجتے ہو؟ (سب بولے کہ ہم بتوں کو پوجتے ہیں چنانچہ اُن کے لیے آسن جمائے رہتے ہیں)، یعنی ہم اُن کی مجاوری

کرتے ہیں اور برابر ہم اُن کی عبادت کرتے ہیں۔

یہاں بتوں سے وہ تصویریں مراد ہیں جو سونے چاندی سے مختلف صورتوں میں بنا کر ہمیشہ وہ پوجا کرتے تھے۔

قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ ﴿٧٢﴾ أَوْ يَنفَعُونَكُمْ أَوْ يَضُرُّونَ ﴿٧٣﴾

کہا کہ "کیا وہ تمہاری سنتے ہیں جب مانگتے ہو؟● یا بناتے ہیں تمہارا، یا بگاڑتے ہیں؟"●

قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ ﴿٧٤﴾

سب بولے، "بلکہ پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو، کہ یہی کرتے رہے"●

(کہا) ابراہیم علیہ السلام نے (کہ کیا وہ تمہاری سنتے ہیں جب مانگتے ہو؟) یعنی کیا وہ تمہاری پکار کا جواب دیتے ہیں اور تمہاری بات مانتے ہیں؟ (یا بناتے ہیں تمہارا)۔ تمہاری پرستش کی وجہ سے تمہیں فائدہ پہنچاتے ہیں؟ اور تمہیں رزق دیتے ہیں؟ (یا بگاڑتے ہیں) یعنی نقصان پہنچاتے ہیں تمہیں اگر تم اُن کی پرستش سے اِنکار کرو اور اُن کی مذمت کرو؟ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے لوگ "ہاں" کہہ کر اِس کا جواب نہ دے سکے، تو تقلید کا بہانہ پیش کیا اور (سب بولے، بلکہ پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو کہ یہی کرتے رہے)۔ یعنی اِنہیں بتوں کی پرستش کرتے تھے اور اِس پر ثابت قدم تھے۔۔تو۔۔

قَالَ أَفَرَأَيْتُم مَّا كُنتُمْ تَعْبُدُونَ ﴿٧٥﴾ أَنتُمْ وَآبَاؤُكُمُ الْأَقْدَمُونَ ﴿٧٦﴾ فَإِنَّهُمْ

کہا کہ "کیا تم کو بھی سوجھا، کہ کیا پوجتے رہے● تم اور تمہارے اگلے باپ دادا؟"● "بلاشبہ میرے

عَدُوٌّ لِّي إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿٧٧﴾ الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ ﴿٧٨﴾

تو یہ سب دشمن ہیں، سوا رب العالمین کے● جس نے مجھ کو پیدا فرمایا، پھر وہی راہ دے مجھے●

(کہا) ابراہیم علیہ السلام نے (کہ کیا تم کو بھی سوجھا کہ کیا پوجتے رہے● تم اور تمہارے اگلے باپ دادا؟ بلاشبہ میرے تو یہ سب دشمن ہیں)۔

حضرت ابراہیم نے بتوں پر دشمن کا اطلاق اس لیے کیا ہے، کہ یہ بت آخرت میں کفار کے دشمن بن جائیں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اُن کو زندہ فرمادے گا حتیٰ کہ وہ کفار کو اُس کی عبادت کرنے پر ڈانٹیں گے اور اُن کی عبادت سے اپنی براءت اور بیزاری کا اظہار کریں گے۔

اِس پر یوں بھی غور کیا جاسکتا ہے کہ جب کفار نے ان بتوں کی تعظیم کی اور اُن کی عبادت کی اور اُن سے نفع پہنچانے اور ضَرر دُور کرنے کی امید کی، تو کفار نے اپنے اعتقاد میں اُن کو زندہ عقل والا قرار دے دیا۔ اور جب واقع میں اُن بتوں نے کفار کو دُنیا میں نفع پہنچایا نہ آخرت میں، اور دُنیا میں اُن سے ضَرر دُور کیا نہ آخرت میں، تو انجامِ کار وہ بت کفار کے دشمن ثابت ہوئے، کہ کفار کی اتنی تعظیم اور عبادت کے باوجود دُنیا اور آخرت میں اُن کے کسی کام نہ آسکے۔ تو اگر بفرضِ محال آپ کفار کی جگہ پر ہوتے، تو اُن کی دشمنی حضرت ابراہیم کے تعلق سے بھی ظاہر ہو جاتی۔

یہ کلام بطورِ تعریض بھی ہوسکتا ہے۔ تعریض اِس کو کہتے ہیں کہ صراحتاً ایک شخص کی طرف اسناد کیا جائے اور اِشارہ دوسرے کی طرف ہو۔ تو حقیقت میں وہ بت کفار کے دشمن تھے، مگر حضرت ابراہیم نے تعریضاً کہا کہ وہ میرے دشمن ہیں۔ اپنے پجاریوں کے ساتھ بتوں کی دشمنی ظاہر ہے اس واسطے کہ ان کی عبادت کرنے سے جو ضَرر عبادت کرنے والے کو پہنچتا ہے وہ ضَرر کسی دشمن سے متصور نہیں۔۔ یا۔۔ اِس کے معنی یہ ہیں کہ میں دشمن ہوں اُن بتوں کا اِس واسطے کہ جو کوئی دوسرے کو دشمن رکھتا ہے، تو دوسرا بھی اُسے دشمن رکھتا ہے، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دشمنی اُن کی دشمنی کے پردے میں ظاہر کی، اس لیے کہ نصیحت کے محل میں اشارۃً حکم کرنا صراحۃً حکم کرنے کے بہ نسبت بہت مفید ہوتا ہے۔ تو اب اُن کے کلام کا حاصل یہ ہوا کہ میں اُن کا مخالف اور دشمن ہوں اور میرا کوئی ایسا دوست نہیں جو میرا معبود ہو۔۔۔

(سوا رب العالمین کے ● جس نے مجھ کو پیدا فرمایا) اور عدم سے وجود میں لایا۔ **(پھر وہی راہ دے مجھے)** سیدھی میرے اقوال وافعال میں۔۔ یا۔۔ پیدا کیا اُس نے مجھے حق بات قائم کرنے کو اور راہ دکھاتا ہے خلق کو دعوتِ اسلام کی۔۔ اور۔۔

وَالَّذِىْ هُوَ يُطْعِمُنِىْ وَيَسْقِيْنِ ﴿٧٩﴾

وہی ہے جو کھلاتا ہے مجھے، اور پلاتا ہے مجھے ●

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴿٨٠﴾

اور جب میں بیمار پڑا، تو وہ مجھے شفا دے ●

(پروردگارا! بخشے رکھ مجھ کو حکم) علم میں، کہ اُس کے سبب سے خلافتِ حق اور ریاستِ خلق کا مستعد اور مستحق ہو جاؤں۔ (اور ملائے رکھ مجھ کو) علم وعمل میں کمالِ توفیق کے سبب سے (لیاقت والوں میں)، یعنی راہ کے شائستہ اور درگاہ کے برگزیدہ لوگوں کے ساتھ۔ (اور کردے میری تعریف میں سچی بول پچھلوں میں)، یعنی جو لوگ میرے بعد پیدا ہوں اُن کی زبان پر میری نیک نامی اور شہرہ جاری کردے۔

اور یہ دُعا قبول ہوئی، اِس واسطے کہ مجوس، یہود، نصاریٰ اور اہلِ اسلام سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ثنا کرتے ہیں، اور بعضوں نے کہا ہے کہ مراد لِسَانَ صِدْقٍ سے مَردِ صادق ہے۔ اور اِس آیت کا معنی یہ ہیں کہ ظاہر کر میرا اصل دین نیا کرنے کو ایک سچا آدمی اخیر امتوں میں، اور اِس سے جناب سلطان الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں۔

وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ﴿٨٥﴾

اور بنائے رکھ مجھ کو آرام والی جنت کے وارثوں سے●

وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿٨٦﴾

اور بخش دے میرے بابا کو، کہ وہ بلاشبہ گمراہوں سے تھا●

(اور بنائے رکھ مجھ کو آرام والی جنت کے وارثوں سے) جو نعمتوں سے بھری ہے۔ یعنی مجھے اُن لوگوں میں رہنے دے جو بہشت کے مکانوں میں اُتریں گے، (اور بخش دے میرے بابا) آزر (کو) یعنی ایمان نصیب کر، تاکہ وہ بخش دیا جائے، کیوں (کہ وہ بلاشبہ گمراہوں سے تھا)۔ یعنی طریقِ حق سے بھٹکا ہوا تھا۔

ذہن نشین رہے کہ آزر نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ایمان لانے کا وعدہ کیا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آزر کے وعدہ پر اعتماد کرکے اُس کے لیے مغفرت کی دُعا کی تھی، اور جب وہ اپنے وعدہ سے منحرف ہو گیا، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اُس سے بیزار ہو گئے۔ سورۂ توبہ آیت ۱۱۴ میں ہے۔۔۔"اور اس کا اپنے بابا یعنی عرفی باپ کے لیے مغفرت کی دُعا کرنا صرف اُس وعدہ کی وجہ سے تھا جو اُس نے اُن سے کرلیا تھا، اور جب ابراہیم پر یہ منکشف ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے، تو وہ اُس سے بیزار ہو گئے۔ بے شک ابراہیم بہت نرم دل اور بہت بُردبار تھے"۔۔۔

وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ ﴿٨٧﴾ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿٨٨﴾ اِلَّا مَنْ

اور مت رُسوا کرنا مجھے جس دن لوگ اُٹھائے جائیں گے● جس دن نہ کام آئے مال اور نہ اولاد● مگر جو آیا

اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ﴿٨٩﴾ؕ

اللہ کے یہاں صحیح سلامت دِل کے ساتھ"●

(اور مت رسوا کرنا مجھے جس دن لوگ اُٹھائے جائیں گے) اپنی قبروں سے۔ یہ دُعا بھی امتوں کی تعلیم ہے، ورنہ انبیاء علیہم السلام کو ذلت اور رسوائی نہ ہوگی۔ **(جس دن)** فائدہ نہ دے اور **(نہ)** ہی **(کام آئے)** گا **(مال اور نہ اولاد)**۔ یعنی کسی کا مال اور اُس کے بیٹے اُس دن اُس کے کام نہ آئیں گے، **(مگر جو آیا اللہ)** تعالیٰ **(کے یہاں صحیح سلامت دِل کے ساتھ)**۔ یعنی ایسے دِل کے ساتھ جو خالی ہے کفر اور گناہ سے۔ اِس واسطے کہ اُس دِل والے نے خدا کی راہ میں اپنا مال خرچ کیا ہوگا، اور اپنے فرزندوں کو راہِ حق اِرشاد اور تعلیم کی ہوگی، تو ایسا مال اور فرزند اُسے نفع پہنچائیں گے۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی گواہی میں اخلاص دل کی سلامتی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ 'دِلِ سلیم' وہ ہے جو محبتِ دُنیا سے خالی ہو، اور بعضوں نے کہا کہ جس دل میں حسد اور خیانت نہ ہو۔ یہ قول بعض اہل بیتِ ازواج نبی ﷺ اور بعض اصحابِ رسول ﷺ سے نقل کیا ہے۔ بعض عارفین کا کہنا یہ ہے کہ 'قلبِ سلیم' وہ ہے، جو خالی ہو غیر خدا سے۔ اور بعض صوفیاء کا کہنا یہ ہے، کہ 'دِلِ سلیم' وہ ہے جس میں نہ دُنیا کی آفتیں سمائیں اور نہ عقبیٰ کی طمعیں آئیں۔۔یا۔۔ جو دل بدعت سے خالی ہو اور سنت پر مطمئن ہو۔۔ یا۔۔ بقولِ سید الطائفہ قدس سرہ 'سلیم' سانپ کا ڈسا ہوا ہوتا ہے، اور سانپ کا ڈسا ہمیشہ قلق اور اضطراب رکھتا ہے، تو معنی یہ ہوئے کہ 'دِلِ سلیم' وہ ہے جو ہمیشہ مقامِ بے صبری اور عاجزی اور زاری میں ہے، خوفِ جدائی۔۔یا۔۔ شوقِ وصال کے سبب سے۔

وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿٩٠﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِلْغٰوِیْنَ ﴿٩١﴾ وَقِیْلَ لَھُمْ

اور قریب کردی گئی جنت ڈرنے والوں کے واسطے● اور ظاہر کردیا گیا جہنم بے راہوں کے لیے● اور فرمان صادر کیا گیا اُنہیں

اَیْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿٩٢﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ؕ ھَلْ یَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ یَنْتَصِرُوْنَ ﴿٩٣﴾ؕ

کہ "کہاں ہیں جن کو معبود مانتے تھے تم● اللہ سے الگ ہوکر؟ کیا وہ تمہاری مدد کریں گے یا بدلہ لیں گے؟"●

(اور) وہ دن ایسا دن ہوگا کہ (قریب کردی گئی) اُس دن (جنت ڈرنے والوں کے واسطے)، تا کہ اپنے ٹھہرنے کی جگہ سے اُسے دیکھیں اور منازل اور مقامات کو دیکھ کر خوش ہوں۔ (اور ظاہر کردیا گیا جہنم بے راہوں کے لیے)، یعنی گمراہوں کے واسطے، تا کہ اُس میں اپنے مقامات دیکھیں اور اُن کا غم اور اَلم زیادہ ہو۔ (اور) خدا کا (فرمان) فرشتوں کے ذریعہ (صادر کیا گیا انہیں)، یعنی فرشتوں کو مامور کیا گیا کہ وہ اُن سے پوچھیں، (کہ کہاں ہیں) وہ (جن کو معبود مانتے تھے تم)؟ اور ہمیشہ اُنہیں پوجتے تھے (اللہ) تعالیٰ (سے الگ ہوکر) اور اُس کے باغی ہوکر۔ تو بتاؤ وہ تمہارے خدا کہاں ہیں جن سے تم امیدوار تھے۔ (کیا وہ تمہاری مدد کریں گے) تم پر سے عذاب دفع کرنے میں (۔۔یا۔۔ بدلہ لیں گے) یعنی کیا وہ تمہارا بدلہ لے سکتے ہیں؟

فَكُبْكِبُوا فِيهَا هُمْ وَالْغَاوُنَ ﴿٩٤﴾ وَجُنُودُ إِبْلِيسَ أَجْمَعُونَ ﴿٩٥﴾

تو منہ کے بَل جھونک دیے گئے وہ سب جہنم میں، اور سارے بے راہ لوگ ● اور ابلیس کا لشکر سارا ●

(تو منہ کے بَل جھونک دیے گئے وہ سب) بت (جہنم میں، اور) انہیں کے ساتھ اُن کو پوجنے والے (سارے بے راہ لوگ) جہنم رسید کردیے گئے۔ (اور ابلیس کا لشکر سارا) دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ ابلیس کے لشکر سے مراد وہ جن اور آدمی ہیں جو اُس کے تابع ہیں۔

قَالُوا وَهُمْ فِيهَا يَخْتَصِمُونَ ﴿٩٦﴾ تَاللَّهِ إِنْ كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿٩٧﴾

بولے، اور وہ اُسی میں لڑ جھگڑ رہے ہیں ● کہ "خدا کی قسم ہم یقیناً کھلی گمراہی میں تھے ●

إِذْ نُسَوِّيكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٩٨﴾ وَمَا أَضَلَّنَا إِلَّا الْمُجْرِمُونَ ﴿٩٩﴾ فَمَا لَنَا

کہ ہم تمہاری برابری کرتے تھے رب العالمین سے ● اور نہیں بے راہ کیا تھا ہمیں مگر مجرموں نے ● تو نہیں ہے

مِنْ شَافِعِينَ ﴿١٠٠﴾ وَلَا صَدِيقٍ حَمِيمٍ ﴿١٠١﴾

ہمارا کوئی سفارشی ● اور نہ غم خوار دوست ●

(بولے) کافر (اور) حال یہ ہے کہ (وہ اُسی) جہنم (میں لڑ جھگڑ رہے ہیں)۔۔ چنانچہ۔۔ بت پرست بتوں سے کہیں گے، (کہ خدا کی قسم ہم یقیناً کھلی گمراہی میں تھے) جب (کہ ہم) استحقاقِ عبادت میں (تمہاری برابری کرتے تھے رب العالمین سے ● اور نہیں بے راہ کیا تھا ہمیں) اور گمراہی پر نہیں رکھا (مگر مجرموں نے)۔ یعنی بُرے لوگوں اور بدکاروں نے یعنی ہمارے سرداروں نے ۔۔یا۔۔

شیطانوں نے، **(تو نہیں ہے ہمارا کوئی سفارشی)** جیسا کہ مؤمنوں کے واسطے ہیں، **(اور نہ غم خوار دوست)**۔ یعنی ایسا یار کوئی نہ ہوگا جو اُس دن یاری اور اہتمام کرے کافروں کی مہم میں اور دوستی کی شرط بجالائے۔

جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "دوست اُس دن بعضے اُن کے بعضوں کے دشمن ہیں مگر پرہیزگار لوگ"۔ اس مقام پر یہ ذہن نشین رہے کہ **حَمِیْم** دراصل 'ہمیم' ہے، تو قربِ مخرج کے سبب سے 'ہائے ہوز' کو 'حائے حطی' سے بدل دیا۔ اور 'ہمیم' ماخوذ ہے اہتمام سے۔ یعنی وہ یار کوئی نہ ہوگا جو اُس دن یاری اور اہتمام کرے کافروں کی مہم میں اور دوستی کا حق ادا کرے۔ پھر کافر حسرت کی راہ سے کہیں گے۔۔۔

فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٢﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ط

تو کاش ہمیں دوبارہ جانا ہو، تو ہو جائیں ہم مسلمان"● بے شک اِس میں ضرور نشانی ہے۔

وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٣﴾

اور نہ تھے اُن کے بہتیرے ماننے والے●

(تو کاش ہمیں دوبارہ جانا ہو، تو ہو جائیں ہم مسلمان)۔ یعنی کاش ایسا ہوتا کہ ہمیں دُنیا میں واپس کر دیا جاتا اور وہاں جا کر ہم ایمان والوں میں سے ہو جاتے۔ **(بے شک اِس میں)** یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خبر میں اور قوم کے ساتھ اُن کی دلیلیں پیش کرنے میں **(ضرور نشانی ہے)** کہ عقلمند اُس کے سبب سے عبرت حاصل کرتے ہیں۔ **(اور نہ تھے اُن کے)** یعنی حضرت ابراہیم کی قوم کے **(بہتیرے ماننے والے)**۔ اس واسطے کہ اہلِ بابل میں سے نمرود کی بیٹی کے سوا کوئی ایمان نہ لایا تھا۔

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٠٤﴾ ع

اور بلاشبہ تمہارا پروردگار ہی عزت والا رحم والا ہے●

(اور بلاشبہ تمہارا پروردگار ہی عزت والا) ہے، تو وہ غالب ہے مشرکوں پر، اِس واسطے کہ اُس کے قہر کو رَد نہیں کیا جا سکتا۔ اور **(رحم والا ہے)**، یعنی ایسا مہربان ہے جو بندوں کی توبہ کو رَد نہیں فرماتا۔

اب انبیائے کرام کے قصص میں سے اِس سورت میں جو قصّہ بیان کیا جا رہا ہے، وہ تیسرا قصّہ ہے جو حضرت نوح سے متعلق ہے۔ اِس سے پہلے حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم کے قصے بیان فرمائے تھے اور یہ بتایا تھا، کہ۔۔۔

ہے۔۔چنانچہ۔۔(میں نہیں مانگتا تم سے اُس پر کوئی اُجرت، نہیں ہے میری اُجرت مگر رب العالمین پر) یعنی پروردگارِ عالم پر، جس نے مجھے رسول بنایا ہے اور فریضہ رُسالت کو ادا کرنے کی ذمہ داری دی ہے، وہی اپنے فضل وکرم سے مجھے اجر عطا فرمائے گا۔ میرا کام خدا کے حکم اور اُسی کی رضا کے لیے ہے، تو پھر بندوں سے اِس کام کی اُجرت لینے کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١١٠﴾ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴿١١١﴾

تو ڈرو اللہ کو اور میرا کہا مانو" ● سب بولے کہ "کیا ہم تمہیں مانیں؟ حالانکہ پیروی کی تمہاری اُچھوتوں نے" ●

(تو ڈرو اللہ) تعالیٰ (کو اور میرا کہا مانو)۔

ڈرنے اور اطاعت کے کرنے کا حکم مکرّر لانا تاکید کے واسطے ہے، اس واسطے کہ نوح علیہ السلام کی قوم نہایت سخت دِل تھی۔

حضرت نوح علیہ السلام کے جواب میں (سب بولے کہ کیا ہم تمہیں مانیں) اور تمہاری تصدیق کریں (حالانکہ پیروی کی تمہاری اُچھوتوں نے)، یعنی بے قدروں اور کمینوں نے۔ اور یہ لوگ ظاہر میں تیرے تابع ہیں اور باطن میں مخالف۔ حضرت نوح نے۔۔۔

قَالَ وَمَا عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١١٢﴾ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿١١٣﴾

جواب دیا کہ "مجھے کیا بحث، کہ وہ کیا کرتے رہتے تھے ● اُن کا حساب نہیں، مگر میرے پروردگار پر، کاش تمیز سے کام لو ●

(جواب دیا کہ مجھے کیا بحث، کہ وہ کیا کرتے رہتے تھے)، یعنی میرا حکم تو ظاہر پر ہے۔ اِس واسطے کہ ظاہر میں تو یہ لوگ ایمان والوں کے کام کرتے ہیں، خواہ اخلاص کی راہ سے کرتے ہیں۔۔یا۔۔ نفاق کی راہ سے۔ (اُن) کے باطن (کا حساب نہیں) ہے (مگر میرے پروردگار) کے ذمۂ کرم (پر)، جو مطلع ہے اُن کے باطن کے احوال سے۔ (کاش تمیز سے کام لو) اور عقل وشعور سے سمجھو، اور جان لو کہ بذاتِ خود عالم الغیب وہی ہے۔ اَے میری قوم کے لوگو! تم جان لو کہ میں سچا ہوں۔ تو قوم کے لوگ بولے کہ اَے نوح! اُن کمینوں کو تم اپنی مجلس سے نکال دو تو ہم تمہارے پاس آئیں اور تمہاری باتیں سنیں۔ تو نوح علیہ السلام نے فرمایا۔۔۔

وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٤﴾ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١١٥﴾ قَالُوْا

اور نہیں ہوں میں نکال دینے والا مسلمانوں کو ● میں کھلا کھلا ڈر سنانے والا ہی ہوں" ● سب بولے

لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾

"اگرتم باز نہ آئے اَے نوح! توضرور پتھراؤ کیے جاؤ گے"●

(اور نہیں ہوں میں نکال دینے والا مسلمانوں کو● میں کھلا کھلا ڈر سنانے والا ہی ہوں) یعنی خدا نے مجھے مکلّف لوگوں کو دعوتِ اسلام کرنے کے واسطے بھیجا ہے، وہ لوگ غنی ہوں یا فقیر۔ تو (سب بولے اگرتم باز نہ آئے اَے نوح!) اُس بات سے جو تُو کہتا ہے، یعنی اسلام کی طرف بُلانا اور شرک سے ڈرانا، تو اگر تم نے اپنی اِن دو باتوں کو جاری رکھا، (تو ضرور پتھراؤ کیے جاؤ گے) اور تم پتھروں کے مارے مَرے ہوؤں میں سے۔۔یا۔۔نکالے ہوؤں میں سے ہو جاؤ گے۔ اِس بات کو سن کر اور قوم کے ایمان سے ناامید ہونے کے بعد، حضرت نوح نے۔۔۔

قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ ﴿۱۱۷﴾ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ

دُعا کی کہ "پروردگارا! بے شک میری قوم نے جھٹلا دیا مجھے● تو فیصلہ فرمادے میرے اور اُن کے درمیان پورا پورا، اور بچالے مجھے،

وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۱۹﴾

اور جو میرے ساتھ ہیں مسلمان"● تو بچالیا ہم نے اُنہیں، اور جو اُس کے ساتھ تھے بھری ہوئی کشتی میں●

(دُعا کی کہ پروردگارا! بے شک میری قوم نے جھٹلا دیا مجھے)، یعنی میری تکذیب کی اور مجھے جھوٹا بنا دیا۔ تو (تُو فیصلہ فرمادے میرے اور اِن کے درمیان پورا پورا، اور بچالے مجھے اور جو میرے ساتھ ہیں مسلمان) سب کو اُن کے شَر سے۔ (تو بچالیا ہم نے اُنہیں اور جو اُن کے ساتھ تھے بھری ہوئی کشتی میں)۔ کیونکہ اُس میں آدمی، حیوانات اور اسباب اور کھانے کی چیزیں تھی۔۔الختصر۔۔جو کشتی میں تھے سب کو ہم نے بچالیا۔

ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾

پھر ڈبو دیا ہم نے اس کے بعد باقی لوگوں کو● بے شک اس میں ضرور نشانی ہے۔ اور نہ تھے اُن کے بہتیرے ماننے والے●

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۲﴾

اور بے شک تمہارا پروردگار ہی عزت والا رحم والا ہے●

(پھر ڈبو دیا ہم نے اُس کے بعد باقی لوگوں کو● بے شک اُس میں) یعنی ایذاءِ قوم پر نوح کے

صبر کرنے میں (ضرور نشانی ہے) اِس بات پر، کہ صبر موجبِ ظفر ہے۔ (اور نہ تھے اُن کے بہتیرے) لوگ (ماننے والے)۔ بلکہ اُن کی امت میں سے صرف اُناسی ٧٩ آدمی ایمان لا کر اُن کے ساتھ کشتی میں تھے۔ (اور بے شک تمہارا پروردگار ہی عزت والا) ہے جو کافروں کو عذاب کرنے پر قادر ہے، اور (رحم والا ہے) اُن پر، کہ عذاب میں تاخیر فرماتا ہے۔۔یا۔۔پیغمبروں کو حلم اور بُردباری اور کافروں کے ساتھ حجت اور دلیل کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

كَذَّبَتْ عَادُ ٱلْمُرْسَلِينَ ﴿١٢٣﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ هُودٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٢٤﴾

جھٹلا دیا عاد نے سب ہی رسولوں کو● جب کہ کہا اُنہیں اُن کی قوم کے ہود نے کہ "کیا تم لوگ نہ ڈرو گے؟●

حضرت موسیٰ، حضرت ابراہیم اور حضرت نوح علیہم السلام کے قصوں کے بعد یہ چوتھا قصہ حضرت ہود علیہ السلام کا ہے۔ عاد حضرت ہود علیہ السلام کی قوم تھی۔ اُن کے تعلق سے اِرشاد ہوتا ہے کہ۔۔۔

(جھٹلا دیا) قوم (عاد نے سب ہی رسولوں کو) اِس واسطے کہ جو کوئی ایک پیغمبر کا منکر ہوا وہ سب کا منکر ہو چکا۔ اَے محبوب! یاد کرو اُس بات کو (جب کہ کہا اُنہیں اُن کی قوم کے ہود نے) جو اُن کے نسبی بھائی تھے، (کہ کیا تم لوگ نہ ڈرو گے) عذابِ الٰہی سے، اور پرہیز نہ کرو گے شرک سے۔ اور سنو! کہ۔۔

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٢٥﴾ فَٱتَّقُوا ٱللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٢٦﴾ وَمَآ أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿١٢٧﴾

بلاشبہ میں تمہارے لیے رسول ہوں امانت دار● تو ڈرو اللہ کو اور میرا کہا مانو● اور میں نہیں چاہتا تم سے اس پر کوئی اُجرت۔ نہیں ہے میری اُجرت مگر رب العالمین پر●

(بلاشبہ میں تمہارے لیے رسول ہوں امانت دار) یعنی فریضۂ رسالت ادا کرنے میں امانت والا، (تو ڈرو اللہ) تعالیٰ (کو) اور اُس کے حکم کی مخالفت چھوڑ دو (اور میرا کہا مانو)۔ یعنی میری اطاعت کرو اُس بات میں جس کی طرف میں تم کو بُلاتا ہوں۔ (اور میں نہیں چاہتا تم سے اِس) دعوتِ اسلام (پر کوئی اُجرت) دُنیا کے مال و متاع میں سے۔ (نہیں ہے میری اُجرت مگر رب العالمین پر) یعنی پروردگارِ کائنات پر۔

أَتَبْنُونَ بِكُلِّ رِيعٍ آيَةً تَعْبَثُونَ ﴿١٢٨﴾ وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ ﴿١٢٩﴾

کیاتم رکھتے ہو ہر ٹیلے پر ایک بنیادی نشانی، کہ بیہودگی برتو● اور بناتے ہو مضبوط مضبوط گھر کہ تم اُس میں ہمیشہ ہی رہو گے●

(کیاتم رکھتے ہو ہر ٹیلے پر ایک بنیادی نشانی، کہ بے ہودگی برتو) اور وہاں بیٹھ کر راہ چلتوں پر ہنسو اور اُن کا مذاق اُڑاؤ۔۔یا۔۔مکان بنا کر اُس میں رہنے سے گریز کرو، گویا کہ عبث ہیں۔۔یا۔۔کبوتر خانے بناتے ہو اور کبوتر بازی سے لطف اندوز ہوتے ہو۔(اور بناتے ہو مضبوط مضبوط گھر)، یعنی مضبوط کوٹھے۔۔یا۔۔اونچے محل، گویا (کہ تم اُس میں ہمیشہ ہی رہو گے)۔اور یہ ہمیشہ آباد رہیں گے اور کبھی برباد نہیں ہوگے۔

وَإِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِينَ ﴿١٣٠﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٣١﴾

اور جب کسی کو پکڑا تم نے تو بے دردوں کی طرح پکڑا● تو ڈرو اللہ کو اور کہا مانو میرا●

(اور) تمہارا حال یہ ہے کہ (جب کسی کو پکڑا تم نے تو بے دردوں کی طرح پکڑا)۔یعنی جب تم کسی پر حملہ آور ہوتے ہو، تو تمہارا حملہ بڑا ہی شدید ہوتا ہے، اور پھر جو تمہاری گرفت میں آتا ہے، اُس سے بہت ہی بے دردانہ اور ظالمانہ سلوک کرتے ہو، اور اپنی قوت وطاقت کا مظاہرہ کرتے ہو سرکش اور متکبر ہو کر۔یعنی اُس وقت شفقت اور مہربانی نہیں کرتے۔۔یا۔۔بدلہ لیتے ہو، تو ظالموں کی طرح بدلہ لیتے ہو۔(تو ڈرو اللہ) تعالیٰ (کو) اور سرکشی اور تکبر جو تمہارے لائق نہیں، اُسے چھوڑ دو۔(اور کہا مانو میرا)، یعنی میرے احکام کی اطاعت کرو اِس واسطے کہ اس میں تمہارا نفع ہے۔

وَاتَّقُوا الَّذِي أَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُونَ ﴿١٣٢﴾ أَمَدَّكُمْ بِأَنْعَامٍ وَبَنِينَ ﴿١٣٣﴾ وَجَنَّاتٍ

اور ڈرو اُسے جس نے مدد فرمائی تمہاری اُس سے، جو تم جانتے ہو● مدد فرمائی تمہاری چوپایوں سے اور اولاد سے● اور باغوں

وَعُيُونٍ ﴿١٣٤﴾ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٣٥﴾

اور چشموں سے● بے شک میں ڈر رہا ہوں تم پر بڑے دن کے عذاب کو"●

(اور ڈرو اُسے جس نے مدد فرمائی تمہاری اُس سے جو تم جانتے ہو) اقسامِ نعمت میں سے۔ اور (مدد فرمائی تمہاری چوپایوں سے) جیسے اونٹ، گائے، بکری کہ اُن کے سبب سے فائدے اُٹھاتے ہو۔(اور اولاد سے) جو ہر حال میں تمہارے یار و مددگار رہیں۔(اور باغوں) سے کہ اُن کے میوے

کھاتے ہو، (اور چشموں سے) پانی پینے کی ضرورت اور کھیتی کی پنچائی اور سرسبزی اُسی سے پوری ہوتی ہے۔ اور سن لو کہ (بے شک میں ڈر رہا ہوں تم پر بڑے دن کے عذاب کو)۔ یعنی مجھے خوف ہے کہ اگر تم شرک پر اڑے رہو گے تو غضب کی آندھی آنے کے دن۔۔یا۔۔ قیامت کے دن مبتلائے عذاب ہو جاؤ گے۔ حضرت ہود علیہ السلام کے جواب میں۔۔۔

قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ﴿١٣٦﴾ اِنْ هٰذَآ

سب بولے، "یکساں ہے ہمارے لیے کہ نصیحت تم نے کی یا نہ کی ● نہیں ہے یہ،

اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٣٧﴾ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿١٣٨﴾

مگر اگلوں کی چال ● اور ہمیں عذاب نہ دیا جائے گا" ●

(سب بولے، یکساں ہے ہمارے لیے کہ نصیحت تم نے کی یا نہ کی)، یعنی ہم اپنا طریقہ نہ چھوڑیں گے۔ کیونکہ (نہیں ہے یہ) کام جس پر ہم لوگ ہیں جیسے بت پرستی، سرکشی اور اونچے اونچے مکانات بنانا، (مگر) ہمارے (اگلوں کی چال)۔ یعنی ہمارے باپ دادوں کی روِش، تو ہم اِس سے باز آنے والے نہیں۔ (اور) ہماری اپنی اِن عادتوں کے سبب سے (ہمیں عذاب نہ دیا جائے گا)۔ تو اَے ہود جس عذاب سے تم ہمیں ڈراتے ہو، وہ ہم تک پہنچنے والا نہیں۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

تو اُن لوگوں نے جھٹلا دیا اُنہیں، چنانچہ برباد کر دیا ہم نے اُنہیں۔ بے شک اس میں ضرور نشانی ہے، اور اُن کے بہتیرے

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٩﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٤٠﴾

ماننے والے نہ تھے ● اور بے شک تمہارا پروردگار ضرور غلبہ والا رحم والا ہے ●

ع ٧ ١٨ ١١

(تو اُن لوگوں نے جھٹلا دیا اُنہیں) اور اُن کے رسول ہونے کی تکذیب کی۔ (چنانچہ برباد کر دیا ہم نے اُنہیں) آندھی سے۔ (بے شک اِس میں) قوم عاد کی ہلاکت میں (ضرور نشانی ہے) یہ حقیقت ظاہر کرنے والی، کہ جھٹلانے والے بالآخر عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں۔ (اور اُن کے بہتیرے ماننے والے نہ تھے)، اس واسطے کہ اُس قبیلہ کے تھوڑے سے آدمی حضرت ہود کے ساتھ امن میں تھے، باقی سب عذاب میں مبتلا ہوئے۔ (اور بے شک تمہارا پروردگار ضرور غلبہ والا) ہے، کہ کافروں پر عذاب کرنے

میں باک نہیں رکھتا، اور (رحم والا ہے) یعنی ایمان والوں کو عذاب سے بچاتا ہے۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۴۱﴾

جھٹلا دیا ثمود نے سب رسولوں کو●

انبیاءِ کرام کے قصوں میں یہ پانچواں قصہ ہے جو حضرت صالح علیہ السلام سے متعلق ہے۔

۔۔چنانچہ۔۔ارشاد ہوتا ہے کہ۔۔۔

(جھٹلا دیا ثمود نے سب رسولوں کو) یعنی حضرت صالح کی تکذیب کے ضمن میں سارے انبیاء کے پیغام کی تکذیب کر دی، اس لیے کہ سارے نبیوں کا پیغام توحید ورسالت، قیامت، حشر ونشر، حساب کتاب وغیرہ کے تعلق سے ایک ہی ہے، تو کسی ایک نبی کے پیغام کا اِنکار سارے نبیوں کے پیغاموں کے اِنکار کو مستلزم ہے۔ اَے محبوب! یاد کرو۔۔۔

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۴۲﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۴۳﴾

جب کہ کہا اُنہیں اُن کی قوم کے صالح نے کہ "کیا تم نہیں ڈرو گے؟"● بے شک میں تمہارے لیے رسول امانت دار ہوں●

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۴۴﴾

تو ڈرو اللہ کو اور کہا مانو میرا●

(جب کہ کہا اُنہیں اُن کی قوم کے صالح نے) یعنی اُن کے قرابتی بھائی صالح نے، (کہ کیا تم نہیں ڈرو گے) خدا کے عذاب سے، کہ اُس کے ساتھ خدائی میں دوسرے کو شریک کرتے ہو۔ (بے شک میں تمہارے لیے رسول امانت دار ہوں)۔ میری امانت داری اور سچائی تم سب میں مشہور ہے، اور تم سب اُس سے باخبر ہو۔ (تو) میری سنو اور (ڈرو اللہ) تعالیٰ (کو)، اور اس طرح عذابِ الٰہی سے بچتے رہو۔ (اور کہا مانو میرا) امر ونہی میں۔

وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

اور نہیں مانگتا میں تم سے اِس پر کوئی اجرت۔ نہیں ہے اُجرت میری، مگر رب العالمین پر●

اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۱۴۷﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّ

کیا چھوڑ دیے جاؤ گے تم؟ جو کچھ یہاں ہے امن وامان میں● باغوں میں اور چشموں میں● اور کھیتوں میں اور

نَخۡلٍ طَلۡعُهَا هَضِيۡمٌ ﴿١٤٨﴾ وَتَنۡحِتُوۡنَ مِنَ الۡجِبَالِ بُيُوۡتًا فٰرِهِيۡنَ ﴿١٤٩﴾

کھجوروں میں، جن کے خوشے نرم نازک پختہ ہیں● اور تراش لیتے ہو پہاڑوں سے گھروں کو اِتراتے ہوئے ●

(اور نہیں مانگتا میں تم سے اِس پر)، یعنی اِس نصیحت پر جو میں تمہیں کرتا ہوں **(کوئی اُجرت)**، کہ تم مجھ پر حرص وآز کی تہمت لگا سکو۔ **(نہیں ہے اُجرت میری مگر رب العالمین پر)**، جو رب ہے سارے اہلِ عالم کا۔ **اَے میری قوم کے لوگو! (کیا) تم اِس خام خیالی میں ہو، کہ (چھوڑ دیے جاؤ گے تم؟ جو کچھ یہاں ہے امن وامان میں● باغوں میں اور چشموں میں● اور کھیتوں میں اور کھجوروں میں، جن کے خوشے نرم ونازک پختہ ہیں● اور تراش لیتے ہو پہاڑوں سے گھروں کو اِتراتے ہوئے)**۔ یعنی تم یہ نہ سمجھو کہ تم دُنیا کے جن مکانوں اور سر سبز وشاداب جگہوں میں ہو اُن میں ہمیشہ امن وامان کے ساتھ رہ جاؤ گے اور یہ تم سے چھوٹے گا نہیں۔۔۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوۡنِ ﴿١٥٠﴾ وَلَا تُطِيۡعُوۡۤا اَمۡرَ الۡمُسۡرِفِيۡنَ ﴿١٥١﴾ الَّذِيۡنَ

تو ڈرو اللہ کو اور کہا مانو میرا● اور نہ مانو فضول خرچوں کا حکم● جو

يُفۡسِدُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ وَلَا يُصۡلِحُوۡنَ ﴿١٥٢﴾

فساد مچائیں زمین میں، اور درست نہ کریں"●

(تو ڈرو اللہ) تعالیٰ **(کو)** اور دُور دراز امید نہ رکھا کرو۔ **(اور کہا مانو)** احکام میں **(میرا● اور نہ مانو فضول خرچوں کا حکم● جو فساد مچائیں زمین میں)** یعنی زمینِ حجر میں تباہی مچائیں، **(اور)** اپنا حال **(درست نہ کریں)**۔

اُن کافروں سے وہ کافر مراد ہیں جنہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا جن کا قصہ انشاء المولیٰ تعالیٰ سورۂ نمل میں مذکور ہوگا۔

حضرت صالح کے جواب میں قوم ثمود کے لوگ۔۔۔

قَالُوۡۤا اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مِنَ الۡمُسَحَّرِيۡنَ ﴿١٥٣﴾ مَاۤ اَنۡتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا ۖۚ

سب بولے کہ "تم بس جادو کیے ہوئے ہو● تم ہماری ہی طرح بشر ہو۔

فَاۡتِ بِاٰيَةٍ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ﴿١٥٤﴾

لاؤ تو کوئی نشانی اگر سچے ہو"●

(سب بولے کہ تم بس جادو کیے ہوئے ہو)۔یعنی تجھ پر بڑا جادو کیا گیا ہے، جس سے تیری عقل گُم ہوگئی ہے۔(تم ہماری ہی طرح بشر ہو)۔

قوم نے حضرت صالح علیہ السلام کی صورت ہی پر نظر کی اور اُن کی حقیقت سے ناواقف رہ کر یہ نہ جانا، کہ صورت کے سوا اُن کے واسطے اُور کوئی چیز بھی حاصل ہے۔

۔۔القصہ۔۔قوم نے آپ سے کہا، کہ (لاؤ تو کوئی نشانی اگر سچے ہو) اپنے دعوے میں۔پس صالح علیہ السلام نے پوچھا کہ تم کیا نشانی مانگتے ہو؟ اُنہوں نے فرمائش کی کہ خاص اسی پتھر میں سے ایسی ہی صورت کی اونٹنی نکال۔ جب اُن کا مدعا حاصل ہوگیا، تو حضرت صالح نے اُن کے نشانی طلب کرنے کا۔۔۔

قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۱۵۵﴾ وَلَا تَمَسُّوْهَا

جواب دیا کہ "یہ اونٹنی ہے، ایک دن اِس کا پینا ہے اور ایک مقرر دن تمہارے پینے کا ہے ● اور مت چھونا اس کو

بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵۶﴾

بُرائی سے، کہ پکڑے تمہیں بڑے دن کا عذاب"●

(جواب دیا) اور فرمایا (کہ یہ اونٹنی ہے) جو تم نے مانگی۔(ایک دن اِس کا پینا ہے اور ایک مقرر دن تمہارے پینے کا ہے) تو اِس کے باری والے دن اِس سے مزاحمت نہ کرنا۔(اور مت چھونا اِس کو بُرائی سے) یعنی اُسے مارنے یا مار ڈالنے کا اِرادہ نہ کرنا، کیوں (کہ) اگر ایسا کروگے، تو (پکڑے گا (تمہیں بڑے دن کا عذاب)۔اُس دن کی بڑائی اُس عذاب کی بڑائی کے سبب سے ہے جو اُس دن ہوگا۔قوم ثمود کے لوگ اِس ہدایت پر عمل نہ کرسکے۔۔۔

فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ

چنانچہ کونچیں کاٹ دیں اُس کی، تو صبح کی اُنہوں نے پچھتاتے ● کہ پکڑ لیا اُنہیں عذاب نے۔بے شک اِس میں ضرور نشانی ہے۔

وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۵۹﴾

اور اُن کے بہتیرے مسلمان نہ تھے ● اور بے شک تمہارا پروردگار ضرور وہی عزت والا رحم والا ہے●

(چنانچہ کونچیں کاٹ دیں اُس کی، تو صبح کی اُنہوں نے پچھتاتے) ہوئے بلا نازل ہونے

کے قریب۔ کیوں (کہ پکڑلیا اُنہیں عذاب نے) جس کا وعدہ تھا، یعنی سخت آواز کے عذاب نے۔ (بے شک اِس میں ضرور نشانی ہے) یعنی وہ عذاب جو قومِ ثمود پر نازل ہوا دلیل ہے اِس بات پر کہ مانگے ہوئے معجزے ظاہر ہونے کے بعد، کفر پر باقی رہنا عذاب نازل ہونے کا سبب ہے۔ (اور اُن کے بہتیرے مسلمان نہ تھے) یعنی قومِ ثمود کے اکثر ایمان والے نہ تھے۔ (اور بے شک تمہارا پروردگار! ضرور وہی عزت والا) ہے، یعنی ایسا غالب ہے جو مغلوب ہوتا ہی نہیں، اور (رحم والا ہے) کیونکہ جب تک کوئی قابلِ عذاب نہ ہو، تب تک عذاب نہیں کرتا۔ انبیاءِ سابقین کی قوموں کی طرح۔۔۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٦٠﴾

جھٹلا دیا لوط کی قوم نے سب رسولوں کو●

(جھٹلا دیا لوط کی قوم نے) یعنی موتفکات والوں نے۔۔۔

جن کو از راہِ شفقت، حضرت لوط کا بھائی کہا گیا ہے۔ حضرت لوط اُس قوم میں باہر سے آئے تھے۔۔ لہٰذا۔۔ اُن سے نہ تو نسبی قرابت رکھتے تھے اور نہ ہی اُن کے ہم قبیلہ تھے، مگر نبی چونکہ امتی پر شفیق و مہربان ہوتا ہے اور اخوت میں بھی شفقت ہوتی ہے، اس لیے بھائی کہہ دیا گیا۔

۔۔۔(سب رسولوں کو) جیسے حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہما السلام وغیرہم کو۔ اَے محبوب! یاد کرو۔۔۔

إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ لُوطٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٦١﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٦٢﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ

جبکہ کہا اُنہیں اُن کی قوم کے لوط نے کہ "کیا خوف سے کام نہ لوگے؟● بے شک میں تمہارے لیے اللہ کا بھیجا ہوا امانت دار ہوں● تو ڈرو اللہ کو

وَأَطِيعُونِ ﴿١٦٣﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٤﴾

اور کہا مانو میرا● اور میں نہیں چاہتا تم سے اِس پر کوئی اجرت۔ میری اُجرت بس رب العالمین پر ہے●

(جب کہ کہا اُنہیں اُن کی قوم کے لوط نے، کہ کیا خوف سے کام نہ لوگے) گناہ میں خدا سے۔ (بے شک میں تمہارے لیے اللہ) تعالیٰ (کا بھیجا ہوا امانت دار ہوں)، یعنی سچا رسول ہوں نصیحت میں، یعنی تمہارا خیر خواہ ہوں، (تو ڈرو اللہ) تعالیٰ (کو) میری نصیحت چھوڑ دینے میں، (اور کہا مانو میرا) میری نصیحت ماننے میں۔ (اور میں نہیں چاہتا تم سے اِس پر) یعنی اِس نصیحت پر جو کرتا ہوں (کوئی اُجرت)،

اس واسطے کہ (میری اُجرت بس رب العالمین پر ہے) یعنی پروردگارِ عالم پر ہے۔

اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۵﴾

کیا بدکاری کرتے ہو مردوں سے سارے جہان میں●

(کیا بدکاری کرتے ہو مَردوں سے سارے جہان میں)۔یعنی تم اولادِ آدم میں سے مَردوں سے اپنی خواہش پوری کرتے ہو۔

حالانکہ اُن کے شہر میں عورتیں بہت زیادہ تھیں، باوجود اُس کے وہ باہر سے آنے والے مسافروں اور غریب لوگوں سے مباشرت کرنے کی رغبت رکھتے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی چار ۴ بستیاں تھیں۔ اُن کا سب سے بڑا شہر 'سدوم' تھا۔ حضرت لوط اس بستی میں مبعوث کیے گئے تھے۔ یہ شہر بھی 'الموتفکات' میں سے تھا، یعنی اُن بستیوں میں اُس کا شمار تھا جو اُلٹ دی گئی تھیں۔۔الختصر۔۔ حضرت لوط نے موتفکات والوں سے فرمایا، کہ یہ تمہاری کتنی بے شرمی ہے کہ تم مَردوں سے بدکاری کرتے ہو۔

وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿۱۶۶﴾

اور چھوڑ بیٹھے ہو وہ جو پیدا فرمایا تمہارے لیے، تمہارے پروردگار نے تمہاری بیبیاں، بلکہ تم لوگ حد سے بڑھ گئے ہو"●

قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ﴿۱۶۷﴾

سب بولے کہ "اگر تم باز نہ آئے اَے لوط، تو ضرور نکال دیے جاؤ گے"●

(اور چھوڑ بیٹھے ہو وہ جو پیدا فرمایا تمہارے لیے تمہارے پروردگار نے تمہاری بیبیاں) تمہاری عورتوں میں سے۔ (بلکہ تم لوگ حد سے بڑھ گئے ہو) کہ جورویں موجود ہوتے ہوئے، مَردوں سے مباشرت کرنے کی رغبت رکھتے ہو۔ اِس کے جواب میں قومِ لوط کے (سب) لوگ (بولے، کہ اگر تم باز نہ آئے اَے لوط!) ہمارے کام کو بُرا کہنے سے اور ہمیں منع کرنے سے، (تو ضرور نکال دیے جاؤ گے)۔

حضرت لوط نے۔۔۔

قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ؕ رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

جواب دیا کہ "بے شک میں تمہارے کرتوت سے بیزار ہوں● پروردگارا! بچائے رکھ مجھ کو اور میرے اہل کو اِن کے کرتوتوں سے"●

فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٧٠﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِى الْغٰبِرِيْنَ ﴿١٧١﴾

تو بچالیا ہم نے اُنہیں اور اُن کے سب یگانوں کو • مگر ایک بوڑھی عورت پچھڑ جانے والوں سے •

(جواب دیا کہ بے شک میں تمہارے کرتوت سے بیزار ہوں)۔ پھر قوم کی طرف سے منہ پھیر کر مناجات شروع کی، کہ (پروردگارا! بچائے رکھ مجھ کو اور میرے اہل کو اِن کے کرتوتوں سے) یعنی اُس برائی سے جو وہ کرتے ہیں۔ (تو بچالیا ہم نے انہیں اور اُن کے سب یگانوں کو)۔۔الغرض۔۔ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر والے، اُن کی بی بی اور دو بیٹیاں اور دو داماد تھے۔ سب نے رہائی پائی، (مگر ایک بوڑھی عورت پچھڑ جانے والوں سے) مبتلائے عذاب ہوئی۔ کیونکہ وہ عورت لوط علیہ السلام کے ساتھ نہیں نکلی اور بولی، کہ میں اِس بات پر راضی ہوں کہ جو کچھ قوم پر گزرے وہ مجھ پر بھی گزرے۔

ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿١٧٢﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿١٧٣﴾ اِنَّ

پھر برباد کر دیا ہم نے اوروں کو • اور برسایا ہم نے اُن پر ایک برساؤ، تو کیسی بُری ہوئی ڈرائے جانے والوں کی بارش • بے شک

فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۗ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٧٤﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٧٥﴾

ع ٩ ١٦ ١٣

اِس میں ضرور نشانی ہے۔ اور نہ تھے اُن کے بہتیرے ماننے والے • اور بے شک تمہارا پروردگار ضرور وہی عزت والا رحم والا ہے •

(پھر برباد کر دیا ہم نے اوروں کو • اور برسایا ہم نے اُن پر ایک برساؤ) پتھر کا۔۔یا۔۔گندھک اور آگ کا۔ (تو کیسی بُری ہوئی ڈرائے جانے والوں کی بارش)۔ یعنی جن کو ڈرایا گیا اور وہ پھر بھی ایمان نہیں لائے، اُن کے لیے یہ بارش کس قدر تباہ کن ہوئی۔ (بے شک اِس میں) یعنی موتفکہ والوں پر عذاب ہونے میں (ضرور نشانی ہے) حکم نہ ماننے والوں کے عذاب پر۔ (اور نہ تھے اُن کے بہتیرے ماننے والے)۔

صحیح قول یہ ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی دو بیٹیاں فقط ایمان لائی تھیں، اور بعض نے کہا ہے کہ لوط علیہ السلام کے دو داماد بھی ایمان لائے تھے۔

اِس نشانی نے ظاہر کر دیا (اور) واضح فرما دیا کہ (بے شک تمہارا پروردگار! ضرور وہی عزت والا) ہے۔ یعنی ایسا غالب ہے کہ ہرگز عاجز نہیں ہوتا، اور (رحم والا ہے) یعنی ایسا مہربان ہے جو آگاہ کرنے اور راہ بتانے کے قبل عذاب نہیں کرتا۔ سابق جھٹلانے والوں کی طرح۔۔۔

كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٧٦﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٧٧﴾

جھٹلایا جھاڑی والوں نے سارے رسولوں کو ● جب کہ کہا اُن سے شعیب نے کہ "کیا ڈرو گے نہیں؟" ●

اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿١٧٨﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿١٧٩﴾

بے شک میں تمہارے لیے امانت والا رسول ہوں ● تو ڈرا کرو اللہ کو اور کہا مانا کرو میرا ●

(جھٹلایا جھاڑی والوں نے سارے رسولوں کو) یعنی تکذیب کی ایکہ کے رہنے والوں نے سارے پیغمبروں کی۔

ایکہ ایک جنگل تھا مدین کے قریب۔ اُس جنگل میں پھل اور درخت بہت تھے۔ 'جذام' ایک قوم کا نام ہے، ایکہ کے لوگ اُسی قوم سے تھے۔ حق تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام کو جس طرح مدین والوں پر پیغمبر کیا تھا، اُن لوگوں پر بھی پیغمبر کیا۔

تو اَے محبوب! یاد کرو **(جب کہ کہا اُن سے شعیب نے کہ کیا ڈرو گے نہیں)** عذابِ الٰہی سے کہ اُس کا شریک ٹھہراتے ہو۔ **(بے شک میں تمہارے لیے امانت والا رسول ہوں)** کیونکہ میں تمہارے حال کی درستگی ہی چاہتا ہوں، **(تو ڈرا کرو اللہ)** تعالیٰ **(کو)** کفر اور جھٹلانے سے اور ڈرتے رہو خدا کے غضب سے۔ **(اور کہا مانا کرو میرا)**، وہ کام چھوڑ دینے میں جو منع ہیں۔

وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿١٨٠﴾ اَوْفُوا الْكَیْلَ

اور میں نہیں چاہتا تم سے اِس پر کوئی بدلہ۔ میرا ثواب بس رب العالمین پر ہے ● پوری ناپ ناپو،

وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِیْنَ ﴿١٨١﴾ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ﴿١٨٢﴾

اور کم ناپنے والوں سے مت بنو ● اور تولا کرو سیدھی ڈنڈی ●

وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿١٨٣﴾

اور نہ کمی کرو لوگوں کی چیزوں میں، اور نہ پھرو زمین میں فساد مچاتے ●

(اور) جان لو کہ **(میں نہیں چاہتا تم سے اِس پر)** یعنی حکمِ الٰہی پہنچانے پر **(کوئی بدلہ)**، کیونکہ **(میرا ثواب)** تو **(بس رب العالمین پر ہے)** جو پروردگار کائنات ہے۔ میری قوم کے لوگو! میری باتوں کو غور سے سنو! اور **(پوری ناپ ناپو، اور کم ناپنے والوں سے مت بنو)**، یعنی اُن نقصان پہنچانے والوں میں سے مت بنو جو لوگوں کے حق گھٹاتے ہیں۔ **(اور تولا کرو سیدھی ڈنڈی اور نہ کمی کرو لوگوں کی چیزوں

میں) جواُن کے حقوق میں سے ہیں۔یعنی کسی کی حق تلفی نہ کرواور جس کا جوحق بنتا ہے وہ اُسے سپرد کردو، (اورنہ پھروزمینِ) ایکہ (میں فساد مچاتے)، لُوٹ مار اور ڈکیتی کر کے۔

وَاتَّقُوا الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِیْنَ ﴿١٨٤﴾ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ

اور ڈرواُسے جس نے تمہیں پیدا کیا، اوراگلے لوگوں کو" ● سب بولے، "تم بس

الْمُسَحَّرِیْنَ ﴿١٨٥﴾ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿١٨٦﴾

جادو مارے ہو● اورتم ہماری ہی طرح بشر ہو، اور ہم سمجھتے ہیں تمہیں جھوٹا●

فَاَسْقِطْ عَلَیْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿١٨٧﴾

گرا تو دو ہم پرکوئی ٹکڑا آسمان کا، اگر سچے ہو"●

(اور ڈرواُسے) یعنی اس کے عذاب سے (جس نے تمہیں پیدا کیا اوراگلے لوگوں کو)۔ایکہ کے لوگ جواباً (سب بولے، تم بس جادو مارے ہو) یعنی تم پر کسی نے جادو کردیا ہے۔اورتم کسی کے جادو کا شکار ہوگئے ہو اِس سے تمہاری عقل زائل ہوگئی ہے۔۔المختصر۔۔تم سحرزدہ لوگوں میں سے ہو جن پر بار بار جادو کیا گیا ہو۔

(اورتم ہماری ہی طرح بشر ہو) یعنی صفاتِ بشریہ میں ہمارے مثل ہو، پھر کس چیز کے سبب ہم پر بزرگی ظاہر کرتے ہو، اور یہ رسالت کا دعویٰ کہاں سے لائے۔(اور) غور سے سن لو کہ (ہم سمجھتے ہیں تمہیں جھوٹا) یعنی تُو جھوٹا دعویٰ کرتا ہے۔(گرا تو دو ہم پر) یعنی اپنے خدا سے کہہ، کہ پھینک دے ہم پر (کوئی ٹکڑا آسمان کا) کہ اُس میں عذاب ہو، (اگر سچے ہو) اِس بات میں کہ ہم پر عذاب ہوگا۔ شعیب علیہ السلام نے۔۔۔

قَالَ رَبِّیْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٨٨﴾

جواب دیا، کہ "میرا پروردگار خوب جانتا ہے جوتمہارے کرتوت ہیں"●

(جواب دیا کہ میرا پروردگار خوب جانتا ہے جوتمہارے کرتوت ہیں) یعنی وہ چیز جوتم کرتے ہو۔۔مثلاً: بت پرستی، ذخیرہ اندوزی، ناپ تول میں کمی کرنا اور تمہارے دوسرے گناہ۔۔چنانچہ۔۔جو عذاب تمہارے گناہوں کا بدلہ ہوگا وہ تم پر نازل کرے گا۔اگر مہلت ہوتو ہو، لیکن چھوڑے گا نہیں۔

روایت ہے کہ جب شعیب علیہ السلام کی قوم اِنکار اور تکبر میں حد سے بڑھی، تو حق تعالیٰ نے سات دن رات تک سخت گرمی میں اُن کو مبتلا کیا، یہاں تک کہ اُن کے کنوؤں اور چشموں کا پانی سخت گرمی سے اُبلنے لگا، اور وہ اپنی جانیں بچانے کے لیے تہ خانوں میں جا گھسے۔ گرمی اُور زیادہ ہوئی تو جنگل کی راہ پکڑی۔ گرمی کی شدت نے وہاں بھی پیچھا نہیں چھوڑا، کہ ناگاہ سیاہ اَبر ظاہر ہوا اور ٹھنڈی ہَوا چلنے لگی۔ ایکہ کے لوگ خوش ہوئے۔ ایک نے دوسرے کو آواز دی کہ آؤ ابر کے سایے میں آرام کرلیں۔ بس اُن سب کا اَبر کے نیچے جمع ہونا ہی تھا، کہ آگ اُس سے نکلی اور سب کو جلا دیا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے، کہ۔۔۔

شعیب علیہ السلام نے انہیں عذاب سے ڈرایا۔۔۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٨٩﴾

تو جھٹلا دیا سب نے اُنہیں، تو پکڑ لیا اُنہیں شامیانہ والے دن کے عذاب نے۔ بے شک وہ بڑے دن کا عذاب تھا●

(تو جھٹلا دیا سب نے اُنہیں، تو پکڑ لیا اُنہیں شامیانہ والے دن کے عذاب نے۔ بے شک وہ بڑے دن کا عذاب تھا)۔

اُس عذاب کو **عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ** کہتے ہیں۔ **ظُلَّة** عرب میں سائبان کو کہتے ہیں۔ چونکہ اُس دن اَبرِ سیاہ سائبان کی صورت میں اُن کے سروں پر تھا، اس لیے اُس دن کو **يَوْمِ الظُّلَّةِ** کہا گیا ہے۔ یہ بھی روایت ہے کہ جب اُن کی گرمی حد کو پہنچی، تو حق تعالیٰ نے ایک پہاڑ کو حکم فرمایا کہ وہ اپنی جگہ سے اکھڑ کر سائبان کی طرح ہَوا میں ٹھہرا رہے، اور اُس کے نیچے ٹھنڈا پانی پیدا ہوگیا۔ پس اُن کافروں نے اُس پہاڑ کے نیچے پناہ لی اور وہ پہاڑ اُن پر گرا، اور وہ دَب کر ہلاک ہوگئے۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٩٠﴾

بے شک اُس میں ضرور نشانی ہے، اور اُن کے بہتیرے ایمان والے نہ تھے●

(بے شک اُس) عذاب **(میں ضرور نشانی ہے)** کہ پانی والے اَبر سے آگ برسی، جو منتقم حقیقی کے کمالِ قدرت پر روشن دلیل ہے۔ **(اور)** حضرت شعیب جن کے لیے مبعوث کیے گئے **(اُن کے بہتیرے ایمان والے نہ تھے)**۔ ایکہ والے تو سارے کے سارے ہی ایمان نہ لائے، ہاں مدین والے

کچھ لوگ ایمان لے آئے تھے۔۔الختصر۔۔حضرت شعیب کو جن جن کی طرف بھیجا گیا، اُن میں اکثر بے ایمان ہی رہے۔

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٩١﴾

اور بے شک تمہارا پروردگار ہی عزت والا رحم والا ہے●

(اور بے شک تمہارا پروردگار ہی عزت والا) ہے جو انبیائے کرام کو اُن کے دشمنوں پر غالب کرنے والا ہے۔اور **(رحم والا ہے)** یعنی انبیائے کرام اور اُن کے متبعین پر مہربان ہے۔

مذکورہ بالا قصہ سات پیغمبروں کے قصے میں اخیر قصہ ہے، جو کہ سلطان الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دِل مبارک کی تسلی کے لیے مختصر طور پر اِس سورت میں مذکور ہوئے۔اور کفارِ قریش کے لیے اِن قصوں میں دھمکی بھی ہے، تا کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ جس امت نے کسی پیغمبر کی تکذیب کی اُس پر عذاب نازل ہوا، تو اُن پر بھی آنحضرت ﷺ کی تکذیب کے سبب سے عذاب ہوگا۔

سابقہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے انبیاءِ سابقین علیہم السلام کے احوال اور اُن کی نبوت کے دلائل ذکر فرمائے تھے اور اُن کی قوموں نے جو اُن کی نبوت کا اِنکار کیا تھا اور اُس اِنکار کے نتیجے میں اُن پر جو اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تھا، اُن کا ذکر فرمایا تھا۔

اور اب اگلی آیت میں ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے دلائل ذکر فرمائے ہیں، کیوں کہ ان آیتوں میں انبیاء علیہم السلام کے قصص اور اُن کے واقعات بیان فرمائے جب کہ نبی ﷺ نے اُن واقعات کو کسی سے نہیں سنا تھا، کیونکہ قریشِ مکہ جانتے تھے کہ آپ اہلِ علم اور اہلِ تاریخ کی مجلس میں نہیں بیٹھے تھے، اُس کے باوجود آپ نے اُن کے واقعات بالکل درست بیان فرما دیے۔اِس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن تمام واقعات سے آپ کو بذریعہ وحی مطلع فرما دیا۔اور آپ پر وحی کا نزول آپ کی نبوت کی دلیل ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے یہ واقعات سابقہ کتابوں میں مذکور ہیں اور آپ نے سابقہ کتابیں نہیں پڑھی تھیں، کیونکہ آپ اُمّی تھے، اُس کے باوجود آپ نے یہ واقعات اُسی تفصیل کے ساتھ بیان فرما دیے اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے جب آپ پر وحی نازل ہو، اور نزولِ وحی آپ کی نبوت کی دلیل ہے۔۔چنانچہ۔۔حق تعالیٰ فرماتا ہے۔۔۔

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٩٢﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿١٩٣﴾ عَلٰى قَلْبِكَ

اور بے شک یہ ضرور رب العالمین کا اُتارا ہوا ہے ● اِس کو لے کر اُترے روح الامین ● تمہارے دِل پر،

لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿١٩٤﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿١٩٥﴾

کہ ڈرسنانے لگو تم ● صاف عربی زبان میں ●

(اور) صاف لفظوں میں ظاہر فرما رہا ہے، کہ (بے شک یہ) قرآن جس میں انبیاءِ سابقین کے حالات و واقعات بیان فرمائے گئے ہیں، (ضرور رب العالمین کا اُتارا ہوا ہے ● اِس کو لے کر اُترے روح الامین) سیدنا جبرائیل علیہ السلام، (تمہارے دِل پر)، اور اے اللہ کے رسول تم نے اُن سے قرآن لے لیا، تو تمہارا دِل اُس کا ظرف ہو گیا۔ اور یہ ایسا ہوا گویا کہ قرآن تمہارے دِل پر اُترا۔۔یا یہ کہ۔۔جبرائیل علیہ السلام نے آپ پر اُس کی قرأت کی اور آپ نے اُسے یاد کر لیا اور اپنے دِل میں یاد رکھا۔ ایسا اس لیے کیا، تا (کہ ڈرسنانے لگو تم ● صاف عربی زبان میں)۔

وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٩٦﴾

اور بے شک اِس کا بیان اگلی کتابوں میں ہے ●

زبانِ عرب میں ڈرسنانے والے شعیب، ہود، صالح اور اسماعیل علیہم السلام بھی تھے، (اور بے شک اُس کا بیان اگلی کتابوں میں ہے)۔

بعض تفسیروں میں ہے کہ عرب کے مشرک اپنے بعض مشکل کاموں میں بنی اسرائیل کے علماء کی طرف رجوع کرتے تھے، اور علماء جو بات اُس باب میں کہتے، وہ اُسے قبول کر کے دلیل جانتے۔ تو حق تعالیٰ نے فرمایا، کہ۔۔۔

اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿١٩٧﴾

کیا نہیں ہے اُن کے لیے کوئی نشانی؟ کہ جانتے ہیں اُنہیں بنی اسرائیل کے علماء ●

(کیا نہیں ہے اُن کے لیے) یعنی قریش کے مشرکوں کے لیے (کوئی نشانی؟) قرآنِ کریم کی صحت اور نبی کریم کی نبوت پر، (کہ جانتے ہیں اُنہیں) یعنی قرآن کو اُس کی صفت کے ساتھ۔۔یا۔۔ پیغمبرِ اسلام کو اُن کی نعت کے ساتھ (بنی اسرائیل کے علماء) جنہوں نے اگلی کتابیں پڑھی ہیں۔ اور کسی چیز پر عالم کی گواہی کے سبب اُس چیز کا یقین ہو جاتا ہے اور وہ چیز محقق ہو جاتی ہے۔

حق تعالیٰ نے قرآنِ کریم کو عربی زبان میں نازل فرما کر بہت ساری لب کشائیوں کے دروازے بند فرمادیے۔۔چنانچہ۔۔حق تعالیٰ فرماتا ہے۔۔۔

وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِیْنَ ﴿١٩٨﴾ فَقَرَاَهٗ عَلَیْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِیْنَ ﴿١٩٩﴾

اور اگر ہم اُتارتے اِس کو کسی غیر عربی پر● پھر وہ پڑھتا اِسے اُن پر، یہ لوگ نہ مانتے●

(اور اگر) ایسا ہوتا کہ **(ہم اُتارتے اِس)** قرآن **(کو کسی غیر عربی پر)** عربی ہی زبان میں، **(پھر وہ پڑھتا اُسے اُن پر)** اُن کی زبان میں اور اِس سے اعجازِ قرآنی زیادہ ظاہر ہوتا، کہ عجمی آدمی اس کلام عربی کو پڑھے جو نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ ہو، اُس پر بھی **(یہ)** قریش کے مشرک **(لوگ نہ مانتے)** اور عذر یہ کرتے کہ عرب کو عجم کی متابعت سے عار ہے۔۔یا۔۔اگر قرآن کو مردِ عجمی پر زبانِ عجمی میں ہم اُتارتے، تو عرب کے کافر اس کا ایمان نہ لاتے اور کہتے کہ ہم تو یہ سمجھتے ہی نہیں اور اِس کے معنی ہمارے عقل ہی میں نہیں آتے۔

كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿٢٠٠﴾ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ﴿٢٠١﴾ فَیَاْتِیَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿٢٠٢﴾

اِسی طرح پرودیا ہے، ہم نے جھٹلانے کو مجرموں کے دِلوں میں● وہ نہ مانیں گے اِسے، یہاں تک کہ دیکھ لیں دکھ والا عذاب● تو وہ آہی جائے گا اُن پر اچانک، اور وہ بے خبر ہوں گے●

فَیَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿٢٠٣﴾

تو چلائیں گے کہ "کیا ہمیں مہلت ملے گی؟"●

(اِسی طرح پرودیا ہم نے) اِنکار، دشمنی، اور **(جھٹلانے کو مجرموں)** یعنی مشرکینِ مکہ **(کے دِلوں میں)**۔اُن کی ضد، ہٹ دھرمی اور سرکشی کا عالم یہ ہے کہ **(وہ نہ مانیں گے اِسے)** یعنی اِس قرآن کو، **(یہاں تک کہ دیکھ لیں دکھ والا عذاب)** جو دُنیا میں دکھ دینے والا ہو جیسا کہ اگلی امتوں نے دیکھا۔۔یا۔۔قیامت میں۔**(تو وہ آہی جائے گا اُن پر اچانک، اور وہ)** اُس کے آنے کے وقت سے **(بے خبر ہوں گے ٥ تو چلائیں گے کہ کیا ہمیں مہلت ملے گی)** کہ ہم ایمان لائیں اور تصدیق کریں۔اُن کا حال یہ ہے کہ عذاب دیکھ کر مہلت مانگتے ہیں اور جب تک عذاب نہیں دیکھا تھا، تو کوئی کہتا کہ "برسا ہم پر پتھر"۔۔اور کوئی بولتا "لا ہم پر وہ عذاب جس کا وعدہ کیا تھا ہم سے"۔۔۔

أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ ﴿٢٠٤﴾ أَفَرَءَيْتَ إِن مَّتَّعْنَاهُمْ سِنِينَ ﴿٢٠٥﴾ ثُمَّ جَآءَهُم

تو کیا ہمارے عذاب کی جلدی مچارہے ہیں؟ • تمہیں دیکھو! کہ اگر مہلت دی ہم نے انہیں چند سال کی • پھر آ گیا اُن کے

مَّا كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿٢٠٦﴾ مَآ أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا كَانُوا يُمَتَّعُونَ ﴿٢٠٧﴾

پاس جس سے ڈرائے گئے ہیں • تو کیا کام دے گا اُنہیں جو رہنے سہنے دیے گئے •

(تو) اَے محبوب! اس طرح عذاب کا مطالبہ کرنے والے جو کہتے ہیں کہ ہمیں کب تک اس عذاب سے ڈراتے رہوگے۔ آخر وہ عذاب کب آئے گا، تو (کیا ہمارے عذاب کی جلدی مچار ہے ہیں) اور ہمارے عذاب کو جلد طلب کر رہے ہیں۔ تو اچھا اَے محبوب! (تمہیں دیکھو) اور بتاؤ (کہ اگر مہلت) دے بھی (دی ہم نے انہیں چند سال کی • پھر) اُس کے بعد (آ) ہی (گیا اُن کے پاس) وہ عذاب (جس سے ڈرائے گئے ہیں • تو کیا کام دے گا اُنہیں جو رہنے سہنے دیے گئے)۔۔الغرض۔۔ وہ سامان اُن کے کس کام آئے گا جس سے فائدہ اُٹھانے کی اُنہیں مہلت دی گئی۔ یعنی اُن کی طویل العمری اور دُنیوی عیش وعشرت اُنہیں عذابِ الٰہی سے نہ بچا سکے گا، اور نہ ہی اُس میں تخفیف ہو سکے گی۔ حق تعالیٰ کا ارشاد۔۔۔

وَمَآ أَهْلَكْنَا مِن قَرْيَةٍ إِلَّا لَهَا مُنذِرُونَ ﴿٢٠٨﴾ ذِكْرَىٰ وَمَا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿٢٠٩﴾

اور نہیں برباد فرمایا ہم نے کسی آبادی کو، مگر اُس کے لیے ڈرانے والے ہوئے • یاد دِہانی کو۔۔۔ اور ہم نہیں اندھیر والے •

(اور) فرمان ہے کہ (نہیں برباد فرمایا ہم نے کسی آبادی کو) یعنی کسی گاؤں کے لوگوں کو (مگر اُس کے لیے ڈرانے والے ہوئے • یاددہانی کو) اور نصیحت کرنے کو۔ یعنی پہلے ہم نے پیغمبر بھیجے، وہ اُن گاؤں والوں کو حق کی طرف بُلاتے تھے اور عذابِ الٰہی سے ڈراتے تھے۔ جب اُن لوگوں نے پیغمبروں کی تصدیق نہ کی اور عداوت و اِنکار میں زیادتی کی، تو عذاب کے مستحق ہو گئے۔ (اور ہم نہیں ہیں (اندھیر والے) ظالم، کہ ڈرانے سے پہلے ہلاک کر دیں۔

اب رہا کفارِ قریش کا یہ کہنا کہ 'رَئی' نام کا شیطان محمد ﷺ کے پاس آتا ہے اور اُن کے سامنے قرآن پڑھتا ہے، تو حق تعالیٰ نے اُن کی بات جھوٹی کر کے فرمایا۔۔۔

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيَاطِينُ ﴿٢١٠﴾ وَمَا يَنبَغِي لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيعُونَ ﴿٢١١﴾

اور نہیں اُتار لائے اِس کو شیطان • اور نہ وہ اِس لائق ہیں، اور نہ وہ ایسا کر سکیں •

اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿٢١٢﴾

بلاشبہ وہ سننے سے ہٹادیے گئے ہیں●

(اور) واضح کردیا کہ **(نہیں اُتارلائے اِس کوشیطان)** یعنی نہیں اُترتے قرآن سمیت شیطان، **(اور نہ وہ اِس)** کے **(لائق ہیں اور نہ)** ہی **(وہ ایسا کرسکیں)**۔یعنی وہ اِس کام کی سکت نہیں رکھتے، اور نہ ہی اِس پر قادر ہیں، اس واسطے کہ آگ کی مار اور فرشتے شیطانوں کو آسمان پر جانے سے مانع ہیں۔ **(بلاشبہ وہ سننے سے ہٹادیے گئے ہیں)**۔یعنی اُن کو کنارے لگادیا گیا ہے اور اتنا دُور کردیا گیا ہے، کہ وہ فرشتوں کے کلام کو سن ہی نہیں سکتے۔

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿٢١٣﴾

تو نہ دُہائی دو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی، کہ عذاب دیے جاؤ●

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿٢١٤﴾

اور ڈرسناؤ اپنے قریبی رشتہ داروں کو●

اُوپر عذابِ الٰہی کا ذکر ہوا تھا۔اب اُس سے بچنے کی صورت اِرشاد فرمائی جارہی ہے، کہ جس میں خطاب نبی سے ہے اور مراد امتی ہیں۔جس کا حاصل یہ ہے کہ اَے محبوب! اپنے ہر ہر امتی تک پیغامِ الٰہی پہنچادو اور اُن سے فرمادو، کہ اَے مخاطب! صرف اللہ تعالیٰ ہی مستحقِ عبادت ہے۔۔۔

(تو نہ دُہائی دو اللہ) تعالیٰ **(کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی کہ عذاب دیے جاؤ)** اور عذاب یافتہ لوگوں میں سے ہوجاؤ۔

اب خاص کرکے آنحضرت علیہ السلام کو مخاطب فرماکر فرمایا جارہا ہے، کہ۔۔۔

اَے محبوب! راہِ ہدایت کی طرف بُلاؤ **(اور ڈرسناؤ اپنے قریبی رشتہ داروں کو)** اُس عذاب سے جو شرک اور گناہ کبیرہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔

قریبی رشتہ داروں سے بنوہاشم مراد ہیں۔اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے میں اُن سے اِبتداء کرنا اُسی طرح اولیٰ ہے جس طرح نیکی اور صلہ رحم میں اُن سے اِبتداء کرنا اولیٰ ہے۔ اِس آیت کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ نے کوہِ صفا پر چڑھ کر اُن میں سے ایک

ایک کو پکارا۔ جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا، کہ اگر میں کہوں کہ اِس پہاڑ کے پیچھے سواروں کا ایک گروہ ہے، تو تم میری بات مانو گے؟ سب بولے کہ ہاں مانیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ میں ڈرانے والا ہوں تم کو عذابِ سخت سے جو کہ درپیش ہے۔ لوگ یہ بات سن کر بددِل ہو کر متفرق ہو گئے اور ابولہب آپ کو اِیذاء دینے پر مستعد ہو گیا۔

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢١٥﴾ فَاِنْ عَصَوْكَ

اور جھکا دو اپنے بازو کو اُن کے لیے، جو تمہارے پیچھے پیچھے چلیں مسلمان ● اب اگر تمہاری نافرمانی اُنہوں نے کی،

فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْۤءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٢١٦﴾

تو کہہ دو کہ "بلاشبہ میں بیزار ہوں تمہارے کرتوت سے" ●

نبی کریم سے فرمادیا گیا **(اور جھکا دو اپنے بازو کو اُن کے لیے جو تمہارے پیچھے پیچھے چلیں مسلمان)**۔ یعنی اَے محبوب! مہربانی کرو معزز کر کے بزرگی سے نوازدو اُس شخص کو جس نے تیری پیروی کی ایمان داروں میں سے۔ **(اب اگر تمہاری نافرمانی اُنہوں نے کی، تو کہہ دو کہ بلاشبہ میں بیزار ہوں تمہارے کرتوت سے)**۔ یعنی اگر تمہارے رشتہ دار بھی تمہارے نافرمان ہو جائیں، تو تم اُن سے اپنی براءت ظاہر کر دو اور اُن پر واضح کر دو کہ تمہارے کاموں پر مجھ سے مواخذہ نہیں کیا جائے گا۔ اَے محبوب! ہر حال میں خاص کر کے فریضۂ دعوت و تبلیغ و ہدایت انجام دینے کی صورت میں توکل سے کام لو۔۔۔

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿٢١٧﴾ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿٢١٨﴾ وَتَقَلُّبَكَ

اور بھروسہ رکھو عزت والے رحم والے پر ● جو نگرانی فرماتا ہے تمہاری جب کھڑے ہوتے ہو ● اور تمہاری اُلٹ پھیر کو

فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿٢١٩﴾ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٢٢٠﴾

نمازیوں میں ● بے شک وہی سننے والا علم والا ہے ●

(اور بھروسہ رکھو عزت والے) خدائے غالب پر، جو قادر ہے دشمنوں کو مغلوب اور مقہور کرنے پر۔ اور **(رحم والے پر)** یعنی خدائے مہربان پر جو قدرت رکھتا ہے دوستوں کو مدد پر۔ **(جو نگرانی فرماتا ہے تمہاری)** اَے محبوب! **(جب)** نمازِ تہجد کے لیے تنہا **(کھڑے ہوتے ہو، اور)** دیکھتا ہے **(تمہاری اُلٹ پھیر کو نمازیوں میں)**۔ یعنی نمازیوں کے بیچ حالتِ نماز میں تمہارے قیام اور رکوع و سجود اور امامت کرنے پر ربِّ کریم کی خاص نظر ہے۔ **(بے شک وہی سننے والا)** ہے تمہاری بات، اور **(علم والا ہے)**

جو تمہاری نیت کو جانتا ہے۔

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ﴿٢٢١﴾ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿٢٢٢﴾

کیا میں تمہیں بتادوں کہ "کس پراترتے ہیں شیطان؟" ● اترتے ہیں ہرافتراپرداز گنہ گار پر ●

يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَ اَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴿٢٢٣﴾ وَ الشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿٢٢٤﴾

سنی سنائی کہہ ڈالتے ہیں، اوراُن میں زیادہ تر جھوٹے ہیں ● اور شاعرلوگوں کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں ●

اِس سے پہلے حق تعالیٰ بیان فرماچکا ہے کہ محمد ﷺ پر شیطان کا اُترنا روانہیں، اس واسطے کہ باہم کوئی مناسبت نہیں ہے۔ اوراب یہاں فرماتا ہے، کہ۔۔۔

(**کیا میں تمہیں بتادوں کہ کس پر اُترتے ہیں شیطان**)؟ وہ (**اُترتے ہیں ہرافتراپرداز گنہ گار پر**)، جیسے کاہن جو شیطان سے (**سنی سنائی**) باتیں (**کہہ ڈالتے ہیں، اور**) حال یہ ہے کہ (**اُن میں زیادہ تر جھوٹے ہیں**) یعنی وہ سب کے سب جھوٹے ہیں۔ (**اور**) مشرک (**شاعرلوگوں کی پیروی**) اوراُن کی باتوں پراعتماد (**گمراہ لوگ کرتے ہیں**)۔ مشرک شاعر جیسے ابن زبعری، ہبیرہ، مساع اورامیہ ثقفی وغیرہ کے اشعار وغیرہ کی روایت اُن کے گمراہ شاگرد اور عرب کے احمق لوگ کرتے ہیں۔

منقول ہے کہ دو شاعروں نے حضرت رسالت پناہ علیہ السلام کے باب میں اور اسلام کی مذمت میں شعر کہے اور مشرکوں نے یاد کرلیے جسے وہ پڑھا کرتے تھے، یہ آیت اُن کی شان میں نازل ہوئی۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿٢٢٥﴾

کیا تم نے نہ دیکھا کہ وہ ہرمیدان میں بہکا کرتے ہیں ●

(**کیا تم نے نہ دیکھا**) اَے محبوب! (**کہ وہ ہر میدان میں بہکا کرتے ہیں**) جیسے کہ محبوب کے وصف میں شعر کہنا، فضول بکواس کرنا، اور قصہ وکہانی گڑھنا، دِل لگی کے مضمون نظم کرنا، نسبوں میں طعن کرنا، غیر مستحق کی مدح کرنا، نالائق کی تعریف کرنا، اور کسی کی مذمت میں مبالغہ کرنا، وغیرہ وغیرہ۔

وَ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٢٢٦﴾

اور بے شک وہ کہتے ہیں، جو خود نہیں کرتے ●

(اور بے شک وہ) شاعر لوگ (کہتے ہیں) وہ بات (جو خود نہیں کرتے)، یعنی بغیر گناہ کیے ہوئے اپنے اوپر از راہ حماقت گناہ کی گواہی دیتے ہیں۔ جو پیغام کہیں نہیں بھیجے اُسے نظم کرتے ہیں، اور اُس کو ہر جگہ بھیجنے کی اپنی طرف نسبت کرتے ہیں۔ اور اُس کے علاوہ بھی بہت سارے خرافات کرتے رہتے ہیں۔

اِس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت حسان بن ثابت، عبداللہ بن رواحہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے شاعروں کا ایک گروہ حضرت رسولِ اکرم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض پیش کی، کہ حق تعالیٰ جانتا ہے کہ ہم شاعر ہیں۔ حضرت ابن رواحہ نے کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ میں اِسی وصف میں مرجاؤں۔ یعنی مجھ سے شاعری کبھی نہ چھوٹے اور تاحیات شاعری کے شغل میں مبتلا رہوں، تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن جہاد کرتا ہے اپنی شمشیر سے اور تم لوگ اپنی زبان سے کافروں کی شان میں جو شعر کہتے ہو، وہ تیر اور نیزے سے زیادہ اُن پر سخت ہیں۔ اِس سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ جن شاعر کے تابع احمق لوگ ہیں، وہ ہر وادی میں سرگرداں پھرتے ہیں۔

إِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ

مگر جو ایمان لائے اور لیاقت مندی کے کام کیے، اور تذکرہ کیا اللہ کا بہت، اور بدلہ لیا بعد اس کے

مَا ظُلِمُوْا ۭ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿٢٢٧﴾ ع ١١ ١٥

کہ ستائے گئے۔ اور جلد ہی جان لیں گے جنہوں نے ستایا ہے، کہ کس کروٹ پلٹا کھاتے ہیں●

(مگر) وہ لوگ (جو ایمان لائے اور لیاقت مندی کے کام کیے) اور رب تعالیٰ کی حمد وثنا میں اور محبوبِ رب کی شان میں نعت کہی اور کافروں کے ہجو اور مذمت میں مشغول ہوئے، (اور تذکرہ کیا اللہ) تعالیٰ (کا بہت) اپنے اشعار میں، (اور بدلہ لیا) مشرکوں سے (بعد اِس کے کہ ستائے گئے) تھے ہجو کے سبب سے، یعنی اُن کی ہجاء اُنہیں کی طرف پھیر دی۔

--چنانچہ-- نبی کریم نے حضرت حسان سے فرمایا کہ "مشرکوں کی ہجو کر، پس جبرائیل تیرے ساتھ ہیں"۔ بعض عارفین کا ارشاد ہے، کہ ہر چند حق تعالیٰ نے آیہ کریمہ والشعراء --الآیۃ میں شاعروں کو جو کہ دریائے شعر کے پیراک ہیں جمع کرلیا ہے، اور لام استغراق کی کمند اُن کی گردنوں میں ڈال دی ہے، کبھی انہیں حماقت کے دریائے بے نہایت میں ڈالتا

ہے، اور کبھی انہیں حیرت اور گمراہی کے جنگل میں پیاسا سرگرداں کرتا ہے، مگر اکثر اُن میں سے نیک کام کرنے کے سبب اور سچا ایمان رکھنے کے باعث **اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ** کی کشتی میں امن وامان اور سکون وآرام سے بیٹھے ہیں اور **ذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا** کے بادبان کے واسطہ سے خلاص کے ساحل اور نجات کے کنارے پہنچ گئے۔

مؤمنین کے ساتھ ظلم (اور) زیادتی کرنے والوں کو معلوم ہونا چاہیے، کہ **(جلد ہی جان لیں گے جنہوں نے ستایا ہے)** کفر اور افتراء کر کے۔۔یا۔۔پیغمبر کی طرف شاعری کی نسبت کر کے، **(کہ) موت کے بعد (کس کروٹ پلٹا کھاتے ہیں)**۔ مراد یہ ہے کہ اُن کا مکان آتشِ دوزخ میں ہوگا۔

باسمہٖ سبحانہٗ تعالیٰ

بعونہٖ تعالیٰ آج بتاریخ

۲۳؍ رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ۔۔مطابق۔۔۲۴؍ اگست ۲۰۱۱ء

بروز چہارشنبہ سورۃ الشعراء کی تفسیر مکمل ہوگئی۔ دُعا گو ہوں کہ

مولیٰ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے پورے قرآنِ کریم کی تفسیر مکمل

کرنے کی سعادت مرحمت فرمائے، اور فکر وقلم کو اپنی حفاظت میں رکھے۔

آمِین یَا مُجِیبَ السَّائِلِینَ بِحَقِّ طٰهٰ وَ یٰسٓ وَبِحَقِّ نٓ وصٓ

وَبِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِینَ سَیِّدِنَا **محمد** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

بفضلہٖ تعالیٰ آج بتاریخ

۲۴؍ رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ۔۔مطابق۔۔۲۵؍ اگست ۲۰۱۱ء

بروز پنجشنبہ، سورۃ النمل کی تفسیر کا آغاز کر دیا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اِس کی

اور باقی پورے قرآنِ کریم کی تفسیر کرنے کی سعادت اپنے فضل وکرم

سے مرحمت فرمائے، اور فکر وقلم کو اپنی حفاظت میں رکھے۔

آمِین یَا مُجِیبَ السَّائِلِینَ بِحَقِّ طٰهٰ وَیٰسٓ وَبِحَقِّ نٓ وصٓ

وَبِحَقِّ یَابُدُّوحُ وَبِحُرْمَةِ حَبِیبِكَ وَنَبِیِّكَ

سَیِّدِنَا **محمد** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

سورۂ نمل۔۔۔٢٧ مکیہ ٤٨ سُوْرَةُ النَّمْلِ آیاتہا ٩٣۔۔رکوعاتہا ٧
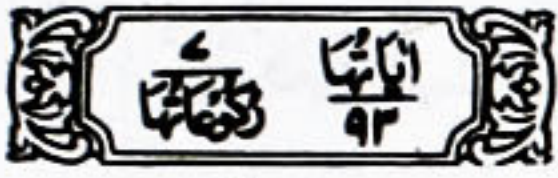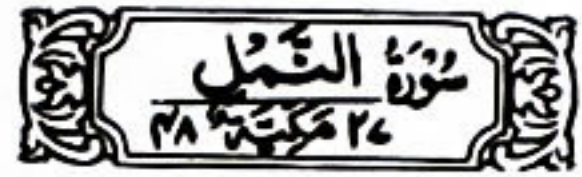
یہ سورۂ مبارکہ نزول کے اِعتبار سے جس کا نمبر ٤٨ ہے اور ترتیبِ مصحف کے اِعتبار سے جس کا نمبر ٢٧ ہے۔ جو مکی ہے اور سورۃ الشعراء کے بعد اور سورۃ القصص سے پہلے نازل ہوئی۔ اہلِ مدینہ اور اہلِ مکہ کے نزدیک اِس کی پچانوے ٩٥ آیتیں ہیں اور اہلِ شام، بصرہ اور کوفہ کے نزدیک اِس کی چورانوے ٩٤ آیات ہیں۔ ہمارے مصاحف میں اِس کی ترانوے ٩٣ آیات لکھی ہوئی ہیں۔ آیات کا یہ اختلاف اُن کے شمار کے اعتبار سے ہے۔ اِس سورۂ کی آیت ١٨ میں 'النمل' کا ذکر ہے، اس لیے اِس کا نام 'سورۃ النمل' قرار دے دیا گیا۔ اِس سے پہلی سورت میں انبیاء علیہم السلام کے قصص بیان کیے گئے تھے، لیکن اِس میں حضرت داود اور حضرت سلیمان کا قصہ نہیں تھا۔ اِس میں اُن کا قصہ بھی ہے۔ سو یہ سورہ سابقہ سورت کا تتمہ ہے۔

سابقہ سورت میں جن انبیاءِ کرم علیہم السلام کے قصص اجمالی طور پر بیان کیے گئے تھے، اِس سورت میں اُن کے قصص تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ اِس سے پہلی سورۃ یعنی سورۃ الشعراء کی اِبتداء میں قرآنِ مجید کا وصف بیان فرمایا تھا، تو اِس سورہ کی اِبتداء میں بھی قرآنِ کریم کا وصف بیان فرمایا ہے۔ اِن دونوں سورتوں میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے، کہ آپ کفار کی اِیذاء رسانی سے گھبرائیں نہیں اور نہ پریشان ہوں۔ اِس سورہ میں جو امور بیان کیے گئے ہیں، اُن کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لائے اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کی تصدیق کرے، اور اپنی زندگی گزارنے کے لیے قرآنِ کریم کو چراغِ ہدایت مان لے۔ ایسی بابرکت، ہدایت افروز سورۂ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور ایمان والوں کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

طٰسٓ تِلْكَ اٰیٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِیْنٍ ﴿١﴾

ط س۔۔ یہ ہیں آیتیں قرآن کی، اور روشن کتاب کی●

(طٰسٓ)

اللہ تعالیٰ ہی جانے اِن حروف سے اپنی مراد کو۔۔یا۔۔اللہ تعالیٰ ہی کے علم دینے سے وہ جانیں جن پر اِن کو نازل فرمایا گیا ہے۔۔یا۔۔خدا کے وہ محبوبین جانیں جن پر اِن حروف میں مخفی اسرار ورموز کو کھول دیا گیا ہے۔تو قسم ہے طہارتِ قدسِ الٰہی کی اور سنائے عزّ ناممتناہی کی۔۔یا۔۔قسم ہے طالبین راہِ مولیٰ کی، جن کے دِلوں کو ماسویٰ اللہ سے سلامتی حاصل ہے۔

(یہ) سورت (ہیں آیتیں قرآن کی) جنہیں بکثرت پڑھا جاتا ہے، (اور) آیتیں ہیں (روشن کتاب کی) جنہیں بکثرت لکھا جاتا ہے۔

تو پڑھنے کی جہت سے وہ قرآن ہیں، اور لکھنے کی جہت سے وہ کتاب ہیں۔ پہلے قرأت ہوئی پھر کتابت، اس لیے بیان کی ترتیب میں پہلے قرآن اِرشاد فرمایا گیا پھر کتاب کا ذکر کیا گیا۔ یہ روشن کتاب کس لیے ہے؟۔۔۔

هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢﴾

ہدایت اور خوشخبری مان جانے والوں کے لیے●

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿٣﴾

جو پابندی کریں نماز کی، اور دیں زکوٰۃ، اور وہ آخرت پر یقین رکھیں●

(ہدایت) دینے (اور خوشخبری) سنانے کے لیے (مان جانے والوں کے لیے)۔ یہ کتاب راہ تو سب کو دکھاتی ہے اور اُس کی ہدایت سب کے لیے ہے، لیکن اُس کی ہدایت سے کماحقہٗ فائدہ اُٹھانے والے وہی ہیں جو ایمان والے ہیں۔ اور (جو پابندی کریں نماز کی) اور اُسے کماحقہٗ ہمیشہ ادا کرتے رہیں (اور دیں زکوٰۃ) یعنی اپنے مالوں میں سے مستحقوں کو دیتے رہیں۔

مکہ شریف میں اِسی قدر حکم تھا۔۔ہاں۔۔مدینہ شریف میں معروف ومتعارف زکوٰۃ کا اُس کے تمام قواعد وضوابط کے ساتھ حکم نازل فرمایا گیا۔

(اور وہ آخرت پر یقین رکھیں)۔

اِس مقام پر ذہن نشین رہے کہ انسان کے شرف کے تین [٣] مراتب ہیں، پہلا مرتبہ یہ ہے کہ اُس کو مبدءِ فیاض کا علم ہو اور اُس پر ایمان ہو، اور آخری مرتبہ یہ ہے کہ اُس کو معاد اور آخرت کا علم ہو اور اُس پر ایمان ہو، اور متوسط مرتبہ یہ ہے کہ وہ اِن دونوں مرتبوں کے ثبوت

اور تصدیق کے لیے اللہ تعالیٰ کے تمام احکام پر عمل کرے۔

اور اُن اِحکام میں اہم حکم یہ ہے کہ وہ اپنی جان اور مال کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں صَرف کرے۔ نماز پڑھے اور زکوٰۃ ادا کرے۔ اور جو اِن اَحکام پر پابندی سے عمل کرے گا وہ باقی اَحکام پر بھی پابندی سے عمل کرے گا۔ اس لیے اِس آیت میں پہلے انسان کے شرف اور کمال کے پہلے مرتبہ کا ذکر فرمایا اور وہ اللہ و رسول پر ایمان لانا ہے، پھر متوسط مرتبہ کا ذکر کیا اور وہ نماز پڑھنا اور زکوٰۃ ادا کرنا ہے، اور اُس کے بعد آخری مرتبہ کا ذکر کیا اور وہ آخرت پر یقین رکھنا ہے۔

یہاں یہ بھی ظاہر کرنا مقصود ہے کہ جو لوگ نفس پر دشواری کے باوجود نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، دراصل وہی مسلمان آخرت پر یقین رکھنے والے ہیں۔ کیونکہ آخرت کا خوف ہی اُن کو شہوت اور غضب کے غلبہ کے وقت گناہوں سے باز رکھتا ہے اور نیک اعمال بالخصوص فرائض وواجبات وموٴکدات پر عمل کرنے کو اُبھارتا ہے۔ موٴمنین کے ذکر کے بعد قرآنِ کریم اپنے اسلوب کے مطابق کافروں کا ذکر فرما رہا ہے، اس لیے کہ ایک ضد کی معرفت سے اس کے دوسرے ضد کا تعارف بخوبی ہو جاتا ہے۔۔ چنانچہ۔۔ ارشاد ہوتا ہے، کہ۔۔۔

اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَیَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ یَعْمَهُوْنَ ؕ﴿۴﴾

بے شک جو نہ مانیں آخرت کو، تو اچھا لگنے دیا ہم نے اُن کی نگاہوں میں اُن کے کرتوتوں کو، تو وہ مدہوش ہیں●

اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَ هُمْ فِی الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۵﴾

وہی ہیں جن کے لیے بُرا عذاب ہے، اور وہی ہیں آخرت میں گھاٹے والے●

(بے شک جو نہ مانیں آخرت کو، تو) اُن کا حال یہ ہے، کہ **(اچھا لگنے دیا ہم نے اُن کی نگاہوں میں اُن کے کرتوتوں کو)**۔۔ چنانچہ۔۔ اُن کے بُرے کاموں کو اُن کی طبیعت کا مرغوب اور اُن کے نفس کا محبوب کر دیا ہے۔ اِس طرح کہ اُن میں امیدوں اور خواہشوں کو مِلا دیا ہے کہ بُرے کام انہیں اچھے نظر آتے ہیں، **(تو وہ مدہوش ہیں)** اور سرگرداں ہیں اپنی گمراہی میں۔ **(وہی ہیں جن کے لیے بُرا عذاب ہے)** دُنیا میں، جیسے کہ قتل اور قیدی ہونا جنگِ بدر کے دن۔ **(اور وہی ہیں آخرت میں گھاٹے والے)**۔ یعنی آخرت میں بڑا نقصان اُٹھانے والے وہی ہیں، ثواب فوت ہونے اور مستحقِ عذاب ہو جانے کے سبب سے۔ آغازِ سورہ میں جس قرآنِ کریم کی آیات کا ذکر ہے اَے محبوب! وہ تم پر نازل ہوا۔۔۔

وَ اِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ⑥

اور بے شک تم سکھائے جاتے ہو قرآن کو، حکمت والے علم والے کی طرف سے ●

(اور بے شک تم سکھائے جاتے ہو قرآن کو حکمت والے علم والے کی طرف سے)۔ یعنی اے محبوب! تم قرآن حاصل کرلیتے ہو جبرائیل کے سکھانے سے، کہ وہ تمہارے پاس آتے ہیں پاس سے اُس خداوند کے جس کے کام راست اور درست ہیں، اور جو ہر غیب وشہادت کا جاننے والا ہے۔

اب اِس سورت میں قصصِ انبیاء علیہم السلام میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پہلا قصہ بیان فرمایا جارہا ہے۔

اے محبوب! یاد کرو۔۔۔

اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖۤ اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا ؕ سَاٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ

جب کہا تھا موسیٰ نے اپنی اہلیہ کی خاطر کہ" مجھے دیکھ پڑی ہے آگ۔ بہت جلد تمہارے پاس اس کی خبر لاتا ہوں،

اَوْ اٰتِیْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ⑦

یا لے آؤں گا تمہارے لیے چمکتی چنگاری، کہ تم تاپ لو" ●

(جب کہا تھا موسیٰ نے اپنی اہلیہ کی خاطر) اپنے اُن لوگوں سے جو اُن کے ساتھ تھے اُس وقت جب وہ مدین سے مصر کی طرف متوجہ ہوئے اور راہ بھول گئے، اور اُن کی بی بی کو دردِ زہ ہوا اور جاڑے نے شدت کی تھی، تو حضرت موسیٰ نے کہا (کہ مجھے دیکھ پڑی ہے آگ) جلتی ہوئی۔ (بہت جلد تمہارے پاس اُس کی خبر لاتا ہوں) یعنی جو کوئی اُس آگ کے قریب ہو اُس سے راہ کی خبر پوچھوں، (یا لے آؤں گا تمہارے لیے چمکتی چنگاری) یعنی آگ کا شعلہ، تا (کہ تم تاپ لو) اور اُس آگ کے سبب سے گرم ہو جاؤ۔

فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِیَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِی النَّارِ وَ مَنْ حَوْلَهَا ؕ

چنانچہ جب آئے اُس آگ کے پاس، تو پکارا گیا کہ" مبارک ہیں، جو اِس روشنی میں ہیں، اور جو اِس کے گرداگرد ہیں،

وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ⑧

اور پاکی ہے اللہ کی، سارے جہان کا پالنے والا" ●

(چنانچہ جب آئے اُس آگ کے پاس) تو ایک روشنی دیکھی بے گرمی کی سبز درخت میں۔

اور بعضوں نے کہا آگوں کی طرح اُس آگ میں بھی گرمی تھی۔ بہر تقدیر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں پہنچے۔۔۔

(تو پکارا گیا) اور ندا کی گئی، (کہ مبارک ہیں جو اِس روشنی میں ہیں) یعنی آگ کے مقام پر بقعۂ مبارک میں ہیں۔۔یا۔۔آگ کی تلاش میں ہیں، یعنی موسیٰ علیہ السلام (اور جو اِس کے گرداگرد ہیں) یعنی فرشتے۔ (اور پاکی ہے اللہ) تعالیٰ (کی) تشبیہ سے، جو (سارے جہان کا پالنے والا ہے)۔

جب موسیٰ علیہ السلام نے یہ ندا سنی، تو کہا کہ کون ندا کرتا ہے؟ پھر ندا آئی کہ۔۔۔

يٰمُوْسٰٓى اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٩﴾ وَاَلْقِ عَصَاكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا

"اَے موسیٰ، بے شک واقعہ یہی ہے کہ میں ہی اللہ ہوں، عزت والا حکمت والا● اور ڈال دو اپنا عصا۔" پھر جب دیکھا اُسے

جَاۗنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ۭ يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ۣ

کہ رینگتا ہے، گویا کہ وہ سانپ ہے، تو ہٹ گئے منہ پھیر کر اور مُڑ کر نہ دیکھا۔ "اَے موسیٰ ڈرو نہیں۔۔

اِنِّىْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿١٠﴾

بے شک میں ہوں کہ نہیں ڈرتے میرے ہوتے، رسول لوگ"●

(اَے موسیٰ! بے شک واقعہ یہی ہے کہ میں ہی اللہ) تعالیٰ (ہوں عزت والا حکمت والا) یعنی غالب حکم کرنے والا مضبوطی کے ساتھ۔ (اور) اَے موسیٰ علیہ السلام (ڈال دو اپنا عصا)۔

موسیٰ علیہ السلام نے عصا ڈال دیا، وہ فوراً سانپ ہو کر چلنے لگا۔

(پھر جب دیکھا اُسے) موسیٰ علیہ السلام نے (کہ رینگتا ہے) اور حرکت کرتا ہے اضطراب کے ساتھ اور ہر طرف جاتا ہے (گویا کہ وہ سانپ ہے) باریک تیز چلنے والا۔

پہلے تو چھوٹا سا سانپ ہوتا تھا، پھر آخر کو اژدہا ہو جاتا تھا۔۔یا۔۔ایک تفسیر کے مطابق کہ وادی مقدس میں چھوٹا اور پتلا سانپ تھا اور فرعون کے سامنے اژدہا بن گیا۔ ویسے صورتِ حال کے پیشِ نظر مناسب یہی ہے کہ کہا جائے وادی مقدس میں بھی حضرت موسیٰ کے سامنے بھی وہ اژدہا ہو گیا اور پھر حسبِ حکمت چھوٹا بڑا ہوتا رہا۔

۔۔الختصر۔۔ جب حضرت موسیٰ نے اُسے دیکھا (تو ہٹ گئے منہ پھیر کر) یعنی اُس کے خوف سے بھاگے (اور) پھر اُسے (مُڑ کر نہ دیکھا) اور واپس نہ ہوئے، تو دوبارہ ندا پہنچی، کہ (اَے موسیٰ)

میرے سوا کسی سے (ڈرونہیں)، کیونکہ (بے شک میں) ہی (ہوں کہ نہیں ڈرتے میرے ہوتے رسول لوگ) اِس واسطے کہ اُن کے لیے میرے پاس بُرا انجام نہیں کہ اُس سے ڈریں، اور ڈرنا چاہیے ظالموں کو۔ اِسی لیے نہیں ڈرتے مجھ سے۔۔۔

اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿١١﴾

مگر جس نے ظلم کیا، پھر اگر نیکی کا بدلہ دیا بُرائی کے بعد، تو بے شک میں بخشنے والا رحم فرمانے والا ہوں●

(مگر جس نے ظلم کیا۔ پھر اگر نیکی کا بدلہ دیا بُرائی کے بعد)، یعنی بُرائی کے بعد توبہ کرلے اور نیک کام انجام دینے لگے، (تو بے شک میں بخشنے والا) ہوں توبہ کرنے والوں کو۔ اور (رحم فرمانے والا ہوں) اُن پر۔

وَاَدْخِلْ یَدَكَ فِیْ جَیْبِكَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ فِیْ تِسْعِ اٰیٰتٍ

"اور ڈال اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں، نکلے گا سفید روشن، بغیر کسی عیب کے۔۔ یہ نو معجزات میں سے ہے

اِلٰی فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿١٢﴾

فرعون اور اس کی قوم کی طرف۔ کہ بلاشبہ وہ نافرمان لوگ تھے"●

(اور) اَے موسیٰ علیہ السلام! (ڈال اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں)۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کُرتے میں آستین نہ تھی، تو حکم ہوا۔۔ کہ۔۔

ہاتھ گریبان میں ڈالو، اُس میں سے تمہارا ہاتھ (نکلے گا سفید روشن) چمکتا ہوا نورانی (بغیر کسی بیماری کے (عیب کے)۔ یعنی ہاتھ کے سفیدی 'برص' کی بیماری کے سبب نہ ہوگی، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے گریبان میں ہاتھ ڈالا اور چمکتا ہوا نورانی نکالا، تو ندا پہنچی کہ (یہ) دونوں نشانیاں، اِن کا ہر ایک تمہارے (نو معجزات میں سے ہے)۔ تو جاؤ اِن نشانیوں کے ساتھ رسول ہوکر (فرعون اور اُس کی قوم کی طرف)، کیوں (کہ بلاشبہ وہ) پہلے ہی سے (نافرمان لوگ تھے)۔۔ الختصر۔۔

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰیٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿١٣﴾ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَیْقَنَتْهَآ

پھر جب آگئیں ہماری نشانیاں اُن کے پاس آنکھیں کھول دینے والی، تو سب بولے کہ "یہ کھلا جادو ہے"● اور اُن کا انکار کردیا،

ع ١/١٤ ١٦

اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ؕ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿١۴﴾

اور یقین رکھتے تھے اُن کے دِل ظلم وغرور سے۔تو دیکھ لو کہ کیسا انجام ہوا فسادیوں کا●

(پھر جب آگئیں ہماری) قدرت کی (نشانیاں) اور موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کی دلیلیں (اُن کے) یعنی فرعون اور اُس کی قوم کے (پاس آنکھیں کھول دینے والی) کھلی ہوئی صاف، (تو سب) فرعونی (بولے کہ یہ کھلا جادو ہے) یعنی سب جانتے ہیں کہ یہ جادو ہے۔ (اور اُن کا اِنکار کردیا)۔۔الغرض۔۔ اُن معجزات کے منکر ہوگئے۔ (اور) صورتِ حال درحقیقت یہ تھی کہ (یقین رکھتے تھے اُن کے دِل) کہ یہ نشانیاں خدا کے پاس سے ہیں، جادو نہیں ہیں۔اُن کا اِنکار صرف (ظلم وغرور) کی وجہ (سے) تھا۔وہ اپنی بڑائی کے زعم اور متکبرانہ فکر کے سبب اِنکار کر بیٹھے۔ (تو دیکھ لو کہ کیسا انجام ہوا فسادیوں کا)۔دُنیا میں پانی کے اندر ڈوبے اور عقبیٰ میں آگ کے اندر جلیں گے۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا

اور بے شک ہم نے دیا تھا داوٗد وسلیمان کو علم۔اور دونوں نے خطبہ دیا کہ ''ساری حمد اللہ کی،جس نے بڑائی دی ہمیں،

عَلٰى كَثِیْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿١۵﴾

بہتیرے اپنے ماننے والے بندوں پر''●

سابقہ آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا تھا،اور اِس اگلی آیت میں حضرت داود اور حضرت سلیمان کا قصہ شروع فرمایا ہے۔حضرت موسیٰ اور حضرت داود اور حضرت سلیمان کے قصص توراۃ میں مذکور ہیں،اور قریشِ مکہ کو معلوم تھا کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے توراۃ اور انجیل نہیں پڑھیں اور نہ آپ علماءِ اہلِ کتاب کی مجلس۔۔یا۔۔اُن کے مدرسہ میں رہے ہیں،اُس کے باوجود آپ انبیاءِ سابقین کے متعلق وہ چیزیں بیان فرماتے ہیں جس کی تصدیق اُن کی کتابوں میں تھی،اور اُس سے یہ یقین حاصل ہوتا ہے کہ آپ کو انبیاءِ سابقین کے متعلق اِن باتوں کا علم اللہ تعالیٰ کی وحی سے حاصل ہوا،اور یہ آیتیں آپ کی بنائی ہوئی نہیں ہیں،بلکہ یہ اللہ کی نازل کی ہوئی آیتیں ہیں،اور مختلف سورتوں میں اللہ تعالیٰ بار بار ان انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرماتا ہے،تاکہ اِس کلام کے وحی الٰہی ہونے پر بار بار تنبیہ ہوتی رہے اور قریش کو بار بار یاد دِہانی ہوتی رہے اور سننے والوں کے دِلوں میں اور اُن کے دماغوں میں ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلائل تازہ ہوتے رہیں

۔۔الختصر۔۔حضرت داوداور حضرت سلیمان علیہما السلام کے تعلق سے اِرشاد ہوتا ہے۔۔۔

(اور) فرمایا جاتا ہے (بے شک ہم نے دیا تھا داود وسلیمان کو) احکامِ شریعت کا (علم) (اور) علم حاصل کرنے کے بعد (دونوں نے خطبہ دیا کہ ساری حمد اللہ) تعالیٰ (کی، جس نے) علم کے سبب سے (بڑائی دی ہمیں بہتیرے اپنے ماننے والے بندوں پر)۔

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ

اور گدی پائی سلیمان ہی نے داؤد کی، اور شاہی خطبہ دیا کہ "اَے لوگو! ہم سکھلائے گئے ہیں پرند کی بولی،

وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴿١٦﴾

اور ہمیں ہر چیز سے کچھ عطا فرمادیا گیا ہے۔ بے شک یہ کھلا ہوا فضل ہے"●

(اور) حضرت سلیمان پر کرم بالائے کرم یہ ہوا کہ علم ونبوت کے ساتھ ساتھ (گدّی پائی سلیمان ہی نے داود کی)۔

حضرت داود علیہ السلام کے انیس[١٩] بیٹے تھے۔ ہر ایک کو سلطنت کا دعویٰ تھا۔حق تعالیٰ نے ایک نامہ مہر کیا ہوا آسمان سے بھیجا اور اُس میں چند سوالات لکھے تھے، اور فرمایا کہ اَے داود تمہارے بیٹوں میں سے جو اِن سوالوں کا جواب دے، وہ تمہارے بعد سلطنت کا مالک ہوگا۔ حضرت داود علیہ السلام نے بیٹوں کو جمع کیا اور علماء اور شرفاء کو بُلا کر سوالات اپنے بیٹوں کے سامنے پیش کیے، کہ بتاؤ:

﴿١﴾۔۔سب سے زیادہ نزدیک کیا ہے؟ ﴿٢﴾۔۔اور سب سے زیادہ دُور کیا ہے؟
﴿٣﴾۔۔اور کس چیز کے ساتھ سب سے زیادہ اُنس ومحبت ہوتی ہے؟
﴿٤﴾۔۔اور کس چیز سے نفرت اور وحشت ہوتی ہے؟ ﴿٥﴾۔۔اور کون دو[٢] قائم؟
﴿٦﴾۔۔اور دو[٢] مختلف؟ ﴿٧﴾۔۔اور دو[٢] دشمن ہیں؟ ﴿٨﴾۔۔اور کون سا کام ہے جس کا انجام بہتر ہے؟ ﴿٩﴾۔۔اور کس کام کا انجام بُرا ہے؟

پس داود علیہ السلام کے اُور بیٹے اُن کے جواب سے عاجز آئے، مگر سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر اجازت ہو، تو میں جواب دوں۔ داود علیہ السلام نے اجازت دی تو سلیمان علیہ السلام نے فرمایا، کہ۔۔۔

﴿١﴾۔۔آدمی کے ساتھ سب چیزوں سے زیادہ نزدیک موت ہے۔

﴿۲﴾۔۔اور سب سے زیادہ دُور وہ چیز ہے جو دُنیا میں سے گزرتی ہے۔

﴿۳﴾۔۔اور انس ومحبت جس کے ساتھ بہت ہے وہ انسان کا جسم ہے روح سمیت۔

﴿۴﴾۔۔اور سب سے زیادہ نفرت جسم بے روح کے ساتھ ہوتی ہے۔

﴿۵﴾۔۔اور دو قائم زمین وآسمان ہیں۔ ﴿۶﴾۔۔اور دو مختلف دن رات ہیں۔

﴿۷﴾۔۔اور دو دشمن موت اور زندگی ہیں۔

﴿۸﴾۔۔اور جس کا انجام بہتر ہے وہ بُردباری ہے غصے کے وقت۔

﴿۹﴾۔۔اور جس کا انجام بُرا ہے وہ تیزی ہے غصہ کی حالت میں۔

اور چونکہ سوالات کے جوابات اُتری ہوئی کتاب کے موافق تھے،تو بنی اسرائیل کے بڑے بڑے علماء اور شرفاء نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے فضل وکمال کا اعتراف کیا اور حضرت داود نے سلطنت انہیں سپرد کی اور دوسرے ہی دن وفات پائی۔۔الحاصل۔۔یہ سلطنت وراثت کی بنیاد پر انہیں نہیں ملی بلکہ علم کی بنیاد پر حاصل ہوئی۔۔چنانچہ۔۔حضرت سلیمان علیہ السلام تخت پر بیٹھے۔۔۔

(اور شاہی خطبہ دیا کہ اَے لوگو! ہم سکھلائے گئے ہیں پرند کی بولی)۔ چڑیوں کے ہر گروہ کی ایک آواز ہے کہ اُسی قسم کی چڑیاں اُس آواز کے معنی اور غرضیں سمجھ لیتی ہیں،اور جو سلیمان علیہ السلام کو سکھایا وہ یہی تھا جو چڑیاں آپس میں سمجھتی ہیں۔۔غرضیکہ۔۔پرندوں کی زبان پہچاننا حضرت سلیمان علیہ السلام کا معجزہ ہے۔ اِسی سبب سے فرمایا، کہ خدا نے مجھے **مَنْطِقَ الطَّيْرِ** سکھائی۔(اور ہمیں ہر چیز) میں (سے) جس کی مجھے حاجت تھی (کچھ عطا فرما دیا گیا ہے۔۔بے شک یہ) عطا، وہ تو (کھلا ہوا فضل ہے) کہ کسی پر پوشیدہ نہیں۔

وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۷﴾

اور اکٹھا کیے گئے سلیمان کی خاطر اُن کے لشکر، جن اور انسان و پرند، تو روکے جاتے تھے بڑھ جانے سے ●

(اور اکٹھا کیے گئے سلیمان کی خاطر اُن کے لشکر، جن اور انسان و پرند) جو چلائے جاتے تھے سیر کے وقت (تو روکے جاتے تھے بڑھ جانے سے) تاکہ باہم مل جائیں۔

بعض تفسیروں میں ہے کہ باوصف اِس کے کہ شمار میں وہ لشکر بڑا تھا، مگر تتر بتر نہ ہوتا تھا ۔۔بلکہ۔۔اس طرح سے رہتا تھا کہ لشکر والوں میں سے کوئی اپنے ٹھہرنے کی جگہ، نہ ذرّہ

برابر آگے بڑھ سکتا تھا اور نہ ہی پیچھے ہٹ سکتا تھا۔

تفسیروں میں یہ بھی ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے لشکر پڑنے کا میدان سو فرسخ یعنی تین سو میل لمبا اور سو فرسخ چوڑا تھا۔ پچیس فرسخ جنوں کے لشکر کے واسطے اور اِسی قدر آدمیوں کے لشکر کے لیے، اور اِسی مقدار چڑیوں کے واسطے اور اُتنا ہی وحشی جانوروں کے لیے، اور ایک ایک فرسخ تک ریشمی فرش بچھا کر بیچ میں تخت رکھا جاتا تھا، اور رؤسا اور شرفاء اُن کرسیوں پر بیٹھتے تھے جو تخت کے گرداگرد تھیں۔ ہَوا اُس فرش کو اُٹھاتی، دِن بھر میں مہینہ بھر کی راہ لے جاتی۔ ایک دن ولایتِ شام سے یمن کی طرف جاتے تھے۔۔۔

حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَوۡا عَلٰی وَادِ النَّمۡلِ ۙ قَالَتۡ نَمۡلَۃٌ یّٰۤاَیُّهَا النَّمۡلُ ادۡخُلُوۡا

یہاں تک کہ آئے چیونٹی کی وادی پر۔ بولی ایک چیونٹی کہ "اَے چیونٹیو! گھس جاؤ اپنے

مَسٰکِنَکُمۡ ۚ لَا یَحۡطِمَنَّکُمۡ سُلَیۡمٰنُ وَ جُنُوۡدُهٗ ۙ وَ هُمۡ لَا یَشۡعُرُوۡنَ ﴿۱۸﴾

اپنے سوراخ میں، کہ کچل نہ ڈالیں تمہیں سلیمان اور اُن کا سارا لشکر، انجانی میں"●

(یہاں تک کہ آئے چیونٹی کی وادی پر) یعنی جنوبی طائف میں جو وادی ہے اُس کے نیچے نیچے آتے تھے، تو **(بولی ایک چیونٹی)** جو تمام چیونٹیوں کی سردار تھی، **(کہ اَے چیونٹیو! گھس جاؤ اپنے اپنے سوراخ میں، کہ)** کہیں **(کچل نہ ڈالیں تمہیں سلیمان اور اُن کا سارا لشکر انجانی میں)**۔۔ الغرض۔۔ تم یہاں نہ ٹھہرو کہ روندی جاؤ۔

روایت ہے کہ ہَوا نے تین میل کے فاصلے سے یہ بات سلیمان علیہ السلام کے کان میں پہنچائی ۔۔ الحاصل ۔۔ حضرت سلیمان نے تین میل کے فاصلے سے چیونٹی کی آواز سن لی، اور اِس سے بھی زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ چیونٹی نے تین میل کے فاصلے سے حضرت سلیمان کے لشکر کو دیکھ لیا، اُن کے آنے کی چاپ کو سن لیا، اور اُن کے لشکر کی کثرت کو سمجھ لیا۔

اِس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ اگر قادرِ مطلق سنانا اور دکھانا چاہے، تو ایک چیونٹی کو بھی محیر العقول سماعت وبصارت سے نواز سکتا ہے، چہ جائیکہ انبیاءِ کرام اور خدا کے محبوبین۔ اس لیے کہ ایسوں کو دُور کی سنا دینا۔۔ یا۔۔ دُور کی دکھا دینا اُس ربِّ قدیر کے لیے کیا مشکل ہے؟۔۔ القصہ۔۔

جب چیونٹی کی بات سماعت فرمائی۔۔۔

لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢١﴾

ضرور اُسے سخت سزا دوں گا، یا ذبح ہی کر ڈالوں گا، یا وہ لے آئے میرے سامنے کوئی روشن وجہ" ●

(ضرور اُسے سخت سزا دوں گا)۔ اُس کے پَر نوچ کر اُسے دھوپ میں ڈال دوں گا ۔۔یا۔۔ اُس کے جوڑے سے جدا کر دینے کا حکم کروں گا، تا کہ اکیلا اور تنہا ہو جائے ۔۔یا۔۔ اُس کے مخالف جانوروں کے ساتھ اُسے پنجرے میں رکھوں گا۔۔یا۔۔ اپنی خدمت سے نکال دوں گا۔۔(یا)۔۔ پرندوں کی عبرت کے واسطے اُسے (ذبح ہی کر ڈالوں گا)۔ (یا وہ لے آئے میرے پاس کوئی روشن وجہ) اور کھلی ہوئی دلیل اِس بات پر کہ اُس کے غائب ہونے کا کیا سبب تھا؟

فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ

چنانچہ آ گیا وہ ذرا دیر میں، پھر عرض کی کہ "میں نے دیکھ لیا جس کو آپ نے نہیں دیکھا، اور میں لایا ہوں

مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿٢٢﴾

شہر سبا سے یقینی اطلاع ●

(چنانچہ آ گیا وہ ذرا دیر میں)، تو سلیمان علیہ السلام نے اُس پر غصہ کرنا شروع کیا، (پھر) ہُد ہُد نے اپنی (عرض) پیش (کی) اور کہا، (کہ میں نے دیکھ لیا) اور اُس تک پہنچ گیا (جس کو آپ نے نہیں دیکھا) اور نہ اُس تک پہنچے، (اور میں لایا ہوں شہر سبا سے) آپ کی خدمت میں ایک (یقینی اطلاع) جو سننے کے لائق ہے۔

وہ خبر یہ ہے کہ ہَوا میں ایک ہُد ہُد سے میری ملاقات ہوئی، کہ وہ اُس ملک کا تھا۔ اُس نے اپنے بادشاہ کی عظمت اور وہاں کی ہَوا کی خوبی بیان کی۔ اُسے دیکھنے کی آرزو کر کے میں گیا اور دیکھ آیا۔ سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کہ اُن کا بادشاہ کون ہے؟ اور دین کیا ہے؟ اور رعیت کیسی ہے؟ ہُد ہُد نے کہا۔۔۔

اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ

میں نے پایا ایک عورت کو جو اُن پر بادشاہی کرتی ہے، اور دی گئی ہے ہر چیز سے کچھ نہ کچھ،

وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴿٢٣﴾

اور اُس کا تخت بڑا ہے ●

(میں نے پایا ایک عورت کو جو اُن پر بادشاہی کرتی ہے) جس کا نام بلقیس ہے، (اور) وہ (دی گئی ہے ہر چیز سے کچھ نہ کچھ) جو بادشاہوں کے کام آتی ہیں، (اور اُس کا تخت بڑا ہے) اس کی نسبت کر کے۔۔یا۔۔بادشاہوں کے تختوں کے لحاظ سے۔

روایت ہے کہ تیس۳۰ گز سے تیس۳۰ گز۔۔یا۔۔اسّی۸۰ گز سے اسّی۸۰ گز، عرض اور بلندی اُس تخت کی تھی، جو سونے چاندی سے بنایا گیا تھا اور جواہرات سے جڑاؤ تھا۔

وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ

اور میں نے اُسے پایا اور اُس کی قوم کو کہ سجدہ کرتے ہیں سورج کا بمقابلہ اللہ کے، اور بھلا لگا دیا اُن کی نگاہوں میں

الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ۝٢٤

شیطان نے اُن کے کرتوتوں کو، تو روک دیا اُنہیں راہ سے، تو وہ راہ نہیں پاتے"●

(اور میں نے اُسے پایا اور اُس کی قوم کو کہ) نادانی کی وجہ سے (سجدہ کرتے ہیں سورج کا) اور اُسے پوجتے ہیں (بمقابلہ اللہ) تعالیٰ (کے)، اس لیے کہ آراستہ کر دیا ہے (اور بھلا لگا دیا ہے اُن کی نگاہوں میں شیطان نے اُن کے کرتوتوں کو)، یعنی آفتاب کی پرستش اور سارے بُرے کام۔ (تو روک دیا) اور باز رکھا شیطان نے (انہیں راہ سے، تو وہ راہ نہیں پاتے) طریقِ حق کی شیطان کے بہکانے کی وجہ سے۔ تعجب وحیرت ہے اُس قوم پر کہ یہ عقل وشعور ہوتے ہوئے۔۔۔

اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ

کیوں نہیں سجدہ کرتے اللہ کا؟ جو نکالے چھپی چیزوں کو آسمانوں اور زمین میں، اور جانے

مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۝٢٥

جو تم چھپاؤ اور جو ظاہر کرو●

(کیوں نہیں سجدہ کرتے اللہ) تعالیٰ (کا؟ جو) ایسا قادرِ مطلق ہے کہ (نکالے چھپی چیزوں کو آسمانوں اور زمین میں)۔ یعنی مینہ کے قطرے آسمان میں ظاہر کرتا ہے اور اُگنے والی چیز زمین سے نکالتا ہے۔ (اور جانے جو تم چھپاؤ) اپنے دِلوں میں (اور جو ظاہر کرو) اپنی زبان اور اپنے کردار سے۔۔۔الغرض۔۔مخلوقات جو کچھ پوشیدہ اور ظاہر کرتی ہے، اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔

ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ ٱلْعَرْشِ ٱلْعَظِيمِ ۩ ﴿٢٦﴾

اللہ، نہیں ہے کوئی معبود، مگر وہی عرشِ عظیم کا رب ہے ●

(اللہ) تعالیٰ ہی وہ خدائے برحق ہے کہ (نہیں ہے کوئی معبود) حقیقی، (مگر وہی) جو (عرشِ عظیم کا رب ہے) اور اُسے پیدا فرمانے والا ہے۔ وہ عرش جو کرسی کو گھیرے ہے اور کرسی نے گھیرا ہے آسمانوں اور زمینوں کو، تو بلقیس کے تخت کی بڑائی اُس تخت کی بڑائی کے سامنے کیا حقیقت رکھتی ہے۔

یہ امامِ اعظم کے قول کے مطابق آٹھواں سجدہ ہے۔ اس سجدہ کو 'سرِ خفی' کا سجدہ کہتے ہیں اور سجدہ کرنے کی جگہ میں اختلاف ہے۔ بعضے مَا تُعْلِنُونَ پر سجدہ کرتے ہیں اور بعضے رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ پڑھ کر۔ روایت ہے کہ جب ہُد ہُد اپنی بات پوری کر چکا، تو حضرت سلیمان نے۔۔

قَالَ سَنَنظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنتَ مِنَ ٱلْكَٰذِبِينَ ﴿٢٧﴾ ٱذْهَب بِّكِتَٰبِى

فیصلہ کیا کہ "بہت جلد ہم دیکھ لیتے ہیں کہ تُو سچ بولا، یا جھوٹا ہے ● میرا یہ فرمان لے کر جا

هَٰذَا فَأَلْقِهْ إِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَٱنظُرْ مَاذَا يَرْجِعُونَ ﴿٢٨﴾

اور اُن کی طرف ڈال دے، پھر اُن سے ہٹ کر دیکھ، کہ کیا جواب میں کرتے ہیں" ●

(فیصلہ کیا کہ بہت جلد ہم دیکھ لیتے ہیں کہ تُو سچ بولا۔۔یا جھوٹا ہے)۔ پھر سلیمان 'علیہ السلام' نے نامہ لکھا اور ہُد ہُد سے کہا کہ (میرا یہ فرمان لے کر جا اور اُن کی طرف ڈال دے، پھر اُن سے ہٹ کر دیکھ کہ کیا جواب میں کرتے ہیں)، یعنی نوشتہ کے جواب میں باہم کیونکر رجوع کرتے ہیں۔ حسبِ حکمِ سلیمانی ہُد ہُد نامہ چونچ میں لے کر آیا اور جس جماعت میں بلقیس تخت پر بیٹھی تھی اور ارکانِ سلطنت حاضر تھے تخت کے اُوپر اڑنے لگا۔ لوگوں نے اُس کی طرف دیکھا تو اُس نے نامہ ڈال دیا۔ اور ایک مشہور روایت یہ بھی ہے کہ بلقیس اپنے خلوت خانہ میں چت لیٹی تھی اور دروازے بند تھے۔ ہُد ہُد ایک روشن دان میں سے اندر آیا اور نامہ اُس کے سینہ پر ڈال دیا۔ بلقیس اچھل پڑی اور نامہ اُٹھا کر پڑھا، اور حکم دیا کہ ارکان بارگاہ میں حاضر ہوں۔ سب حاضر ہوئے، نامہ ایک طرف رکھ کر اُن کی طرف متوجہ ہوئیں۔۔۔المختصر۔۔

قَالَتْ يَٰٓأَيُّهَا ٱلْمَلَؤُا۟ إِنِّىٓ أُلْقِىَ إِلَىَّ كِتَٰبٌ كَرِيمٌ ﴿٢٩﴾

ملکہ سبا بولی کہ "اے دربار کے سردارو! میرے پاس ایک معزز تحریر ڈالی گئی ہے ●

(ملکہ سبا) اُن ارکانِ سلطنت سے (بولی، کہ اَے دربار کے سردارو! میرے پاس ایک معزز تحریر ڈالی گئی ہے)۔

اُس تحریر کو معزز بزرگ اور کریم اِس لیے کہا گیا ہے، کیونکہ وہ ایک بزرگ پیغمبر کی بھیجی ہوئی تھی۔۔یا۔۔اِس سبب سے کہ وہ نوشتہ ایک پرندہ لایا تھا اور یہ عجیب وغریب بات تھی۔۔یا۔۔اِس سبب سے کہ نامہ پر مہر تھی۔۔یا۔۔اِس وجہ سے کہ اِس میں کچھ ملک وسلطنت کی طمع تو تھی نہیں، بلکہ مالک الملک جل شانہ کی طرف بُلانے والا تھا۔ یہ بھی بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ چونکہ اُس نامہ کا مضمون خدا کے نام کے ساتھ شروع تھا، تو وہ نامہ سب ناموں سے زیادہ بزرگ ہوا۔ غرض کہ بلقیس نے کہا کہ نامہ میرے پاس آیا ہے۔ ارکانِ سلطنت نے پوچھا، یہ کس کی طرف سے ہے۔۔۔

إِنَّهُ مِن سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ ﴿۳۰﴾ أَلَّا تَعْلُوا عَلَيَّ

اور یہ سلیمان کی طرف سے ہے، اور اس کا مضمون ہے کہ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ● یہ کہ مجھ پر نہ بڑھو،

وَأْتُونِي مُسْلِمِينَ ﴿۳۱﴾

اور میرے پاس حاضر ہو نیاز مند ہو کر" ●

ع ۱۷

(اور) اِسے کس نے بھیجا؟ ملکہ سباء نے جواب دیا، (یہ سلیمان کی طرف سے ہے اور اس کا مضمون) یہ (ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم)، شروع ہے اللہ مہربان بخشنے والے کے نام کے ساتھ (یہ، کہ مجھ پر نہ بڑھو)، یعنی مجھ سے بڑے نہ بنو اور میرے سامنے گردن اونچی نہ کرو، (اور میرے پاس حاضر ہو نیاز مند ہو کر)، یعنی فرمانبردار ہو کر۔ وہ لوگ جب نامہ کے مضمون سے مطلع ہوئے اور دیکھا کہ عبارت چست اور مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ بہت سے معنی پیدا کرتی ہے، تو سب پریشان حال ہوئے اور گھبرا گئے، تو ملکہ۔۔۔

قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي أَمْرِي مَا كُنتُ قَاطِعَةً أَمْرًا

بولی اَے چودھریو! "بتاؤ مجھے میرے اِس معاملہ میں، میں نے کسی معاملہ کا قطعی فیصلہ نہیں کیا،

حَتَّىٰ تَشْهَدُونِ ﴿۳۲﴾

یہاں تک کہ تم لوگ حاضر ہو" ●

(بولی اَے چودھریو!)، وہ تین سو تیرہ بڑے آدمی ارکانِ سلطنت میں سے تھے، اُن میں کا ہرایک دس دس ہزار آدمی کا افسر تھا۔ بلقیس نے اُن سب کو جمع کر کے کہا، کہ (بتاؤ مجھے میرے اِس معاملے میں)۔ جو بات میرے حق میں صلاح کی ہو اور پکی ہو کہو۔ یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ (میں نے کسی معاملے کا قطعی فیصلہ نہیں کیا یہاں تک کہ تم لوگ حاضر ہو)، یعنی بے تمہارے حاضر ہوئے اور بغیر تم سے مشورہ لیے میں کوئی کام نہیں کرتی۔

قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِیْدٍ ۙ وَّالْاَمْرُ اِلَیْكِ

سب بولے کہ "ہم زور والے اور سخت جنگجو ہیں۔۔۔اور فیصلہ تمہارے سپرد ہے،

فَانْظُرِیْ مَاذَا تَاْمُرِیْنَ ﴿٣٣﴾

تو تمہیں اختیار ہے جو حکم دے دو" ●

(سب بولے کہ ہم زور والے اور سخت جنگجو ہیں اور فیصلہ تمہارے سپرد ہے، تو تمہیں اختیار ہے جو حکم دے دو)۔ جب بلقیس نے دیکھا کہ یہ لوگ لڑائی پر آمادہ ہیں، تو یہ بات پسند نہ کی اور بولی کہ لڑنا ہم کو مصلحت نہیں، اس لیے کہ جنگ میں فتح وشکست دونوں ہی کے امکان ہیں۔ اب اگر بالفرض وہ غالب آئے تو ہمارا ملک و مال تلف ہوتا ہے۔۔ چنانچہ۔۔وہ۔۔۔

قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْۤا اَعِزَّةَ

بولی کہ "بادشاہ لوگ جب داخل ہوئے کسی آبادی میں تو اُلٹ پلٹ دیا اُسے، اور کر ڈالا آبادی کے عزت

اَهْلِهَاۤ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ یَفْعَلُوْنَ ﴿٣٤﴾

والوں کو ذلیل، اور یہی کرتے رہتے ہیں ●

(بولی کہ بادشاہ لوگ جب داخل ہوئے کسی آبادی میں تو اُلٹ پلٹ دیا اُسے، اور کر ڈالا آبادی کے عزت والوں کو ذلیل)، یعنی انہیں قید کر کے بے قدر کر دیا اور اُن کی بستی کو لوٹ کر تباہ و برباد کر دیا۔ (اور) غالب ہونے والے سلاطین مغلوبین کے ساتھ (یہی کرتے رہتے ہیں)۔۔لہٰذا۔۔غیظ و غضب سے کام نہ لو۔۔۔

وَاِنِّیْ مُرْسِلَةٌ اِلَیْهِمْ بِهَدِیَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ یَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۵﴾

اور میں تو بھیج رہی ہوں اُن کی طرف ایک تحفہ، پھر دیکھتی ہوں کہ کیا جواب لاتے ہیں قاصد"●

(اور) سنو! کہ (میں تو بھیج رہی ہوں اُن کی طرف ایک تحفہ، پھر دیکھتی ہوں کہ کیا جواب لاتے ہیں قاصد)۔اس واسطے کہ اگر سلیمان نے میرا ہدیہ قبول کرلیا، تو وہ بادشاہ ہیں اور نہیں تو پیغمبر۔

روایت ہے کہ بلقیس نے پانچ سو[500] غلاموں کو لونڈیوں کے کپڑے اور زیور پہنائے اور پانچ سو[500] لونڈیوں کو غلاموں کے لباس اور زیور سے آراستہ کیا۔اور سونے کی ہزار[1000] اینٹیں اور ایک تاج موتی اور یاقوت سے جڑاؤ اور کسی قدر مشک وعنبر اور ڈبا اس میں موتی اور کوڑیاں تھیں، یعنی ایک قِسم کا چھوٹا سنکھ جو پُرانے زمانے میں ادنی سکہ کا کام بھی دیتا تھا۔موتی کا سوراخ نہیں نکالا گیا اور کوڑیوں کے سوراخ ٹیڑھے نکالے گئے۔

منذر ابن عمرو کے ساتھ ایک اُور بڑے آدمی کو اپنی قوم میں چھانٹ کر بھیجنے کے واسطے مقرر کیا اور کہہ دیا، اَے منذر! خوب احتیاط کرنا۔اگر 'حضرت' سلیمان غضب کی نظر سے تیری طرف دیکھیں، تو سمجھ لینا کہ بادشاہ ہیں اور اگر خوشی اور خوش خوئی کے ساتھ تجھ سے بات کریں، تو سمجھ لینا کہ پیغمبر ہیں۔اور اُن کی نبوت پر دوسری دلیل یہ ہے کہ غلاموں اور لونڈیوں میں تمیز کرلیں گے۔

ہُد ہُد تمام کارروائی سن کر سلیمان علیہ السلام کے ہاں پہنچ گیا اور تمام ماجرا عرض کر دیا۔آپ نے حکم فرمایا کہ ایک میدان میں اٹھارہ[18] میل کا ایک احاطہ تیار کرو جس کا فرش سونے چاندی کا ہو، اور اُس میدان کے اِرد گِرد دیوار کھینچو جس پر صرف سونا چاندی ہو اور حسین ترین دریائی اور جنگلی جانور لائے جائیں۔دریائی جانور منقش پلنگ مختلف رنگ کے لائے گئے اور میدان کے دائیں بائیں باندھنے کا حکم دیا گیا۔

جنّات نے آناً فاناً یہ کام سرانجام دیا۔اُس میدان کے درمیان میں آپ نے اپنا تخت بچھایا۔آپ کے اِرد گِرد کرسیاں بچھائی گئیں۔چار[4000] ہزار کرسیاں آپ کے دائیں اور چار ہزار[4000] کرسیاں آپ کے بائیں بچھائی گئیں۔پھر کئی میلوں تک جنّات صف بستہ کھڑے ہوئے۔ایسے ہی انسانوں، جانوروں، درندوں اور وحشیوں وغیرہ کی صفیں کھڑی کی گئیں، اور پرندے اُوپر سے سایہ کیے ہوئے تھے۔

۔۔الغرض۔۔ یہ ایسی مجلس قائم ہوئی کہ چشمِ فلک نے ہزاروں سال میں نہ دیکھی ہوگی۔

جب بلقیس کے نمائندے اُس میدان میں پہنچے، تو مبہوت ہو گئے کہ یہاں تو سونے اور چاندی پر سلیمان علیہ السلام کے جانور پیشاب کر رہے ہیں۔۔ چنانچہ۔۔ اُنہیں خیال گزرا کہ اِس معمولی پونجی کو واپس لے جائیں، کیونکہ اتنے بڑے خزانے کے سامنے اُن کی پونجی کس کام کی؟ یوں بھی جن کا میدان سونے سے پُر ہو اُن کے یہاں سونا ہدیہ لے جانا حماقت ہے۔ پھر سوچا کہ ہمیں اِس تھوڑی سی پونجی سے شرمساری کا ہے کی، ہمیں تو اپنی ملکہ کا حکم پورا کرنا ہے۔ اس لیے کہ ہمیں اپنی ملکہ کی فرمانبرداری ضروری ہے۔ اب اگر حضرت سلیمان کہیں گے کہ واپس لے جاؤ، تو انہیں کے حکم سے واپس لے جائیں گے۔

جب نمائندگان نے جِنّات وشیاطین کی ڈراونی شکلوں اور اُن کی کثرت کو دیکھا، تو گھبرا گئے۔ جِنّات وشیاطین نے کہا بلا خوف وخطر چلے چلو۔ جب سلیمان علیہ السلام کے دربار میں پہنچے، تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے پر تپاک خیر مقدم کیا اور کہا کیا لائے ہو؟ منذر نے آگے بڑھ کر بلقیس کا پیغام سنایا اور ساتھ ہی اس کا مکتوب بھی سلیمان علیہ السلام کو پیش کر دیا۔ جب خط پڑھا تو فرمایا موتیوں کا ڈبہ لاؤ۔ ڈبہ پیش کیا گیا، تو فرمایا اِس میں پیش بہا اور قیمتی موتی ہیں جن کا سوراخ نہیں نکالا گیا ہے اور کوڑیاں ہیں جن کے سوراخ ٹیڑھے نکالے گئے ہیں۔

ممکن ہے آپ کو اِس کا عِلم جبرائیل علیہ السلام کے خبر دینے سے ہوا ہو۔۔ یا۔۔ ہُد ہُد کے ذریعے، جیسا کہ قصے کا سیاق بتاتا ہے۔ حضرت سلیمان نے جِنّات اور انسانوں کو بُلا کر پوچھا کہ موتیوں اور کوڑیوں کے ساتھ کیا کیا جائے۔ انہوں نے لاعلمی ظاہر کی۔ پھر شیاطین کو بُلایا وہ بھی اُس سے بے خبر تھے، صرف یہ بتایا کہ دیمک کو بُلاؤ وہ کچھ خبر رکھتی ہے۔ آپ نے دیمک سے پوچھا، تو اُس نے بال منہ میں لیا اور موتی میں سوراخ کر کے دوسری طرف نکل گئی۔ آپ نے اُس سے کہا کہ تو منہ مانگا انعام مانگ، عرض کی میرا رزق درختوں میں مقرر فرما دیجیے۔ اُسی روز سے اُس کا رزق درختوں میں مقرر ہو گیا۔ اُس کے بعد کوڑیوں کے سوراخ کے متعلق پوچھا، تو عرض کی مجھے اُس کے متعلق معلوم نہیں۔ سفید کیڑے نے اُٹھ کر عرض کی کہ یہ ڈیوٹی میرے ذمہ لگایے۔ آپ کی اجازت سے سفید کیڑے نے تاگہ منہ میں لیا اور کوڑی میں داخل ہو کر دوسری طرف سے نکل آیا۔

آپ نے اُس سے بھی فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ عرض کی یا نبی اللہ میرا رزق پھلوں میں مقرر فرمایے۔ اُس روز سے اُس کا رزق پھلوں میں مقرر ہو گیا۔ اُس کے بعد آپ نے تاگے

کے دونوں سِروں کو پکڑ کر مُہر لگا کر نمائندگان کو واپس کر دیا۔ اُس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے پانی طلب کیا اور کنیزوں اور غلاموں کو حکم فرمایا، کہ گرد و غبار سے اپنے چہرے پانی سے صاف کرلو۔ اس طرح سے آپ اپنی پرکھ بتانا چاہتے تھے، کہ اُن میں غلام کون ہیں اور کنیزیں کون۔

--چنانچہ-- کنیزوں نے برتن سے پانی لے کر ہاتھ پر رکھا، پھر منہ دھودیا اور غلاموں نے برتن ہی سے پانی لے کر منہ دھویا۔ اِس سے واضح ہوگیا کہ کنیزیں کون ہیں اور غلام کون ہیں۔ پھر ہدیہ واپس کردیا۔ یہ بھی اس لیے کہ بلقیس نے کہا تھا اگر ہدیہ لے لیں گے، تو بادشاہ ہیں۔ پھر ہمیں کوئی خطرہ نہیں بادشاہ سے ہم نپٹ لیں گے۔ اگر ہدیہ واپس کر دیں، تو پھر نبی ہیں۔

فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ

چنانچہ جب آیا قاصد سلیمان تک، انہوں نے کہا کہ "کیا میری مدد کرتے ہو مال سے؟ تو جو دے رکھا ہے مجھے اللہ نے، وہ بہتر ہے

مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿٣٦﴾

اُس سے جو تم کو دے دیا ہے، بلکہ تم لوگ تو اپنے اِس تحفہ پر اِتراتے ہو●

(**چنانچہ جب آیا قاصد سلیمان تک**) تحائف کے ساتھ تو ڈبے کے کھولنے اور دیگر تفتیش کا معاملہ ختم ہونے کے بعد بلقیس کے فرستادہ سے (**اُنہوں نے کہا کہ کیا میری مدد کرتے ہو مال سے؟ تو جو دے رکھا ہے مجھے اللہ**) تعالیٰ (**نے وہ بہتر ہے اُس سے جو تم کو دے دیا ہے**)۔ مجھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مُلک، نبوت اور عِلم سب کچھ دے رکھا ہے۔ اِس کے برعکس تمہارے پاس کیا ہے؟ صرف دُنیا کی تھوڑی سی پونجی، (**بلکہ**) اپنی کم ظرفی کے سبب (**تم لوگ تو اپنے اِس تحفہ پر اِتراتے ہو**) اور اپنے ہدیہ کے سبب خوش ہوتے ہو اور ناز کرتے ہو، اس واسطے کہ تمہاری نظر صرف حیاتِ دُنیا ہی پر ہے۔ تو یہ سارے تحائف---

اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ

واپس لے جاؤ اُن کی طرف، اب ہم لائیں گے اُن کے پاس ایسے لشکر کہ مقابلہ نہ کر سکیں وہ جن کا، اور ہم ضرور نکال دیں گے

مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿٣٧﴾

اُنہیں آبادی سے ذلیل کر کے، کہ وہ دبے پڑے ہیں"●

(واپس لے جاؤ اُن کی طرف) اور اُس گروہ سے کہہ دو، کہ اگر اطاعت کرتے ہوئے نہیں آتے ہو، تو پھر (اب ہم) ہی (لائیں گے اُن کے پاس ایسے لشکر کہ مقابلہ نہ کرسکیں وہ جن کا)، کمالِ قوت اور کثرت کی وجہ سے طاقت مقابلہ کی نہ ہوگی اُن کو اُن لشکروں کے ساتھ۔ (اور) پھر (ہم ضرور نکال دیں گے انہیں آبادی سے ذلیل کرکے)۔ صاف نظر آئے گا (کہ وہ دبے لچے ہیں)۔۔ الختصر۔۔ وہ قید کرلیے جائیں گے اور ذلیل وخوار ہوں گے۔

منذر پھرا اور سب احوال بلقیس سے کہا، تو انہوں نے کہا کہ میں تو پہلے ہی سمجھ گئی تھی، کہ وہ بادشاہ نہیں بلکہ نبی ہیں، اور ہم سے اُن کا مقابلہ نہیں ہوسکے گا۔ یہ کہہ کر سلیمان علیہ السلام کی طرف ایک قاصد بھیج دیا اور عرض کی، کہ اپنے سرداروں کو لے کر حاضر ہو رہی ہوں، جو آپ کا حکم ہوگا اُسے ہم بجالائیں گے اور آپ کا دین قبول کریں گے۔۔ القصہ۔۔ بلقیس نے سامانِ سفر کیا اور اپنا تخت گھر میں خوب احتیاط سے رکھ کر اُس پر نگہبان مقرر کردیا اور مکان کے دروازے پر قفل لگا کر کنجی اپنے پاس رکھی اور لشکر سمیت حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت گاہ کی طرف چلیں۔ اُس وقت آپ اپنے مشیروں کی طرف متوجہ ہوئے، اور۔۔۔

قَالَ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿٣٨﴾

حکم دیا کہ "اَے میرے درباریو! تم میں کون ہے جو لے آئے اُس کا تخت، قبل اِس کے کہ وہ گردن ڈالے آئیں؟" ●

(حکم دیا کہ اَے میرے درباریو! تم میں کون ہے جو لے آئے اُس کا تخت قبل اِس کے کہ وہ گردن ڈالے آئیں)۔

یہ حکم اس لیے دیا کہ اُن کو بذریعہ وحی معلوم ہوا کہ وہ مسلمان ہوکر آرہی ہے، لیکن وہ عجائبات دیکھنا چاہتی ہے جو سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں اور وہ عجائبات اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت اور سلیمان علیہ السلام کی نبوت کی صداقت پر دلالت کرتے ہیں، تو سلیمان علیہ السلام نے حکم فرمایا کہ بلقیس کا وہ تخت لاؤ جس کی حفاظت کے لیے وہ بہت بڑی وصیتیں کرکے آئی ہے، اور وہ ابھی میرے سامنے نہ پہنچ پائے کہ تخت یہاں آجائے۔

قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ

بولا ایک ہیکڑ جن کہ "میں اُسے لے آؤں گا قبل اِس کے کہ آپ اِس دربار سے اُٹھیں۔

وَاِنِّىْ عَلَيْهِ لَقَوِىٌّ اَمِيْنٌ ﴿٣٩﴾

اور بلاشبہ میں اِس پر قابو رکھنے والا امانتدار ہوں"●

(بولا ایک ہیکڑ) یعنی خبیث وسرکش (جن، کہ میں اُسے لے آؤں گا قبل اس کے کہ آپ اِس دربار سے اُٹھیں)، یعنی آپ کی عدالت کے آخری وقت بارہ [١٢] بجے سے پہلے۔

اُس جن کے نام میں اختلاف ہے۔۔الغرض۔۔اس کا نام ذکوان۔۔یا۔۔کوذی۔۔یا۔۔اصطخر تھا۔ یہ تمام جنّات کا سردار تھا۔ یہ پہلے حضرت سلیمان کے ساتھ سرکشی کر چکا تھا، بعد کو تابع ہوا۔ یہ بہت بڑا قد آور تھا۔ دُور سے معلوم ہوتا تھا کہ ایک بہت بڑا پہاڑ ہے، تاحدِّ نگاہ قدم رکھتا تھا۔۔المختصر۔۔اُس جن نے حضرت سلیمان سے عرض کیا، کہ میں ابھی ابھی اکیلا ہی وہ تخت لانے والا ہوں۔

(اور بلاشبہ میں اُس) کے لانے (پر قابو رکھنے والا) اور طاقت وقوت والا ہوں۔ اُس کا بوجھ اٹھانا میرے لیے مشکل نہیں اور ساتھ ہی ساتھ (امانت دار) بھی (ہوں)۔۔چنانچہ۔۔اُس میں جتنے جواہر اور نفیس چیزیں ہیں چراؤں گا نہیں، اور نہ ہی تبدیل کروں گا۔ جب سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اِس سے بھی زیادہ جلدی چاہیے۔۔تو۔۔

قَالَ الَّذِىْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ

بولے وہ، جن کے پاس نوشتہ کا علم تھا کہ "میں لاؤں گا تمہارے پاس اُسے، قبل اس کے کہ

اِلَيْكَ طَرْفُكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّىْ ۣ

جھپکے آپ کی نگاہ۔" تو جب دیکھا اُسے کہ رکھا ہے سامنے، بولے کہ "یہ میرے پروردگار کا فضل ہے۔۔

لِيَبْلُوَنِىْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ۭ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ

کہ مجھے جانچے کہ شکر گزار رہتا ہوں یا ناشکری کرنے لگتا ہوں، اور جو شکر گزار رہا، وہ شکر کرتا ہے اپنے نفع کو۔

وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّىْ غَنِىٌّ كَرِيْمٌ ﴿٤٠﴾

اور جس نے ناشکری کی، تو بلاشبہ میرا رب بے پرواہ کرم والا ہے"●

(بولے وہ، جن کے پاس نوشتہ کا علم تھا)۔ یہ حضرت آصف بن برخیا تھے، جو حضرت سلیمان کے خالہ زاد اور آپ کے وزیر اور کاتب تھے۔۔بلکہ۔۔بچپن میں سلیمان 'علیہ السلام' کی تربیت بھی انہی

کے سپرد تھی۔ بہت ہی سچے اور تعلیم یافتہ تھے۔ سابقہ کتب روز پڑھا کرتے تھے۔ وہ اسمِ اعظم جانتے تھے جس کے ذریعہ وہ جو دُعا مانگتے قبول ہو جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کی مدد و نصرت ہی کے لیے پیدا کیا تھا، تاکہ وہ اُن کے ساتھ مل کر احکامِ کتاب کا نفاذ کریں۔

اِس آیت میں کتاب سے مراد وہ کتابیں ہیں جو حضرت موسیٰ و حضرت ابراہیم علیہما السلام پر نازل ہوئیں۔۔یا۔۔ اِس سے لوحِ محفوظ مراد ہے۔۔یا۔۔ اسرارِ مکتومہ مراد ہیں۔۔ الغرض۔۔ حضرت آصف نے عرض کیا۔۔۔

(کہ میں لاؤں گا تمہارے پاس اُسے، قبل اِس کے کہ جھپکے آپ کی نگاہ)۔

حضرت سلیمان نے اُنہیں اجازت بخشی، تو اُنہوں نے سجدہ میں جا کر کہا۔۔ یاحیُّ یا قیوم۔۔ جسے عبرانی زبان میں 'اھیا اشراھیا' کہا جاتا ہے۔۔یا۔۔ یاذوالجلال والاکرام کہا۔ بہرتقدیر جب دُعا کی، تو بلقیس کا تخت اپنی جگہ پر زمین میں دھنس گیا اور پلک مارتے ہی حضرت سلیمان کے تخت کے سامنے زمین سے نکلا۔۔۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حق تعالیٰ نے وہاں تخت کو معدوم کیا اور سلیمان علیہ السلام کے پاس موجود کر دیا۔

(تو جب دیکھا اُسے) سلیمان علیہ السلام نے **(کہ رکھا ہے سامنے)**، تو **(بولے کہ یہ میرے پروردگار کا فضل ہے)** تا **(کہ مجھے جانچے)** اور میری آزمائش کرے **(کہ)** کیا **(شکر گزار رہتا ہوں یا ناشکری کرنے لگتا ہوں۔ اور جو شکر گزار رہا، وہ شکر کرتا ہے اپنے نفع کو)**۔ اس واسطے کہ شکر کرنے سے نعمت ہمیشہ رہتی ہے۔ **(اور جس نے ناشکری کی)** اپنے رب کی نعمت کی، **(تو بلاشبہ میرا رب بے پرواہ)** ہے لوگوں کے شکر اور ناشکری سے، اور **(کرم والا ہے)** مستحقوں کو نعمت دے کر۔ اِس کے بعد حضرت سلیمان نے۔۔۔

قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ

حکم دیا کہ "اُس کی دیکھی صورت بدل دو، اُس کے تخت کی، دیکھیں کہ پہچانتی ہے

لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿٤١﴾

یا انجان رہتی ہے"●

(حکم دیا، کہ اُس کی دیکھی صورت بدل دو اُس کے تخت کی، دیکھیں پہچانتی ہے کہ انجان رہتی

ہے) یعنی اُس تخت کے تعلق سے بلقیس کی جانی پہچانی شکل وہیئت کو تبدیل کردو۔ یعنی اُس کے اُوپر کی چیز نیچے اور آگے کی پیچھے کردو۔۔یا۔۔اُس کے جواہر بدل دو۔ سبز کی جگہ سرخ اور سفید کے مقام پر زرد کردو۔ اِس طرح اُن کی آزمائش ہوجائے گی، کہ وہ اپنے تخت کو پہچان پاتی ہیں۔۔یا۔۔نہیں۔

فَلَمَّا جَآءَتْ قِيلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ۖ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ

چنانچہ جب وہ آئی، پوچھا گیا کہ "کیا ایسا ہی تیرا تخت ہے؟" بولی، "گویا یہ وہی ہے۔اور ہمیں آپ کا علم

مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ ﴿۴۲﴾

پہلے ہی ہو چکا، اور ہم نیاز مند ہو چکے"●

(چنانچہ جب وہ آئی) حضرت سلیمان کے پاس اور اُس کا تخت حضرت سلیمان کے تخت کے سامنے رکھا تھا، تو اُس سے (پوچھا گیا کہ کیا ایسا ہی تیرا تخت ہے؟ بولی گویا یہ وہی ہے)۔ یقین کے ساتھ نہ کہا، کہ یہ تو وہی ہے۔ اس جہت سے کہ ممکن ہے کہ کوئی تخت ہو مثل اُس تخت کے، اور یہ کمالِ عقل کی وجہ سے تھا۔۔نیز۔۔کہا (اور ہمیں آپ کا علم) یعنی کمالِ قدرتِ الٰہی اور آپ کی نبوت کی صحت کا علم اِس معجزے کے مشاہدہ کرنے سے (پہلے ہی ہو چکا، اور ہم نیاز مند ہو چکے)۔

وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۖ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۴۳﴾

اور روک رکھا تھا اُس کو جسے پوجا کرتی تھی اللہ کے مقابلہ میں۔ بے شک وہ کافر قوم سے تھی●

(اور روک رکھا تھا اُس کو جسے پوجا کرتی تھی اللہ) تعالیٰ (کے مقابلہ میں، بے شک وہ کافر قوم سے تھی)۔

یہ بیان اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کہ اظہارِ اسلام سے تاحال اُسے سورج پرستی نے روک رکھا تھا اطاعت سے۔ اس لیے غیر اللہ کی عبادت میں مشغول رہی، چونکہ وہ کافروں میں رہتی تھی، یہاں تک کہ سلیمان علیہ السلام کے قبضہ میں آگئی، اب وہ دائرۂ ایمان میں ہے۔ اُن کے تعلق سے یہ بات بھی سامنے آئی تھی کہ وہ قوم جنیہ سے ہیں، یعنی اُن کا ننھیال قوم جن میں ہے اور ایسوں کے پیروں میں بال ہوتے ہیں۔

اِس بات کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے حضرت سلیمان کے حکم سے ایک عالیشان مکان تیار کیا گیا، اُس کی زمین سفید شفاف شیشے کی بنائی اور اُس کے نیچے پانی بھر کر اُس

میں مچھلیاں چھوڑوادیں۔۔چنانچہ۔۔اُس مکان کے صحن میں پانی ہی پانی دکھائی دیتا تھا۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت اُس عالی شان مکان کے بیچ میں بچھا کر بی بی بلقیس کو بُلایا، جب مکان کے دروازے پر پہنچیں۔۔۔

قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ؕ

اُسے کہا گیا، کہ "صحن میں آؤ"، تو جب اُس نے وہ صحن دیکھا، تو خیال کیا اُسے گہرا پانی، اور کپڑا اُٹھایا اپنی دونوں پنڈلیوں سے۔

قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ؕ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ

سلیمان بولے کہ "یہ صحن ہے شیشہ جڑا ہوا"۔۔ وہ بولی "پروردگارا! میں نے اندھیر کر رکھا تھا

نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٤﴾ ع

اپنے حق میں، اور میں نے گردن جھکادی، سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین کے لیے●

(اُسے کہا گیا کہ صحن میں آؤ، تو جب اُس نے وہ صحن دیکھا تو خیال کیا اُسے گہرا پانی، اور کپڑا اٹھایا اپنی دونوں پنڈلیوں سے) تاکہ کپڑا بھیگنے نہ پائے۔ سلیمان علیہ السلام نے دیکھا کہ اُس کے پاؤں تو آدمیوں ہی کے پیروں کے مثل ہیں۔ اُس کو دامن کھینچتے ہوتے دیکھ کر حضرت (سلیمان بولے کہ) اَے بلقیس! دامن مت کھینچ، اس لیے کہ یہ پانی نہیں ہے، بلکہ (یہ صحن ہے شیشہ جڑا ہوا۔۔ وہ بولی پروردگارا! میں نے اندھیر کر رکھا تھا اپنے حق میں) آفتاب پوج کر۔ (اور میں نے گردن جھکادی سلیمان کے ساتھ اللہ) تعالیٰ (رب العالمین کے لیے) جو پروردگار ہے سارے عالَم کا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعدد معجزات دیکھ کر بلقیس اُن کی نبوت پر ایمان لے آئیں اور اُن کا جو پیغام تھا، کہ صرف اللہ کی عبادت کرو اُس کو مان لیا، اور اُن کو اپنی سابقہ زندگی پر تاسف اور ملال ہوا کہ اُنہوں نے سورج کی پرستش میں اپنی عمر ضائع کی اور اب حضرت سلیمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ گویا اب بلقیس پر یہ بات منکشف ہوگئی تھی، کہ اب تک وہ سورج کی پرستش کرتی رہی تھی۔ اور سورج تو اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے۔ اور ہر چیز کا رب اللہ تعالیٰ ہے جو واحد لاشریک ہے، مفسرین کا اِس میں اختلاف ہے کہ حضرت سلیمان نے بلقیس سے خود نکاح کرلیا تھا۔۔یا۔۔اُن کا نکاح کسی اور سے کردیا تھا۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ فَإِذَا هُمْ

اور بے شک بھیجا ہم نے ثمود کی طرف اُن کی برادری کے صالح کو کہ "لوگو خدا کو پوجو" تو اُس وقت وہ

فَرِيقَانِ يَخْتَصِمُونَ ﴿٤٥﴾

دو فرقے ہو گئے جھگڑا کرتے●

اِس سورتِ مبارکہ میں تیسرا قصہ حضرت صالح علیہ السلام کا ہے۔ جو قومِ ثمود میں پیدا ہوئے۔ قومِ عاد کی ہلاکت کے وقت جو ایمان والے حضرت ہود علیہ السلام کے ساتھ عذاب سے بچ گئے تھے، یہ قوم اُن کی نسل سے ہے۔ اُس کو عادِ ثانیہ بھی کہا جاتا ہے۔ اُس کے قصوں۔۔۔

(اور) حالات کو بیان کرتے ہوئے حق تعالیٰ فرماتا ہے، کہ (بے شک بھیجا ہم نے ثمود کی طرف اُن کی برادری کے صالح کو)۔ اُن کا پیغام یہ تھا (کہ لوگو! خدا کو پوجو، تو اُس وقت وہ دو فرقے ہو گئے) جو آپس میں (جھگڑا کرتے) رہے۔

اُن کے جھگڑے کا ذکر الاعراف آیت ۷۵، ۷۶ میں موجود ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ "ان کی قوم کی متکبر سرداروں نے اُن کمزور لوگوں سے کہا، جو اُن میں ایمان لا چکے تھے، کہ کیا تمہیں اِس پر یقین ہے کہ صالح اپنے رب کی طرف سے مبعوث کیے گئے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ وہ جس پیغام کے ساتھ بھیجے گئے ہیں ہم اُس پر ایمان لانے والے ہیں۔ متکبرین نے کہا تم جس پر ایمان لائے ہو ہم اُس کا کفر کرنے والے ہیں"۔۔ اِس پر۔۔

قَالَ يَا قَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُونَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۖ

اُنہوں نے کہا کہ "اَے میری قوم، کیوں جلدی مچاتے ہو بُرائی کی بھلائی سے پہلے،

لَوْلَا تَسْتَغْفِرُونَ اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٤٦﴾

کیوں نہیں مغفرت مانگتے اللہ سے، کہ تم رحم کیے جاؤ؟"●

(اُنہوں نے) حضرت صالح نے (کہا، کہ اَے میری قوم کیوں جلدی مچاتے ہو بُرائی کی) اور عذاب نازل ہونے کی (بھلائی) یعنی توبہ (سے پہلے)۔ تو (کیوں نہیں مغفرت مانگتے اللہ) تعالیٰ (سے)، تا (کہ تم رحم کیے جاؤ) اور تم پر عذاب نازل نہ ہو۔ تمہاری یہ ضد کھوٹی ہے کہ جب ہم عذاب دیکھ لیں گے، تو توبہ کر لیں گے۔ عذاب کے بعد تم رہو گے ہی کہاں، جو توبہ کر لو گے؟

قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ۚ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ

سب بولے کہ "ہم نے بُرا شگون لیا ہے تم سے، اور اُن سے جو تمہارے ساتھ ہیں"، جواب دیا کہ "تمہاری بدشگونی اللہ کے قبضہ میں ہے،

بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿۴۷﴾

بلکہ تم لوگ فتنے میں گرفتار کیے گئے ہو"●

(سب بولے کہ ہم نے بُرا شگون لیا ہے تم سے اور اُن سے جو تمہارے ساتھ ہیں)۔ یعنی ہم نے تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے سبب سے بُری فال لی ہے، کہ جب سے تم نے اور تمہارے ساتھ والوں نے اسلام کی طرف بُلانا شروع کیا ہے، ہم لوگ کلفت ومحنت اور شدید مشقت میں مبتلا ہو گئے ہیں، اور ہمارے اندر اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔۔الختصر۔۔ہم تم کو اور تمہارے ساتھیوں کو اپنی قوم کے لیے منحوس سمجھتے ہیں۔ حضرت صالح علیہ السلام نے **(جواب دیا کہ تمہاری بدشگونی اللہ)** تعالیٰ **(کے قبضہ میں ہے)** یعنی جس سبب سے تمہارے ہاں شَر آیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہے۔۔یا۔۔تمہارے اُن اعمال کی شامت ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں لکھے ہوئے ہیں۔۔الختصر۔۔خیر وشر منجانب اللہ ہیں، ان کا سبب تو تمہارے گناہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں لکھے ہوئے ہیں۔ اور اُس کا حکم ازلی ابدی ہے جو میری وجہ سے تبدیل نہیں ہوگا۔

'تقدیر' کو **طٰٓئِر** سے اس لیے تعبیر کیا گیا ہے، کہ جس طرح پرندہ تیز اُڑتا ہے ویسے ہی تقدیر تیزی سے گھیرتی ہے۔ جبھی کہا جاتا ہے کہ "تقدیرِ مبرم سے کوئی شے تیز تر نہیں"۔

۔۔الغرض۔۔تم پر جو مصیبتیں آتی ہیں وہ کسی بدشگونی کا نتیجہ نہیں، **(بلکہ تم لوگ فتنے میں گرفتار کیے گئے ہو)** اور خیر وشر کے نزول سے آزمائش کیے جا رہے ہو، تاکہ کبھی دولت دے کبھی غربت اور کبھی سہولت دے، تو کبھی مشقت۔۔یا یہ کہ۔۔تم عذاب میں مبتلا کیے جاؤ گے۔

یہ دراصل اُن کے بدفالی کے قول سے اعراض ہے، کہ واقعی یہ جو تم مصائب میں گھر گئے ہو یہ بدفالی سے نہیں ہے، بلکہ تمہارے اعمال کی شامت ہے۔ **ذہن نشین رہے کہ اللہ تعالیٰ کا امتحان لینا بایں معنی ہے کہ ظاہر ہو جائے، کہ اُن میں کون کھرا ہے اور کون کھوٹا۔**

اب آگے اُن نو ۹ اشخاص کے اوصاف کا بیان آرہا ہے جو حجر کے علاقے میں جرائم کے ارتکاب سے فساد پھیلاتے تھے۔ یہی وہ نو ۹ بدبخت ہیں جنہوں نے اونٹنی کو مارنے کی کوشش کی اور جو قوم صالح میں بڑے سرکش انسان تھے، حالانکہ اُن کے اسلاف قوم کے برگزیدہ

لوگ تھے۔۔المختصر۔۔حق تعالیٰ بیان۔۔۔

وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ﴿٤٨﴾

اور تھے شہر میں نو شخص، کہ فساد مچاتے زمین میں اور درستگی نہ چاہتے●

(اور) ارشاد فرمارہا ہے، کہ (تھے) اُس (شہر میں) جس میں حضرت صالح رہتے تھے (نو شخص)۔

جن کے ناموں کے تعلق سے مختلف روایات ہیں۔

یہ نو ۹ افراد ایسے تھے جو (کہ فساد مچاتے زمین میں)۔

''شہر'' کی جگہ ''زمین'' فرمایا تا کہ معلوم ہو کہ اُن کا فساد اُسی شہر تک محدود نہ تھا، بلکہ تمام علاقہ اُن کے شر وفساد کی لپیٹ میں تھا۔ اِس سے معلوم ہوا کہ یہاں زمین سے مطلقاً زمین مراد نہیں، بلکہ ایک مخصوص علاقہ مراد ہے۔

(اور) اُن فسادیوں کا حال یہ تھا کہ کسی طرح کی (درستگی نہ چاہتے)، یعنی کسی قسم کی اصلاح کے روادار نہ تھے۔۔الغرض۔۔فساد ہی فساد اُن کا شیوہ تھا اور اصلاح کا نام ونشان اُس میں نہیں تھا۔

اب آگے اُن کے فساد کے بعض کارناموں کا بیان ہے۔ جب حضرت صالح علیہ السلام نے اُن سے کہا کہ اگر تم نے اللہ تعالیٰ کی اونٹنی کو قتل کیا، تو تم پر تین ۳ دنوں کے اندر عذاب آجائے گا اور تمہاری شکلیں بھی بدل جائیں گی۔۔اُس پر۔۔

قَالُوا تَقَاسَمُوا بِاللَّهِ لَنُبَيِّتَنَّهُ وَأَهْلَهُ ثُمَّ لَنَقُولَنَّ لِوَلِيِّهِ مَا شَهِدْنَا

انہوں نے اللہ کی قسم کھائی، بولے کہ ''ہم ضرور شب خون ماریں گے اُن پر، اور اُن کے اپنوں پر، پھر کہہ دیں گے اُن کے حقدار سے،

مَهْلِكَ أَهْلِهِ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴿٤٩﴾

کہ ہم حاضر نہ تھے اُن کی ہلاکت کے وقت، اور ہم بالکل سچے ہیں''●

(اُنہوں نے) یعنی اُن کی مجلسِ شوریٰ کے بعض ممبروں نے (اللہ) تعالیٰ (کی قسم کھائی) اور (بولے کہ ہم ضرور شب خون ماریں گے اُن پر اور اُن کے اپنوں پر) اور رات کے وقت اچانک دھاوا بول کر اُسے اور اُس کے گھر والوں کو قتل کر دیں گے۔ پھر جب اُن کے حقدار و متولی لوگ صالح 'علیہ السلام' کے قتل کے بارے میں پوچھیں گے، (پھر) ہم (کہہ دیں گے اُن کے حقدار سے کہ ہم حاضر نہ تھے

اُن کی ہلاکت کے وقت اور ہم) اپنے دعویٰ میں (بالکل سچے ہیں)۔۔الغرض۔۔

وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝٥٠

اور وہ چلے اپنی چال، اور ہم نے نکالی اپنی توڑ، اور وہ نہ تاڑ سکے●

(اور وہ چلے اپنی چال اور ہم نے نکالی اپنی توڑ)۔یعنی اُن کے مکر کی جزا اُن کو دی، اس طرح پر کہ اُن کے مکر کو اُن کی ہلاکت کا سبب کر دیا (اور وہ نہ تاڑ سکے)، اور انہیں اُس کا شعور بھی نہ ہوسکا۔

روایت ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام نے ایک مسجد ایک غار میں بنائی تھی، راتوں کو وہاں نماز پڑھتے تھے۔ وہ نوؤں آدمی بولے کہ ہم پر عذاب آنے کا وعدہ تو تین۳ دن کے بعد ہے، تو ہم اِس سے پہلے ہی صالح علیہ السلام کا کام کردیں، تو پہلی شب اُس کے اندر آ کر گھات میں بیٹھے کہ جیسے ہی صالح علیہ السلام آئیں، تو اُن کو قتل کر ڈالیں۔ ناگاہ ایک پتھر اُن پر پھٹ پڑا اور اُن سب کو دبالیا اور غار کا منہ بند کر دیا۔ وہ نو۹ آدمی وہیں ہلاک ہوگئے اور باقی کافر حضرت جبرائیل علیہ السلام کی چیخ سے مَرے۔

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝٥١ فَتِلْكَ

تو دیکھ لو، کہ کیسا ہوا انجام اُن کی چال کا، بے شک ہم نے برباد کر دیا اُنہیں، اور اُن کی ساری قوم کو● چنانچہ یہ

بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝٥٢

اُن کے گھر ہیں گرے پڑے، بدلہ ہے اُس کا جو اندھیر مچا رکھا تھا۔ بے شک اُس میں ضرور نشانی ہے اُن کے لیے جو علم رکھتے ہیں●

(تو دیکھ لو کہ کیسا ہوا انجام اُن کی چال کا، بے شک ہم نے برباد کر دیا اُنہیں) کچھ کو غار میں (اور) باقی (اُن کی ساری قوم کو) حضرت جبرائیل کی چیخ سے۔ (چنانچہ یہ اُن کے گھر ہیں) زمینِ حجر میں۔ اُنہیں دیکھو کہ کیسا (گرے پڑے) ہیں۔ یہ (بدلہ ہے اُس کا جو اندھیر مچا رکھا تھا) اور خدا کا شریک ٹھہرا رکھا تھا۔ (بے شک) جو کچھ ہم نے قوم ثمود کے ساتھ کیا (اُس میں ضرور نشانی ہے) اور عبرت ہے (اُن کے لیے جو علم رکھتے ہیں) اور اُس کے سبب سے نصیحت مانتے ہیں۔

وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝٥٣

اور بچالیا ہم نے اُنہیں جو ایمان لائے اور خوف کھاتے تھے●

(اور بچالیا ہم نے انہیں جو) صالح علیہ السلام پر (ایمان لائے اور خوف کھاتے تھے) یعنی کفر اور گناہوں سے پرہیز کرتے تھے۔ اِسی سبب سے انہوں نے نجات پائی۔

اب اِس سورت میں مذکور حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ جو اِس سورت کا چوتھا قصہ ہے بیان فرمایا جارہا ہے۔۔ چنانچہ۔۔ارشاد ہے کہ اَے محبوب! یاد کیجیے۔۔۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿٥٤﴾

اور لوط کو، جب کہ کہا اپنی قوم کو کہ "تم لوگ آتے ہو بے شرمی پر، اور تم آنکھ رکھتے ہو●

(اور) ذہن میں حاضر کر لیجیے (لوط) کے واقعہ (کو جب کہ کہا اپنی قوم کو، کہ تم لوگ) اُتر (آتے ہو بے شرمی پر اور) وہ بھی اس حال میں کہ (تم آنکھ رکھتے ہو)، اور آپس میں کھلے عام لوگوں کو یہ بُرائی کرتے ہوئے دیکھتے ہو۔۔یا۔۔اُس کام کے بُرے ہونے کا علم وشعور رکھتے ہو، اور ظاہر ہے کہ یہ بہت بُری اور بے شرمی کی بات ہے۔

اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿٥٥﴾

کیا تم آتے ہو مَردوں کے پاس مستی میں، عورتوں کو چھوڑ کر؟ بلکہ تم لوگ جہالت کرتے ہو"●

(کیا تم آتے ہو مَردوں کے پاس مستی میں) اپنی منکوحہ (عورتوں کو چھوڑ کر) جو شہوت اُتارنے کے واسطے پیدا ہوئی ہیں، (بلکہ) سچی بات تو یہ ہے کہ (تم لوگ جہالت کرتے ہو)، یعنی ایسے گروہ کے لوگ ہو جو اپنے کام کا انجام نہیں جانتے۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ

تو نہ تھا اُن کی قوم کا جواب، مگر یہ، کہ بولے کہ "نکال دو لوط کے لوگوں کو اپنی آبادی سے،

اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿٥٦﴾

یہ لوگ بڑے پاک رہتے ہیں"●

(تو نہ تھا اُن کی قوم کا جواب مگر یہ کہ بولے نکال دو لوط کے لوگوں کو اپنی آبادی سے، یہ لوگ بڑے پاک رہتے ہیں) یعنی اپنے کو پاکیزہ جانتے ہیں اور ہم کو ناپاک سمجھتے ہیں۔

فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ؗ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾

تو بچالیا ہم نے اُنہیں، اور اُن کے اپنوں کو، مگر اُن کی عورت کہ تقدیر کردی تھی ہم نے اُس کی پچھڑنے والوں کے ساتھ ●

(تو بچالیا ہم نے انہیں اور اُن کے اپنوں کو، مگر اُن کی عورت) کیوں (کہ تقدیر کردی تھی ہم نے اُس کی پچھڑنے والوں کے ساتھ) باقی رہنے والوں میں سے جو عذاب میں مبتلا ہوئے۔

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۵۸﴾

اور برسایا ہم نے اُن پر خوب ہی، تو کیسی بُری بارش تھی ڈرائے جانے والوں پر ●

(اور) بَلا نازل ہونے اور مؤتفکات اُلٹ پلٹ ہوجانے کے بعد (برسایا ہم نے ان پر خوب ہی) پتھر کی بارش، (تو کیسی بُری بارش تھی ڈرائے جانے والوں پر) جنہوں نے ڈرانے کو سچ نہ جانا۔ کہا ہم نے لوط علیہ السلام کو کہ۔۔۔

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ؕ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾

تم کہہ دو کہ "ساری حمد اللہ کی، اور سلام ہے اُس کے بندوں پر، جن کو اُس نے چُنا"۔ کیا اللہ بہتر ہے یا جس کو وہ لوگ شریک بناتے ہیں؟●

(تم کہہ دو کہ ساری حمد اللہ) تعالیٰ (کی) اور شکر ہے خدا کا کافروں کی ہلاکت پر (اور سلام ہے اُس کے بندوں پر جن کو اُس نے چنا)۔ یعنی برگزیدہ کرلیا معصوم کرکے اور بچایا ہے بُرے کاموں سے اور نجات دی ہے عذابوں سے۔

اِس سلسلے میں صحیح ترین بات یہ ہے، کہ اِس آیت میں حمد کرنے کا حکم ہمارے پیغمبر ﷺ کو ہے، اس واسطے کہ جب حق تعالیٰ نے اِس سورت میں ایسے قصے بیان فرمائے جو کمالِ قدرت پر دلالت کرتے ہیں، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ اور جو بڑی نشانیاں اور معجزے رسولوں ہی کے ساتھ خاص ہونے پر دلالت کرتا ہے جیسے حضرت سلیمان کا قصہ، اور جس میں دشمنوں کی ہلاکت اور دوستوں کی فتح ونصرت کا ذکر ہے، جیسے حضرت صالح اور حضرت لوط علیہما السلام کا قصہ، اور اُن قصوں سے واقف ہونا بڑی نعمت ہے۔

تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو خدا کی حمد وشکر کا حکم فرمایا اور سلام کا مژدہ سنایا برگزیدہ بندوں پر، کہ وہ انبیاء علیہم السلام ہیں۔۔یا۔۔آنحضرت ﷺ کے صحابۂ کرام ہیں۔۔یا۔۔قرآن کریم پر ایمان لانے والے اور اُس کی ہدایتوں کو عام کرنے والے ہیں۔۔یا۔۔سب سچے

پکے مسلمان ہیں۔ بعضوں نے کہا کہ سلام والے وہ لوگ ہیں جن کا دِل لوث علائق اور جن کا سر فکرِ خلائق سے خالی ہے۔ وہ لوگ آج تو واسطہ سے سلام سنتے ہیں اور کل قیامت کے دن بے واسطہ سنیں گے، کہ **قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ**۔

فکر وشعور رکھنے والو! اب غور کرو اور بتاؤ، کہ (کیا اللہ) تعالیٰ (بہتر ہے یا) وہ، (جس کو وہ لوگ شریک بناتے) ہیں۔ قادرِ ومختار خدا بہتر ہے۔۔یا۔۔ باطل وعاجز معبود؟ جو خود اپنے پرستاروں کے ہاتھوں ہی سے گڑھے گئے ہیں، اور ایسا مجبور ہیں کہ اپنے وجود میں بھی اپنے پجاریوں کے محتاج ہیں۔

بعونہٖ تعالیٰ وبفضلہٖ آج بتاریخ

۲۸ رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ۔۔مطابق۔۔۲۹ راگست ۲۰۱۱ء

بروز دوشنبہ، انیسویں (۱۹) پارہ کی تفسیر مکمل ہوگئی۔ دُعا گوہوں کہ

مولیٰ تعالیٰ باقی قرآنِ کریم کی تفسیر کی تکمیل کی توفیقِ رفیق

مرحمت فرمائے اور فکر وقلم کو اپنی حفاظتِ خاص میں رکھے۔

آمِیْن یَامُجِیْبَ السَّائِلِیْنَ بِحَقِّ طٰهٰ وَ یٰسٓ بِحَقِّ نٓ وصٓ،

بِحَقِّ یَا بُدُوْحُ وَبِحُرْمَةِ سَیِّدَ الْمُرْسَلِیْنَ

سَیِّدِنَا **محمد** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

اَمَّنْ خَلَقَ ٢٠

حَامِداً وَّمُصَلِّیاً وَّمُبَسْمِلاً۔۔ بعونہٖ تعالیٰ وبفضلہٖ سبحانہٗ آج بتاریخ

۱۹ رشوال المکرم ۱۴۳۲ھ۔۔مطابق۔۔۱۸ رستمبر ۲۰۱۱ء۔۔۔ بروز یکشنبہ، بیسویں پارہ کی تفسیر کا آغاز کر دیا ہے۔

مولیٰ تعالیٰ اِس کی اور اِس کے بعد پورے قرآنِ کریم کی تفسیر کو مکمل کرنے کی توفیقِ رفیق عطا فرمائے، اور فکر وقلم کو اپنی خاص حفاظت میں رکھے۔۔۔ آمِیْن یَامُجِیْبَ السَّائِلِیْنَ بِحَقِّ طٰهٰ وَیٰسٓ بِحَقِّ نٓ وصٓ

وَبِحَقِّ یَابُدُوْحُ وَ بِحُرْمَةِ حَبِیْبِكَ سَیِّدِنَا **محمد** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وبرحمتک یاارحم الراحمین

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً

یا وہ، جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو، اور اُتارا تمہارے بھلے کو آسمان کی طرف سے پانی،

فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا

پھر اُگائے ہم نے اُس سے بارونق باغوں کو۔ تمہارے بس میں نہ تھا کہ اُگاؤ اُن کے درخت۔

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ﴿٦٠﴾

کیا کوئی معبود اور بھی ہے اللہ کے ساتھ؟ بلکہ وہی لوگ راہ سے بے راہ ہیں ●

اِس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ "کیا اللہ اچھا ہے یا وہ بت، جن کو وہ اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں۔" اب اِس کے بعد اللہ تعالیٰ دلائل سے بیان فرما رہا ہے، کہ اللہ تعالیٰ ہی اچھا ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید پر آسمانوں سے استدلال کیا، پھر زمین سے، پھر دُعاؤں کے قبول کرنے سے، پھر بحر و بر میں کام آنے سے، اور پھر موت کے بعد زندہ کرنے اور حشر میں اُٹھانے سے۔ ارشادِ ربانی کا حاصل یہ ہے، کہ ہوش و خرد والو! بتاؤ کہ کیا وہ معبودانِ باطل عاجز بہتر ہیں جنہیں مشرکین شریک کرتے ہیں۔۔۔

(یا وہ) خدائے برحق بہتر ہے **(جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو)** اپنی قدرت سے؟ یہ آسمان و زمین وہ ہیں کہ جو عالَم کے بننے اور بگڑنے کے اصول ہیں۔ **(اور)** جس نے **(اُتارا تمہارے بھلے کو آسمان کی طرف سے)** بذریعہ ابر **(پانی)**۔۔ چنانچہ۔۔ اُس کا اِرشاد ہے کہ ہم نے بارش نازِل فرمائی، **(پھر اُگائے ہم)** ہی **(نے اُس)** پانی کے سبب **(سے بارونق باغوں کو)**۔

'غیبت' سے 'تکلم' کی طرف پھرنا، اُس کی ذات کے ساتھ فعلِ خاص ہونے کی تاکید کے واسطے ہے۔ یعنی بارش کے پانی سے بس ہم ہی اُگا سکتے ہیں باغوں کو جن کی چاردیواری کھنچی ہے، اور خوبی اور خوشی والے یعنی زیبا اور آراستہ ہیں۔

(تمہارے بس میں نہ تھا کہ) تم **(اُگاؤ اُن)** باغوں **(کے درخت)**۔ تو **(کیا کوئی معبود اور بھی ہے اللہ)** تعالیٰ **(کے ساتھ)** جو اِن کاموں میں اُس کی مدد کرے۔ ہرگز ایسا نہیں۔ اِس واسطے کہ وہ پیدا کرنے میں اکیلا ہے۔ **(بلکہ)** ایسا کہنے والے **(وہی لوگ)** ہیں جو **(راہ سے بے راہ ہیں)** یعنی توحید کی راہ سے ہٹے ہوئے ہیں۔۔ یا۔۔ شریک کرتے ہیں خدا کے ساتھ اور اُس کا مثل ثابت کرتے ہیں۔ تو جسے وہ مثل اور برابر ٹھہراتے ہیں، آیا وہ بہتر ہے۔۔۔

اَمَّنۡ جَعَلَ الۡاَرۡضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَاۤ اَنۡهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِیَ وَجَعَلَ

یا وہ، جس نے بنائی زمین اُس نے بسنے کو، اور کردیں اُس کے نشیبوں میں نہریں، اور بنایا اُس کے لیے پہاڑوں کا لنگر، اور کردیا

بَیۡنَ الۡبَحۡرَیۡنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۶۱﴾

دو دریاؤں کے درمیان روک۔ کیا کوئی معبود اور بھی ہے اللہ کے ساتھ؟ بلکہ اُنہیں کے بہتیرے جاہل ہیں●

(یا وہ، جس نے بنائی زمین اُس نے بسنے کو) یعنی آدمیوں اور چارپایوں کی قرار گاہ بنایا، (اور کردیں اُس کے نشیبوں میں نہریں اور بنایا اُس) کی مضبوطی (کے لیے پہاڑوں کا لنگر) جن میں کھانیں ہوئی ہیں اور جن کے نیچے سے چشمے نکلتے ہیں۔ (اور کردیا دو دریاؤں کے درمیان روک) کھارے اور میٹھے میں۔۔یا۔۔روم اور فارس کی دو نہروں میں، تو اُس مانع کی وجہ سے ایک دوسرے سے مل نہیں جاتے، تو (کیا کوئی معبود اور بھی ہے اللہ) تعالیٰ (کے ساتھ) جو چیزیں پیدا کرنے میں اُس کا مددگار ہو؟ ہرگز نہیں! (بلکہ اُنہیں کے بہتیرے جاہل ہیں) جنہیں خدائے برحق کا وحدہٗ لاشریک ہونا معلوم نہیں، جبھی وہ اُس کے شریک کے قائل ہیں۔ تو آیا وہ شریک عاجز و ناتواں بہتر ہیں۔۔۔

اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَكۡشِفُ السُّوۡٓءَ وَیَجۡعَلُكُمۡ

یا وہ، جو سنتا ہے بے قرار کی، جب اُسے پکارا، اور دُور کرتا ہے سختی کو، اور بناتا رہتا ہے تم کو

خُلَفَآءَ الۡاَرۡضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِیۡلًا مَّا تَذَكَّرُوۡنَ ﴿۶۲﴾

زمین کا حقدار۔ کیا کوئی معبود اور بھی ہے اللہ کے ساتھ؟ تم لوگ بہت کم سوچتے ہو●

(یا وہ، جو سنتا ہے) ایسے (بے قرار کی) جس کا خدا کے سوا کوئی حیلہ اور وسیلہ نہ ہو (جب اُسے پکارا)۔

بعضوں نے کہا کہ **مُضۡطَرّ** وہ ہے جس نے اپنی جان سے ہاتھ اُٹھایا ہو، جیسے دریا میں ڈوبتا ہوا آدمی۔۔یا۔۔بیابانِ بے پایاں میں راہ بھولا ہوا۔۔یا۔۔وہ بیمار جو صحت سے ناامید ہو۔ ایک بزرگ کسی بیمار کی عیادت کے لیے گئے، بیمار نے کہا کہ "اے شیخ! میری صحت کے واسطے دُعا کیجیے۔" فرمایا کہ "تُو خود دُعا کر کہ **مُضۡطَرّ** ہے اور قبولیت **مُضۡطَرّ** کی دُعا سے بندھی ہوئی ہے، اِس واسطے کہ اُس کی نیاز اور آرزو بہت زیادہ ہوتی ہے اور حق تعالیٰ عاجزوں اور بیچاروں کی آرزو بَر لانے کو دوست رکھتا ہے۔"

پس جب نیاز مند بے چارہ دُعا کرتا ہے (اور) عاجزانہ طور پر خدا کو پکارتا ہے، تو حق تعالیٰ (دُور کرتا ہے سختی کو) اور اُٹھالیتا ہے بُرائی کو، یعنی جو کچھ اُسے بُرا معلوم ہوتا ہے وہ اُس سے دفع کردیتا ہے۔ (اور) اِتنا ہی نہیں، بلکہ (بناتا رہتا ہے تم کو زمین کا حقدار)، یعنی تم کو اگلوں کا جانشین کرتا ہے اور زمین کو اُن کے بعد تمہارے تصرف میں لاتا ہے۔ تو (کیا کوئی معبود اور بھی ہے اللہ) تعالیٰ (کے ساتھ) جو ان کاموں میں اُس کی اِعانت کرے؟ ہرگز نہیں! اور ایسا ہو بھی نہیں سکتا۔ ظاہر ہو گیا کہ (تم لوگ بہت کم سوچتے ہو)۔ اِس تعلق سے نہ تو نصیحت مانتے ہو اور نہ ہی خدا کو یاد رکھتے ہو۔۔یا۔۔خدا کو بہت کم یاد کرتے ہو۔۔۔

اور بعضوں نے کہا کہ 'کمی' سے 'بالکل نہ کرنا'، مراد ہے، یعنی خدا کو یاد ہی نہیں کرتے ہو اور بتوں کو پوجتے ہو۔ تو تم جن بتوں کو پوجتے ہو، آیا وہ بہتر ہیں۔۔۔

اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا

یا وہ، کہ راہ دے تمہیں خشکی اور تری کی تاریکیوں میں، اور جو بھیجے ہواؤں کو خوش خبری سناتی

بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۭ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۳﴾

اپنی رحمت سے پہلے، کیا کوئی معبود اور بھی ہے اللہ کے ساتھ؟ بلند و بالا ہے اللہ اُس سے جس کو وہ شریک قرار دیتے ہیں●

(یا وہ، کہ) جو (راہ دے تمہیں خشکی اور تری کی تاریکیوں میں)، یعنی دریاؤں اور بیابانوں کے اندھیروں میں، (اور جو بھیجے ہواؤں کو خوشخبری سناتی اپنی رحمت) یعنی بارش (سے پہلے)۔ تو (کیا کوئی معبود اور بھی ہے اللہ) تعالیٰ (کے ساتھ؟) ہرگز نہیں! بے شک (بلند و بالا ہے اللہ) تعالیٰ (اُس سے جس کو وہ شریک قرار دیتے ہیں)۔ اِس واسطے کہ خالق قادر پاک ہے، مخلوق عاجز کی مشارکت سے۔ آیا کہ ایسا شریک بہتر ہے۔۔۔

اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ

یا وہ، جو مخلوقات کی ابتدا کرے، پھر دوبارہ پیدا فرمائے گا اُن کو، اور روزی دے تمہیں آسمان و زمین سے۔

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۶۴﴾

کیا کوئی معبود اور بھی ہے اللہ کے ساتھ؟ کہہ دو کہ "لاؤ اپنی دلیل اگر سچے ہو"●

(یا وہ، جو مخلوقات کی ابتداء کرے) اور معدوم کو موجود کردے۔ اور اُس کی یہ شان ہوگی، کہ

بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا

بلکہ کیا رسائی پالی اُن کے علم نے آخرت کے بارے میں۔۔۔ بلکہ وہ تو اُس کی طرف سے شک میں پڑے ہیں۔۔

بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿٦٦﴾

بلکہ وہ اُس کی طرف سے اندھے ہیں●

ع ٥ ٨ ١

(بلکہ) غور کرو، کہ (کیا رسائی پالی اُن کے علم نے آخرت کے بارے میں)، یعنی اُن کو آخرت کا پورا علم حاصل ہو گیا؟ نہیں، (بلکہ وہ تو اُس کی طرف سے شک میں پڑے ہیں۔۔ بلکہ) اُن کے تعلق سے یہ کہنا بھی صحیح ہے، کہ (وہ اُس کی طرف سے اندھے ہیں) یعنی بالکل جاہل ہیں۔

اِس آیت کے معنی میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک اِس کا معنی ہے، کہ آخرت کے متعلق اُن کا علم غائب ہو گیا اور وہ اُس کو نہ سمجھ سکے۔ بعض نے کہا، کہ اِس کا معنی ہے کہ آخرت کے متعلق وہ شکوک وشبہات میں مبتلا ہیں۔ کبھی وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو بہت بعید کہتے تھے، اور اِس پر حیرت کا اِظہار کرتے تھے اور کبھی آخرت کا صاف اِنکار کردیتے تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ آخرت کے متعلق اُن کا علم الجھا ہوا تھا۔ اور بعض نے کہا، کہ اِس کا معنی یہ ہے کہ آخرت کا معاملہ میں اُن کا علم کامل ہو جائے گا، لیکن اُس وقت یہ سُودمند نہ ہوگا۔۔ المختصر۔۔ یہ کافر امرِ آخرت سے اندھے ہیں، یعنی اُن کے دیدۂ دِل بعث و حشر کی دلیلیں دیکھنے سے بند ہیں۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿٦٧﴾

اور سوال کیا کافروں نے کہ "کیا جب ہو چکے ہم خاک اور ہمارے باپ دادے، تو کیا ہم پھر نکالے جائیں گے؟"●

لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ

"واقعہ ہے کہ اِس سے ہم بھی دھمکائے گئے، اور ہمارے باپ دادے بھی ہم سے پہلے۔

اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦٨﴾

یہ نہیں ہے مگر اگلوں کی کہانیاں"●

(اور) اِسی اندھے پن کی وجہ سے (سوال کیا کافروں نے، کہ کیا جب ہو چکے ہم خاک اور ہمارے باپ دادے) بھی خاک ہو گئے، (تو کیا ہم پھر نکالے جائیں گے؟) قبروں سے۔۔ یا۔۔

باہر نکلے ہوئے تنگیِ فنا سے اندر آئے ہوئے وسعتِ حیات میں۔اور (واقعہ) یہ (ہے کہ اِس سے ہم بھی دھمکائے گئے اور ہمارے باپ دادے بھی ہم سے پہلے)۔یعنی پیغمبر اسلام کی طرف سے یہ دھمکی نئی نہیں ہے، بلکہ اِس طرح کی دھمکیاں ہمارے باپ دادوں کو پیغمبروں کی زبانی ملتی رہی ہیں، اور اب تک اِس وعدہ کو پورا ہوتے دیکھا نہیں گیا، تو (یہ نہیں ہے مگر اگلوں کی کہانیاں)، یعنی بنائی ہوئی بے اصل کہانیوں کے مثل۔تو اَے محبوب!۔۔۔

قُلۡ سِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَانۡظُرُوۡا کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الۡمُجۡرِمِیۡنَ ﴿٦٩﴾

تم جواب دو کہ ”زمین میں چلو، پھر دیکھو کہ کیسا ہوا انجام جرم کرنے والوں کا“●

وَ لَا تَحۡزَنۡ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا تَکُنۡ فِیۡ ضَیۡقٍ مِّمَّا یَمۡکُرُوۡنَ ﴿٧٠﴾

اور تم رنج نہ کرو اُن کا، اور نہ دِل تنگ ہو اُس سے، جو یہ سب چال کیا کرتے ہیں●

(تم جواب دو، کہ) تکذیب کرنے والوں کی (زمین میں چلو)، یعنی 'دِیارِ حجر' اور 'اَحقاف' اور 'موتفکات' کی سیر کرو۔ (پھر دیکھو کہ کیسا ہوا انجام جرم والوں کا)۔اَے محبوب! مشرکین کی تکذیب (اور) اِنکار کے سبب سے (تم رنج نہ کرو اُن کا) اور اُن کے تعلق سے رنجیدہ خاطر نہ ہو (اور نہ) ہی (دِل تنگ ہو اُس سے جو یہ سب چال کیا کرتے ہیں) اور مکر کرتے ہیں۔اِس واسطے کہ تم تو ہماری عصمت اور نگہبانی کی پناہ میں ہو، اور تمہاری حفاظت کا کفیل تو میں ہوں۔اُن کافروں کی دیدہ دلیری۔۔۔

وَ یَقُوۡلُوۡنَ مَتٰی ہٰذَا الۡوَعۡدُ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿٧١﴾ قُلۡ عَسٰۤی

اور بحث کرتے ہیں کہ ”کب آئے گا یہ وعدہ اگر سچے ہو؟“● جواب دو کہ ”قریب ہے

اَنۡ یَّکُوۡنَ رَدِفَ لَکُمۡ بَعۡضُ الَّذِیۡ تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ ﴿٧٢﴾

کہ تمہارے پیچھے آلگے کچھ اس کا، جس کی جلدی پڑی ہے تمہیں“●

(اور) اُن کی بے جا جسارت تو دیکھو، کہ تم سے اور تمہارے اصحاب سے (بحث کرتے ہیں) اور اَز راہِ تمسخر پوچھتے ہیں، (کہ کب آئے گا یہ وعدہ) کیا ہوا عذاب کا، (اگر سچے ہو)۔

یہاں مخاطب پیغمبر اور آپ کے اصحاب ہیں جو کافروں کو برابر عذابِ الٰہی سے ڈراتے تھے۔

(جواب دو، کہ قریب ہے کہ تمہارے پیچھے آلگے کچھ اُس) عذاب (کا جس کی جلدی پڑی

ہے تمہیں)۔

۔۔چنانچہ۔۔جنگِ بدر کے دن کے عذاب۔۔یا۔۔قحط۔۔یا۔۔گرانی کے عذاب سے وہ جلد ہی دوچار ہوگئے۔

ربِّ کریم بندوں پر گناہ کے سبب سے عذاب دینے میں جلدی نہیں فرماتا ہے۔ اِس میں حکمت۔۔۔

وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾

اور بلاشبہ تمہارا پروردگار فضل والا ہے لوگوں پر، لیکن اُن کے بہتیرے شکر گزار نہیں ●

وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۴﴾

اور بلاشبہ تمہارا پروردگار، خوب جانتا ہے جواُن کے سینے چھپاتے اور جو ظاہر کرتے ہیں ●

(اور) اِس کا راز یہ ہے کہ (بلاشبہ تمہارا پروردگار فضل والا ہے لوگوں پر، لیکن اُن کے بہتیرے شکر گزار نہیں)۔یعنی شکر نہیں کرتے اور تاخیرِ عذاب جو ایک نعمت ہے، اُس کا حق نہیں پہچانتے۔(اور بلاشبہ تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے جواُن کے سینے چھپاتے اور جو ظاہر کرتے ہیں)۔یعنی اُن کے سینے میں چھپا ہوا حسد اور ظاہر میں کی جانے والی تکذیب اور عداوت، یہ سب کچھ علمِ الٰہی میں ہے۔

وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِى السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۵﴾ اِنَّ هٰذَا

اور نہیں کوئی غیب آسمان اور زمین کا، مگر لکھا ہوا بیان کرنے والی کتاب میں ● بے شک یہ

الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِىْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۷۶﴾

قرآن، ظاہر کردیتا ہے بنی اسرائیل پر بہتیری باتیں، جس میں وہ جھگڑتے ہیں ●

وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾

اور بے شک وہ ضرور ہدایت ورحمت ہے مان جانے والوں کے لیے ●

(اور) اُس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔۔چنانچہ۔۔(نہیں) ہے (کوئی غیب آسمان اور زمین کا، مگر لکھا ہوا بیان کرنے والی کتاب) لوحِ محفوظ (میں)۔۔المختصر۔۔رب کی طرف سے عذاب میں تاخیر کسی لاعلمی کی بنیاد پر نہیں، بلکہ یہ اُس کا فضل وکرم ہے کہ وہ توبہ کے لیے مہلت عطا فرماتا ہے۔

(بے شک یہ قرآن) جوسیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے (ظاہر کر دیتا ہے بنی اسرائیل پر بہتیری باتیں جس میں وہ جھگڑتے ہیں)۔یعنی اُن بکثرت باتوں کے درمیان محاکمہ کر دیتا ہے، جن میں بنی اسرائیل اپنی جہالت کی وجہ سے اختلاف کرتے ہیں۔

جیسے کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر علیہما السلام کے متعلق اُن کا اختلاف ہے۔اور اِس میں اُن کا اختلاف ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ جسموں کو زندہ کر کے اکٹھا کیا جائے گا۔۔یا۔۔ صرف روحوں کو جمع کیا جائے گا۔اور جنت اور دوزخ کے صفات کے بارے میں اُن کا اختلاف ہے اور اِس میں اُن کا اختلاف ہے، کہ اللہ تعالیٰ جسم ہے یا نہیں ہے۔اِسی طرح اور بہت چیزوں میں اُن کا اختلاف ہے۔وہ ایک دوسرے پر لعنت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں۔اگر وہ انصاف سے کام لیتے اور قرآنِ مجید کو مان لیتے، اسلام کو قبول کر لیتے،تو دائمی عذاب سے سلامت رہتے۔۔۔

(اور) یہ اس لیے کہ (بے شک وہ) یعنی قرآنِ کریم (ضرور ہدایت ورحمت ہے مان جانے والوں کے لیے)۔

چونکہ قرآنِ مجید کی ہدایت سے صرف ایمان والے ہی مستفید ہوتے ہیں، اِسی لیے اُن کی تخصیص فرما دی گئی۔

اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِىْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿٧٨﴾

بے شک تمہارا رب فیصلہ فرماتا ہے اُن کا اپنے حکم سے۔اور وہ عزت والا علم والا ہے●

فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ﴿٧٩﴾

تو بھروسہ رکھو اللہ پر، بلاشبہ تم کھلے ہوئے حق پر ہو●

(بے شک تمہارا رب فیصلہ فرماتا ہے اُن) اختلاف کرنے والے بنی اسرائیلوں (کا اپنے صحیح اور درست (حکم سے، اور وہ عزت والا) ہے۔یعنی ایسا غالب ہے کہ اُس کا حکم رَد نہیں کر سکتے، اور (علم والا ہے) یعنی اپنے حکم کی حقیقت کو جاننے والا ہے، (تو) اَے محبوب! دشمنوں کی دشمنی سے تم کچھ باک نہ رکھو، اور (بھروسہ رکھو اللہ) تعالیٰ (پر۔بلاشبہ تم کھلے ہوئے حق پر ہو)، یعنی تمہاری راہ سیدھی ہے اور تمہارا کام درست ہے۔

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ ﴿٨٠﴾

بے شک تمہارا پیغام نہ کان کھول سکے اُن مُردہ دِلوں کا، اور نہ اُن کان رکھتے ہوئے بہروں کا، جب یہ پیٹھ دکھا کر پھر گئے●

وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ

اور نہ تم ہو اُن اندھوں کو راہ دینے والے اُن کی گمراہی سے۔ تم نہیں کان کھولتے مگر اُن کا جو مان جائیں

بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿٨١﴾

ہماری آیتوں کو، پھر وہ نیاز مند ہیں●

(**بے شک تمہارا پیغام نہ کان کھول سکے اُن مُردہ دِلوں کا**) یعنی مُردہ دِل کافر تمہاری بات قبول نہیں کر سکتے، اس لیے کہ قبول کرنا زندہ دِل کا کام ہے نہ کہ مردہ دِل کا، (**اور نہ**) ہی (**اُن کان رکھتے ہوئے بہروں کا جب یہ پیٹھ دکھا کر پھر گئے**)۔ یعنی اُن کے دِلوں کے کان بہرے ہیں اِسی لیے قرآن سننے سے اِنکار کرتے ہیں، اور منہ پھیرتے ہیں، تو یہ بہروں کے مشابہ ہیں نہ سننے میں، خصوصاً وہ بہرا جو پھر جائے اور اپنے پکارنے والے کی طرف پیٹھ پھیرے۔ اُس صورت میں اُس کو سنانا بہت مشکل ہے اور اشارہ کنایہ بھی وہ نہیں دیکھتا، کہ اشارے سے بات سمجھے۔ اَے محبوب! تمہارے فرائضِ نبوت میں ایسے اندھوں کو راہ پر لانا (اور) صراطِ مستقیم تک پہنچانا نہیں۔ تو (**نہ تم ہو اُن اندھوں کو راہ دینے والے**) اور اُن کو (**اُن کی گمراہی سے**) نکالنے والے۔۔ چنانچہ۔۔ (**تم نہیں کان کھولتے مگر اُن کا جو مان جائیں ہماری آیتوں کو، پھر وہ نیاز مند ہیں**)۔ یعنی اَے محبوب! تمہاری بات صرف ایمان والے ہی سنتے ہیں جو تمہارے حکم کو ماننے والے ہیں اور تمہارا کہا یقینی جاننے والے ہوں۔ نہ ماننے والے کس خواب وخیال میں ہیں؟ اُنہیں معلوم ہونا چاہیے۔۔۔

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ

اور جہاں پڑ گئی اُن پر ہونے والی بات، کہ نکال دیا ہم نے اُن کے لیے ایک چوپایہ زمین سے،

تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا لَا یُوْقِنُوْنَ ﴿٨٢﴾ ع

کہ اُن سے بات چیت کرنے لگے، کہ بلاشبہ لوگ ہماری نشانیوں کا یقین نہیں رکھتے●

(اور) اچھی طرح جان لینا چاہیے، کہ (**جہاں پڑ گئی اُن پر ہونے والی بات**)، یعنی جب اُن پر عذاب واجب ہو جائے گا اور حضرت رب الارباب کا قہر آئے گا اور مؤمنوں اور کافروں کے درمیان

تمیز کر دینے کا وقت آجائے گا، اور صورتِ حال یہ ہو جائے گی، (کہ نکال دیا ہم نے اُن کے لیے ایک چوپایہ زمین سے)، جیسے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پتھر سے نکالی، تا (کہ اُن سے بات چیت کرنے لگے)، کیوں (کہ بلاشبہ لوگ ہماری نشانیوں کا یقین نہیں رکھتے) تو وہ جب اپنے سر کی آنکھوں سے دَآبَّۃُ الْاَرْضِ کو دیکھیں گے، تو خدا کی نشانی پر یقین کرنے کے سوا چارہ کار نہیں رہ جائے گا۔

اِس مقام پر یہ ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ قیامت کی بڑی علامتوں میں سے پہلی آسمانی علامت، مغرب کی طرف سے آفتاب نکلنا ہے، اور زمین کی پہلی علامت دَآبَّۃ کا نکلنا ہے۔ اُس دَآبَّۃ کی شکل وصورت اور اُس کی ہیئت کے تعلق سے مختلف اقوال ہیں، اور وہ زمین کے کس حصے اور کہاں سے نکلے گا، اُس میں بھی اقوال مختلف ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی اُس کے ساتھ ہوگی۔ ایمان والوں کے چہرے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا چھودے گا، پس چہرہ اُن کا سفید ہو جائے گا۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کافروں کی دونوں آنکھوں کے درمیان مَل دے گا، پس اُن کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔ دُنیا میں کوئی ایسا نہ رہ جائے گا جو سفید رُو۔۔یا۔۔سیاہ رُو نہ ہو۔ اور پھر جو سفید رُو ہوگا اُسے جنتی اور جو سیاہ رُو ہوگا اُسے دوزخی کہا جائے گا۔ اُس کے سوا کسی کو کسی اور لقب سے پکارا نہ جائے گا۔ اِن علامتوں کے ظاہر ہو جانے کے بعد تمام کافروں سے توبہ کی توفیق چھین لی جائے گی۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

اور جس دن کہ ہم ہانکا کر کے اکٹھا کریں گے ہر امت سے ایک فوج، جو جھٹلاتی رہتی ہے ہماری آیتوں کو، تو ایک دوسرے پر بڑھنے سے روکے جائیں گے●

حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾

یہاں تک کہ جب سب آچکے، فرمان ہوا کہ کیا "تمہیں لوگوں نے جھٹلایا تھا میری آیتیں، حالانکہ نہ پہنچ سکا اُس تک تمہارا علم، یا تم آخر کیا کرتے تھے●

(اور) اَے محبوب! پھر یاد کرو اُس دن کو (جس دن کہ ہم ہانکا کر کے اکٹھا کریں گے ہر امت سے ایک فوج) اُن کے رؤسا اور اشراف کی (جو جھٹلاتی رہتی ہے ہماری آیتوں کو)، یعنی ہمارے کلام کی آیتوں کو۔۔یا۔۔ہماری قدرت کی دلیلوں کو، (تو ایک دوسرے پر بڑھنے سے روکے جائیں گے) تاکہ قوم کے رذیل اور کمینے لوگ بھی اُن تک پہنچ جائیں اور اپنے اشراف کا حال اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ اسی لیے کہ اشراف کو آگے جانے سے روک دیا جائے گا یہاں تک کہ اُن کے کمینے لوگ بھی اُن کے ساتھ ہو جائیں۔ (یہاں تک کہ جب سب آچکے) اور ایک جگہ اکٹھا ہو گئے، تو خداوندی (فرمان

ہوا کہ کیا تمہیں لوگوں نے جھٹلایا تھا میری آیتیں)، یعنی ابتداءً ہی تم نے تکذیب کردی، (حالانکہ نہ پہنچ سکا اُس تک تمہارا علم) یعنی تم نے اُن آیتوں پر غور نہ کیا اور اُن کی تہہ تک نہ پہنچے (یا تم آخر کیا کرتے تھے) یعنی آیا وہ کیا چیز تھی جو تم تھے کرتے، یعنی خدا اور سول کا ایمان نہ لانے کے بعد تم نے کیا کام کیا؟۔۔۔

وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوا فَهُمْ لَا يَنْطِقُونَ ﴿٨٥﴾ أَلَمْ يَرَوْا أَنَّا

اور آپڑی آنے والی بات اُن پر، جو اندھیر مچا رکھا ہے، تو اب بولی نہیں نکلتی ● کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا

جَعَلْنَا اللَّيْلَ لِيَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

کہ "ہم نے بنائی رات کہ آرام لیں اُس میں، اور دن کو دیکھ بھال کرانے والا"۔ بے شک اِس میں ضرور

لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٨٦﴾

نشانیاں ہیں اُن کے لیے جو مان جائیں ●

(اور) بالآخر (آپڑی آنے والی بات اُن پر) بہ سبب اُس کے (جو اندھیر مچا رکھا ہے، تو اب بولی نہیں نکلتی)۔ ایسے وقت میں وہ کیا بات کرسکیں گے۔۔ چنانچہ۔۔ مبتلائے عذاب ہو جائیں گے اور عذر کرنے کی بھی مہلت نہ پائیں گے۔ (کیا اُنہوں نے) یعنی حشر کا اِنکار کرنے والوں نے، (نہیں دیکھا کہ ہم نے بنائی رات، کہ آرام لیں اُس میں اور دن کو دیکھ بھال کرانے والا) کہ اُس میں معاش ڈھونڈیں۔ (بے شک اُس میں) یعنی اُس اُجالے اندھیرے کے آگے پیچھے آنے میں ایک خاص صورت پر (ضرور نشانیاں ہیں) حشر و نشر پر (اُن کے لیے جو مان جائیں)۔ یعنی یہ یقین رکھنے والے ہیں کہ جو دن رات کو بدلنے پر قادر ہے، وہ یقیناً مُردوں کے بدنوں کے مادّے میں موت کو زندگی سے بدلنے کی بھی قدرت رکھتا ہے، اور دن رات جو آتے ہیں اُن سے بھی دلیل پکڑ سکتے ہیں زندگی اور موت پر۔۔۔

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ

اور جس دن پھونکا جائے گا صور میں، کہ گھبرا اُٹھے آسمانوں والے اور زمین والے،

إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ۚ وَكُلٌّ أَتَوْهُ دَاخِرِينَ ﴿٨٧﴾

مگر سوا اُن کے جنھیں اللہ نے چاہا، اور سب حاضر آئے عاجزوں کی طرح ●

(اور) اَے محبوب! یاد کرو اُس دن کو (جس دن) پہلی بار (پھونکا جائے گا صور میں) بذریعہ حضرت اسرافیل علیہ السلام۔ پھر صورتِ حال یہ ہوئی (کہ گھبرا اُٹھے) اُس کی ہَول اور ہیبت سے (آسمانوں والے اور زمین والے، مگر سوا اُن کے جنہیں اللہ) تعالیٰ (نے چاہا)۔

یعنی بہشت اور دوزخ کے فرشتے۔۔یا۔۔شہید لوگ۔۔یا۔۔اسرافیل علیہ السلام جو کہ پھونکنے والے ہیں۔۔یا۔۔چاروں مقرب فرشتے یعنی جبرائیل، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام ۔۔یا۔۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کہ اُن کو طور پر غش تھا۔ ایک روایت ہے کہ وہ ادریس علیہ السلام ہیں ۔۔المختصر۔۔اُس صور کی آواز سے لوگ گھبرا کر مر جائیں گے اور پھر بعد میں جو صور پھونکا جائے گا، اُس کی آواز سن کر لوگ قبروں سے نکل پڑیں گے۔۔۔

(اور) اُن کی حالت یہ ہوگی، کہ (سب حاضر آئے عاجزوں کی طرح) میدانِ حشر میں۔۔۔

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ

اور دیکھو گے پہاڑوں کو، خیال کرو گے کہ جمے ہیں، حالانکہ وہ بادل کی طرح چل رہے ہیں۔

صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْۤ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ؕ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۸۸﴾

یہ کاریگری ہے اللہ کی، جس نے مناسب مضبوطی بخشی ہر چیز کو۔ بے شک وہ خبردار ہے جو کچھ تم لوگ کرو●

(اور) اُس دن (دیکھو گے پہاڑوں کو)، تو پہلی نظر میں (خیال کرو گے کہ جمے ہیں، حالانکہ وہ بادل کی طرح چل رہے ہیں)۔

اِس واسطے کہ بڑے اَجرام جب ایک طرح پر حرکت کرتے ہیں تو اُن کی حرکت خوب ظاہر نہیں ہوتی، جیسا کہ اَبر کی سیر اور حرکت میں ہم دیکھتے ہیں۔ ایک محقق نے فرمایا ہے، کہ اولیاءِ کرام بھی خلق میں رسوم کی حد پر ٹھہرے ہوئے ہیں اور خلق کو اُن کے باطنوں کی حرکت کی خبر نہیں، کہ دم بھر میں ایک عالم طے کر لیتے ہیں۔

(یہ کاریگری ہے اللہ) تعالیٰ (کی جس نے مناسب مضبوطی بخشی ہر چیز کو) اور آراستہ کر دیا جس طرح پر کہ چاہیے۔ (بے شک وہ خبردار ہے جو کچھ تم لوگ کرو)۔۔تو۔۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾

جو کر لایا نیکی، تو اُس کے لیے اُس سے بھی بہتر ہے۔ اور وہ گھبراہٹ سے اُس دن امن میں ہیں●

وَمَنۡ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَكُبَّتۡ وُجُوۡهُهُمۡ فِی النَّارِؕ

اور جو کرلایا بُرائی، تو اوندھے منہ جھونک دیے گئے جہنم میں۔

هَلۡ تُجۡزَوۡنَ اِلَّا مَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿٩٠﴾

نہیں بدلہ دیے جاؤ گے، مگر جو کرتوت کرلائے ہو●

(جو کرلایا نیکی، تو اُس کے لیے اُس سے بھی بہتر ہے) جزا۔ اِس واسطے کہ فانی کو دیتا ہے اور باقی کو لیتا ہے، اور ایک کا بدلہ سات سَو پاتا ہے۔

اور اگر حَسَنَۃ سے کلمہ ٔشہادت مراد رکھیں، تو کلمہ کہنے والے کو اُس کی برکت سے بہت بھلائیاں حاصل ہیں۔

(اور) اُن کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ (وہ گھبراہٹ سے اُس دن امن میں ہیں)۔ (اور) اُن کے برخلاف (جو کرلایا بُرائی) اور شرک سے ملوث ہوگیا، (تو) وہ لوگ (اُوندھے منہ جھونک دیے گئے جہنم میں)۔ یعنی اُن مشرکوں کو اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیں گے اور اُن سے کہا جائے گا، کہ (نہیں بدلہ دیے جاؤ گے مگر جو کرتوت کرلائے ہو)، یعنی تمہارے کرتوتوں کے مطابق تمہاری سزائیں ہوں گی۔ رہ گیا میرا معاملہ۔۔۔

اِنَّمَاۤ اُمِرۡتُ اَنۡ اَعۡبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الۡبَلۡدَةِ الَّذِیۡ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَیۡءٍ٘

مجھے بس یہی حکم دیا گیا ہے کہ "معبود مانوں اِس شہر کے رب کو، جس نے حرمت بخشی اِسے، اور اُسی کا سب کچھ ہے"۔

وَّاُمِرۡتُ اَنۡ اَكُوۡنَ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ﴿٩١﴾ وَاَنۡ اَتۡلُوَا الۡقُرۡاٰنَ فَمَنِ

اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ "میں فرمانبردار رہوں● اور تلاوت کرتا رہوں قرآن کی"۔ تو جو

اهۡتَدٰی فَاِنَّمَا یَهۡتَدِیۡ لِنَفۡسِهٖ ۚ وَمَنۡ ضَلَّ

راہ پر آیا، تو وہ اپنے ہی لیے بَر سرِ راہ ہے۔ اور جو بے راہ ہوا،

فَقُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُنۡذِرِیۡنَ ﴿٩٢﴾

تو کہہ دو کہ "میں بس تمہیں ڈر سنا دینے والا ہوں"●

تو (مجھے) تو (بس یہی حکم دیا گیا ہے، کہ معبود مانوں اِس شہرِ) مکہ (کے رب کو) جو ساری کائنات کا پروردگار ہے، اور (جس نے حرمت بخشی اُسے) یہاں تک کہ اُس کا کانٹا بھی توڑنے کی

اجازت نہیں، اور اُس کی گھاس تک کاٹنے کی رخصت نہیں، اور نہ ہی اُس کے شکار کو ہنکا سکتے ہیں، (اور اُسی کا سب کچھ ہے) یعنی سب کچھ اُس شہرِ مبارک کے خداوند ہی کا ہے۔ (اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرمانبردار رہوں)، یعنی ملتِ اسلامیہ پر ثابت قدم رہوں۔ (اور تلاوت کرتا رہوں قرآن کی) ہمیشہ، تا کہ اُس کے حقائق مجھ پر کھلتے رہیں۔ (تو جو) میری متابعت کے سبب سے (راہ پر آیا) اور اسلامی احکام پر عمل کرتا رہا، (تو وہ) صرف (اپنے ہی) فائدے کے (لیے برسرِ راہ) اور صراطِ مستقیم پر (ہے۔ اور جو بے راہ ہوا) ان احکامِ اسلامیہ میں تمہاری مخالفت کرنے کی وجہ سے، (تو) اَے محبوب! اُن سے (کہہ دو، کہ میں بس تمہیں ڈر سنا دینے والا ہوں) اور میرے ذمہ صرف حکم پہنچا دینا ہے، اور دوسرے کی گمراہی کا وبال مجھے نہیں پہنچتا ہے۔

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ط

اور کہو کہ "ساری حمد اللہ کی، جلد دکھادے گا تمہیں اپنی نشانیاں، تو پہچان لوگے اُنہیں۔

وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٣﴾

ع ١١ / ٢

اور نہیں ہے تمہارا رب غافل اَے لوگو! تمہارے کرتوت سے ●

(اور) اَے محبوب! بطور تحدیثِ نعمت (کہو کہ ساری حمد) وثناء (اللہ) تعالیٰ (کی)، نعمتِ نبوت پر۔۔یا۔۔اِس بات پر کہ مجھے علمِ نافع اور عملِ صالح اُس نے عطا کیا، تو (جلد دکھادے گا تمہیں) حق تعالیٰ (اپنی) قدرت کی (نشانیاں)، دابۃ الارض کا نکلنا وغیرہ۔۔یا۔۔دُنیا میں قہر کی نشانیاں کہ بدر کا واقعہ ہے، اور آخرت میں کہ عذابِ ابدی ہے، (تو پہچان لوگے اُنہیں)۔ مگر اُن نشانیوں کے ظاہر ہونے کے بعد اُن کا پہچان لینا تمہیں مفید نہ ہوگا، اور اُس سے تمہیں کسی طرح کا نفع حاصل نہ ہوگا۔ (اور نہیں ہے تمہارا رب غافل اَے لوگو! تمہارے کرتوت سے)، تو تم پر عذاب نازل ہونے میں دیر بھی حکمت کے ساتھ ہے کہ اِس کا بھید بھی وہی جانتا ہے۔

بعونہٖ تعالیٰ وبفضلہٖ سبحانہٗ سورۂ نمل کی تفسیر آج بتاریخ۔۔٢٣ رشوال المکرم ١٤٣٢ھ۔۔مطابق۔۔٢٢ رستمبر ٢٠١١ء بروز پنجشنبہ، مکمل ہوگئی۔ مولیٰ تعالیٰ باقی پورے قرآن کریم کی تفسیر کی تکمیل کی سعادت مرحمت فرمائے، اور فکر وقلم کو اپنی حفاظت میں رکھے۔

آمِین یَا مُجِیبَ السَّائِلِینَ بِحَقِّ طٰهٰ وَ یٰسٓ بِحَقِّ نٓ وصٓ وَبِحَقِّ یَا بُدُّوحُ
وَبِحُرْمَةِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

بعونہ تعالیٰ وبفضلہٖ سبحانہٗ، آج بتاریخ

۲۵ رشوال المکرّم ۱۴۳۲ھ۔۔مطابق۔۔۲۴ر ستمبر ۲۰۱۱ء

بروز شنبہ، سورۃ القصص کی تفسیر کا آغاز کر دیا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اِس کی تکمیل کی اور باقی قرآنِ کریم کی مکمل تفسیر کرنے کی سعادت مرحمت فرمائے، اور فکر و قلم کو اپنی حفاظت میں رکھے۔

آمِین یَا مُجِیبَ السَّائِلِینَ بِحَقِ طٰہٰ وَ یٰس بِحَقِ نٓ وصٓ وَبِحَقِ یَا بُدُّوح

وَ بِحُرمَۃِ سَیِّدِالمُرسَلِینَ سَیِّدِنَا **محمد** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

سورۃ القصص ۲۸ مکیۃ ۴۹ | آیاتہا ۸۸ رکوعاتہا ۹

سُورۃُ القَصَص

سورۂ قصص۔۔۲۸ مکیہ ۴۹ — آیاتہا ۸۸۔۔رکوعاتہا ۹

اِس سورۂ مبارکہ کا نام 'القصص' ہے جو اِسی سورہ کی آیت ۲۵ سے لیا گیا ہے، اور نام رکھنے کے لیے اِتنی ہی مناسبت کافی ہے۔ اِس سورۃ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، جو تینتالیس[۴۳] آیتوں پر محیط ہے۔۔نیز۔۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے ایک شخص قارون کا بھی قصہ بیان کیا گیا ہے، جو مال و دولت کی کثرت کی وجہ سے متکبر اور سرکش ہو گیا تھا، اور بالآخر اُس کا بُرا انجام ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام کا قصہ اِس سے پہلے کی دو سورتوں میں بھی بیان کیا گیا ہے، لیکن جن چیزوں کو اُن سورتوں میں اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا تھا اِس سورت میں اُن کی تفصیل کر دی گئی ہے۔

ایک اُور وجہ سے سورۃ النمل اور سورۃ القصص میں یہ مناسبت ہے، کہ سورۃ النمل میں حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوموں کو ہلاک کرنے کا قصہ اختصار کے ساتھ بیان فرمایا ہے، اور سورۃ القصص میں یہ قصہ تفصیل کی ساتھ بیان فرمایا ہے۔۔نیز۔۔سورۃ النمل کے آخر میں اُن مشرکین کی مذمت فرمائی ہے جو قیامت کا اِنکار کرتے تھے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کو نہیں مانتے تھے، اور سورۃ القصص میں اُس چیز پر زیادہ دلائل بیان فرمائے ہیں اور اُس موقف کو زیادہ تفصیل اور زیادہ وضاحت کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اِس کے علاوہ بھی یہ سورۂ مبارکہ اعلیٰ مقاصد اور عظیم مطالب پر مشتمل ہے۔ ایسی عظیم الشان سورۂ مبارکہ کو۔۔یا۔۔قرآنِ کریم کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

طٰسٓمّٓ ①

طٰ س م ●

(طٰ س م)۔

اِن کلماتِ مقطعات سے اپنی مراد کو خدائے برتر و بالا ہی جانے۔۔یا۔۔خدا ہی کے علم دینے سے وہ جانے جن پر اِن کلمات کا براہِ راست نزول فرمایا گیا ہے۔۔یا۔۔خدا اور رسول کے بتانے سے خدا کے وہ محبوبین جانیں، جن پر منجانب اللہ اِن کلمات کے اسرار و معارف ظاہر فرما دیے گئے ہیں۔ بعض عارفین نے کہا کہ 'طاء' سے اشارہ ہے طہارتِ نفوسِ عابداں کی طرف، کہ غیروں کی عبادت سے اُن کے نفس طاہر ہیں۔۔اور۔۔طہارتِ قلوبِ عارفاں کی جانب، کہ حضرت جبار کے سوا اُور کی تعظیم سے اُن کے قلوب طاہر ہیں۔۔اور۔۔طہارتِ ارواحِ محباں کی طرف، کہ اُن کی روح میں ماسوی اللہ سے محبت نہیں۔۔اور۔۔طہارتِ اسرارِ موحداں کی جانب، کہ غیر خدا کا مشاہدہ نہیں کرتے۔۔۔

۔۔یوں ہی۔۔'سین' اسرارِ الٰہی میں سے ایک رمز ہے عاصیوں کے ساتھ نجات کا، اور مطیعوں کے ساتھ درجات کا، اور محبوبوں کے ساتھ دوامِ مناجات کا۔۔اور۔۔'میم' ایماء ہے منتِ خالق کی طرف، کہ تمام مخلوق پر ہے، بقدرِ حاجت سب کے کام چلانے اور مطالب بَر لانے میں۔۔المختصر۔۔

تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ② نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى

یہ ہیں آیتیں روشن کتاب کی ● ظاہر کر رہے ہیں تم پر ٹھیک واقعہ موسیٰ

وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ③

اور فرعون کا، اُن کے لیے جو مان لیں ●

قسم ہے اپنے دامن میں اسرار و رموز کی ایک کائنات لیے ہوئے اِن مقدس حرفوں کی، (یہ ہیں آیتیں روشن کتاب کی) جو ظاہر کرنے والی ہے طریقِ احسن کو۔۔چنانچہ۔۔ہم (ظاہر کر رہے ہیں) جبرائیل کے توسط سے (تم پر ٹھیک واقعہ موسیٰ اور فرعون کا) حق اور راستی کے ساتھ، (اُن کے لیے جو

مان لیں) اور دِل کی سچائی کے ساتھ اُس کی تصدیق کریں۔ اگرچہ سچے واقعات سبھی کی آنکھ کھولنے کے لیے ہوتے ہیں، لیکن اُس سے عبرت، درس اور صحیح فائدہ وہی حاصل کرسکیں گے، جو اُس کو دِل سے تسلیم کرلیں۔۔قصہ مختصر۔۔

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً

بے شک فرعون بڑھ چڑھ گیا تھا اُس زمین میں، اور بنادیا تھا وہاں والوں کو شیعہ شیعہ۔ اُن میں سے ایک گروہ کو

مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴﴾

پست جانتا، ذبح کردیتا اُن کے بیٹوں کو، اور زندہ چھوڑتا اُن کی عورتوں کو، بے شک وہ فساد مچانے والوں سے تھا●

(بے شک فرعون بڑھ چڑھ گیا تھا اُس زمین میں) یعنی زمینِ مصر میں۔۔الغرض۔۔اُس نے بلندی اور برتری ڈھونڈی اور تکبر اور کمزوروں پر زبردستی کی، **(اور بنادیا تھا وہاں والوں کو)** یعنی مصر کے قبطیوں اور سبطیوں کو **(شیعہ شیعہ)** اور گروہ گروہ، اور ہر ایک گروہ کو ایک کام کے ساتھ نامزد کردیا۔ **(اُن میں سے ایک گروہ کو)** یعنی بنی اسرائیل کو **(پست جانتا)**۔۔چنانچہ۔۔**(ذبح کردیتا اُن کے بیٹوں کو)**، کیوں کہ اُس نے کاہنوں سے سن رکھا تھا، کہ بنی اسرائیل میں ایک بیٹا پیدا ہونے والا ہے کہ اُس کے سبب سے تیری سلطنت میں زوال ہوگا۔۔المختصر۔۔اُس نے نوّے ۹۰۰۰۰ ہزار بیٹوں کو قتل کروادیا۔ تو وہ بیٹوں کو تو قتل کرادیتا تھا **(اور زندہ چھوڑتا تھا اُن کی عورتوں کو)** قبط کے سرداروں کی خدمت کے واسطے۔ **(بے شک وہ فساد مچانے والوں سے تھا)** کیونکہ وہ پیغمبروں کی اولاد کے قتل پر جرأت کرتا اور آزاد لوگوں کو غلام بنالیتا تھا۔۔۔

وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ

اور ہمارا ارادہ تھا کہ ہم احسان کریں اُن پر، جو پست کیے گئے ہیں اُس سرزمین میں۔ اور کردیں اُنہیں

اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵﴾ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَنُرِیَ فِرْعَوْنَ

پیشوا، اور بنادیں اُنہیں حقدار● اور جمادیں ہم اُنہیں زمین میں، اور ہم دکھاہی دیں فرعون

وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ﴿۶﴾

وہامان اور اُن کے لشکر کو، جس کو وہ ڈرا کرتے تھے●

(اور ہمارا ارادہ تھا کہ ہم احسان کریں اُن پر جو پست کیے گئے ہیں) اور ناچار پڑے ہوئے

ہیں (اُس سرزمین) مصر (میں) اور اُس کے نواح میں۔ یعنی بنی اسرائیل۔ تو ہم نے اُن پر اِس طرح احسان رکھنا چاہا (اور) یہ ارادہ کیا، کہ ہم اُس بلاء اور فرعون کی شدت سے چھڑا کر (کردیں اُنہیں پیشوا) دین کے کام میں۔۔ چنانچہ۔۔ اُنہیں خیر وصلاح کا داعی بنادیں (اور بنادیں اُنہیں) فرعون والوں کے مال ومتاع اور اُن کے املاک کا (حقدار ● اور جمادیں ہم اُنہیں زمین میں) یعنی مصر وشام کی زمین کا اُنہیں مالک بنادیں۔ (اور ہم دکھادیں فرعون وہامان اور اُن کے لشکر کو جس کو وہ ڈرا کرتے تھے)۔ یعنی بنی اسرائیل سے اُنہیں جو خوف تھا، کہ یہی اُس کی سلطنت کے زوال اور اُن کی ہلاکت کا باعث ہیں، تو یہ سارا منظر وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ اور یہ صورت اُنہوں نے اُس وقت دیکھی جب دریا میں ڈوبنے کی علامت مشاہدہ کی، اور بنی اسرائیل خوش وخرم دریا کے کنارے نظر آئے، تو فرعون نے یقین کرلیا، کہ ہم ظلم اور تعدی کے سبب سے مغلوب ومقہور ہوئے اور جو بیچارے مظلوم تھے وہ اپنی مراد کو پہنچے اور غالب وسرفراز ہوگئے۔

روایت ہے کہ فرعون نے مصر کی دائیاں بنی اسرائیل کی حاملہ عورتوں پر تعینات کردی تھیں اور دوسری ایک جماعت کو بھی اُن پر مسلط کردیا تھا، کہ جس حاملہ کو بیٹا پیدا ہو، تو فوراً اُس بیٹے کو قتل کرڈالو۔ جو دائی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں پر مسلط تھی، لڑکا پیدا ہوتے وقت حاضر ہوئی اور موسیٰ علیہ السلام کو اُٹھالیا اور اُن کے چہرے کی طرف دیکھتے ہی اُن کے حسن وجمال پر عاشق ہوگئی، اور اُس فرزندِار جمند کے ساتھ بڑی محبت اُس کے دِل میں پیدا ہوئی۔ اور حضرت موسیٰ کی والدہ سے بولی کہ "بی بی میں تیرا بھید نہ کھولوں گی اور جو لوگ متعین ہیں اُن سے کہہ دوں گی کہ وہ بچہ لڑکی تھی، مری ہوئی، اُسے میں نے خاک میں دبادیا۔ مگر شرط یہ ہے، کہ تیرے فرزند کو تیرا کوئی عزیز قریب پڑوسی نہ دیکھے۔"

حضرت موسیٰ کی ماں نے تین ۳ مہینے۔۔ یا۔۔ زیادہ حضرت موسیٰ کو پوشیدہ رکھا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ پیدا ہوئے، تو فوراً فرعون کے تعینات کیے ہوئے سپاہیوں کا ایک گروہ گھر میں گھس آیا، حضرت موسیٰ کی بہن نے حضرت موسیٰ کو اُٹھا کر گرم تنور میں ڈال دیا۔ سپاہیوں نے جب بچہ نہ دیکھا، تو گھر سے باہر نکل آئے۔ حضرت موسیٰ کی ماں نے تنور کے قریب آکے دیکھا، تو کیا دیکھتی ہیں، کہ آگ گل بوٹا ہوگئی ہے اور موسیٰ علیہ السلام اُس سے کھیل رہے ہیں۔ غرضیکہ اُن کو چھپا کر پرورش کرتے رہے اور ہر وقت ڈرتے رہے اِس واسطے کہ فرعون کے لوگ حد سے زیادہ کھوج میں تھے، تو اُس وقت الہام الٰہی حضرت موسیٰ کی ماں کو

پہنچا، جیسا کہ خود حق تعالیٰ فرماتا ہے، کہ۔۔۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ

اور ہم نے دِل میں ڈالا موسیٰ کی ماں کے کہ "اِنہیں دودھ پلاؤ۔ پھر جب ڈر لگے اِن پر تو ڈال دو انہیں دریا میں،

وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝

اور نہ کچھ ڈرو نہ رنج کرو، ہم اِس کو لوٹا کر تمہارے پاس لانے والے ہیں، اور اِن کو رسولوں سے بنانے والے ہیں"●

(اور ہم نے دِل میں ڈالا موسیٰ کی ماں کے، کہ اُنہیں دودھ پلاؤ) اور پرورش کرتی رہو۔ **(پھر جب ڈر لگے اُن پر)** اور سمجھ لے، کہ لوگوں نے اُن کا پیدا ہونا جان لیا اور اُسے ہلاک کرنے کا قصد کریں، **(تو ڈال دو اُنہیں دریا میں)**۔ یعنی اُسے صندوق میں رکھ کر آبِ نیل میں ڈال دو۔ **(اور نہ کچھ ڈرو)**۔ اس واسطے کہ وہ ضائع اور ہلاک نہ ہوگا۔ اور **(نہ)** ہی **(رنج کرو)** یعنی اُس کے فراق میں غمزدہ نہ ہو، کیونکہ بے شک **(ہم اُس کو لوٹا کر تمہارے پاس لانے والے ہیں)** تھوڑے ہی زمانے میں، اُس صورت پر جو کہ تیری خاطر خواہ ہو، **(اور اُن کو رسولوں سے بنانے والے ہیں)**، یعنی اُسے نبوت کی بزرگی ہم عطا کریں گے۔

پس جب حضرت موسیٰ کی ماں کو دریافت ہوا، کہ فرعون کے لوگ بنی اسرائیل کے بیٹوں کی تلاش میں بڑا مبالغہ اور بڑی ہی کوشش کر رہے ہیں، تو ایک بڑھئی جو عمران کا دوست تھا اُس سے کہا، کہ ایک صندوق پانچ[۵] بالشت لمبا اور پانچ[۵] بالشت چوڑا اگڑھ کے بنادے۔ اور وہ بڑھئی خربیل بن صبورا تھا۔ اُس نے صندوق تیار کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے حوالہ کر دیا اور اُس کے دِل میں یہ بات آئی کہ اِس عورت کو لڑکا ہے، چاہتی ہے کہ صندوق میں بند کر کے فرعون کے سپاہیوں سے بچالے جائے۔

پس وہ بڑھئی فرعون کے کارندے کے پاس آیا اور چاہا کہ صورتِ حال بیان کرے، اُس کی زبان بند ہوگئی، اپنے گھر پھر آیا اور چاہا کہ فرعون کے پاس جائے، اور آنکھ کے اشارے سے اُسے بتائے، تو اُس کی آنکھ اندھی ہوگئی۔ پس وہ سمجھ گیا کہ جس لڑکے کا پتا کاہنوں نے بتایا تھا وہ یہی ہے، بس فوراً بے دیکھے ہوئے ایمان لایا اور فرعون کے لوگوں میں مؤمن وہی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے صندوق کو سیاہ روغن سے مضبوط کیا کہ پانی اُس میں نہ جائے، اور حضرت موسیٰ کو اُس میں لِٹا دیا اور صندوق کا منہ اُسی روغن سے مضبوط بند کر کے رُودِ نیل میں ڈال دیا۔ فرعون کی ایک بیٹی تھی برص کے مرض میں مبتلا۔ کاہنوں نے کہا

دیا تھا کہ فلانے دن رُودنیل میں ایک آدمی کا بچہ پایا جائے گا یہ بیماری اُس کے آبِ دھن یعنی تھوک سے زائل ہوگی۔ اُسی دن فرعون اور اُس کی جورُو اور بیٹی وغیرہ رُودِنیل کے کنارے آئے اور اُس خبر دیے ہوئے بچے کا انتظار کرتے رہے، کہ دفعتاً وہ صندوق پانی پر نمودار ہوا۔ فرعون نے نوکروں کو حکم دیا، کہ اُس صندوق کو نکال لاؤ۔

فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِیَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّ حَزَنًا ؕ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ

چنانچہ اُٹھالائے اُنہیں فرعون کے اپنوں نے، تاکہ ہوں اُن کے لیے دشمن اور سببِ غم۔ بے شک فرعون وہامان

وَ جُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـئِیْنَ ﴿۸﴾

اور اُن کے سارے لشکر خطاکار تھے●

(چنانچہ اُٹھالائے انہیں فرعون کے اپنوں نے، تاکہ ہوں) بالآخر **(اُن کے لیے دشمن اور سببِ غم)**۔ یعنی اُنہوں نے اس لیے نہیں اُٹھایا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام اُن کے دشمن۔۔یا۔۔حزن کا سبب ہوں گے، لیکن انجامِ کار یہ ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام اُن کے دشمن اور غم وحزن کا سبب ثابت ہوئے۔

اُسی معنی پر وہ علت کی جگہ پر واقع ہوئی اور چونکہ اُنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو اُٹھایا، تو یہی اُٹھانا علت کے مشابہ ہوگیا، کیونکہ دشمنی اور حزن کی غرض اُسی سے مرتب ہوئی، کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ فرعون کے گھر والوں کی محبت اور بیٹا بنانا اُسی التفات کے بعد ہوا۔ المختصر ۔۔حضرت موسیٰ علیہ السلام بالآخر اُن کے دشمن ثابت ہوئے، جو فرعون کی وجہ سے دریا میں غرق ہوئے اور حزن وغم کا سبب اُن عورتوں کے لیے بنے جو اُن کے تعلق میں تھیں۔

(بے شک فرعون وہامان اور اُن کے سارے لشکر خطاکار تھے)، یعنی اپنے جملہ امور میں خطاکار تھے جن کو عمل میں لاتا تھا۔۔یا۔۔عمل میں نہیں لاتا تھا۔ اور اُنہوں نے یہ کوئی نئی بات نہیں کی، کہ موسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے ہزاروں کو قتل کرڈالا اور پھر اُسے خود پالا اور خود ہی اُسے جوان کیا، اور جس بات سے وہ ڈرتے تھے وہی موسیٰ علیہ السلام سے ہوکر رہی۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے کرشمے دکھایا کرتا ہے، اُن کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ کوئی نیا معاملہ نہ تھا۔

روایت ہے کہ جب صندوق کا پٹ کھولا، تو موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، تو جو لوگ حاضر تھے اور جنہوں نے دیکھا، سب کے دِلوں میں حضرت موسیٰ کی محبت پیدا ہوگئی اور فرعون کو دغدغہ ہوا کہ یہ بچہ کیونکر قتل سے بچا، جس لڑکے کی خبر کاہن دیتے ہیں مبادا یہی ہو۔ فرعون کی جورُو

بولی، کہ میں نے نجومیوں سے سنا ہے، کہتے تھے کہ فرعون پر جو بات ہونے سے ہم ڈرتے تھے فلانی رات اُس سے ہمیں دلجمعی ہوگئی۔ تو اَے فرعون! اب اِس بچہ کے قتل سے ہاتھ اُٹھا، کہ اِس کے سبب ہم اپنی بیٹی کا علاج کریں۔ پھر حضرت موسیٰ کا ذراسا تھوک لے کر اُس لڑکی کے سفید داغ پر مَل دیا، اسی وقت داغ زائل ہوگیا۔۔۔

وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّي وَلَكَ ۖ لَا تَقْتُلُوهُ ۖ

اور بولی فرعون کی عورت، "آنکھوں کی ٹھنڈک ہے میرے اور تمہارے لیے۔ اس کو قتل نہ کرو۔

عَسَىٰ أَن يَنفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٩﴾

قریب ہے کہ ہمیں نفع دے، یا بنالیں ہم اس کو بیٹا" اور وہ لوگ بے خبر تھے ●

(اور بولی فرعون کی عورت) کہ یہ بچہ **(آنکھوں کی ٹھنڈک ہے میرے اور تمہارے لیے)** کہ اُس کے باعث میری بیٹی نے شفاء پائی، تو **(اِس کو قتل نہ کرو)** کیونکہ **(قریب ہے کہ)** یہ **(ہمیں نفع دے)** اس واسطے کہ برکت کی نشانی اُس کی پیشانی سے ظاہر ہے۔ **(یا بنالیں ہم اِس کو بیٹا)** اِس واسطے کہ وہ اِس کی لیاقت رکھتا ہے۔

فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی جورو آسیہ بنتِ مزاحم کے حوالہ کردیا، اور آسیہ اُس کی پرورش میں مشغول ہوئیں۔

(اور) درحقیقت **(وہ لوگ بے خبر تھے)**۔ یعنی وہ لوگ نہ جانتے تھے کہ فرعون کی ہلاکت اِسی فرزند یعنی موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے ہے۔

وَأَصْبَحَ فُؤَادُ أُمِّ مُوسَىٰ فَارِغًا ۖ إِن كَادَتْ لَتُبْدِي بِهِ لَوْلَا

اور صبح کی موسیٰ کی ماں کے دِل نے بے صبری سے۔ یقیناً قریب تھا کہ وہ اُنہیں ظاہر کردیتی،

أَن رَّبَطْنَا عَلَىٰ قَلْبِهَا لِتَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٠﴾

اگر ہم نہ ڈھارس بندھاتے اُن کے دِل پر، تا کہ وہ رہے ہماری بات کے ماننے والوں سے ●

(اور صبح کی موسیٰ کی ماں کے دِل نے بے صبری سے)، یعنی جب اُنہوں نے سنا کہ وہ صندوق فرعون کے ہاتھ پڑا، تو بے صبر و بیقرار ہوگئیں۔ **(یقیناً قریب تھا کہ وہ اُنہیں ظاہر کردیتی)** کہ یہ میرا بیٹا ہے اِسے قتل نہ کرو۔

اور ایک قول یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ کی ماں نے سنا، کہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو بیٹا بنالیا ہے، تو اُن کا دِل غم سے خالی ہوگیا اور نزدیک تھا کہ خوشی کے مارے ظاہر کردیں، کہ یہ میرا بیٹا ہے۔

(اگر ہم نہ ڈھارس بندھاتے اُن کے دِل پر) یعنی ہم نے باندھ دیا اور محکم کردیا اُس کے دِل کو صبر اور ثبات کے ساتھ، (تاکہ وہ) عورت (رہے ہماری بات کے ماننے والوں سے) اور ہمارے وعدہ کو باور کرنے والوں سے۔ اور اگر ہم یہ مہربانی نہ کرتے، تو وہ ظاہر کردیتی اپنے بیٹے کو۔ اُس کے بعد حضرت موسیٰ کی ماں نے اپنے اطمینانِ قلب کے لیے ایک تدبیر کی۔۔۔

وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ۫ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ

اور بولی اُن کی بہن کو کہ "اُس کے پیچھے پیچھے جا"، تو وہ دیکھتی رہی اُس کو دُور سے،

وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۱﴾

اور اُن سب کو خبر نہیں●

(اور بولی اُن کی) یعنی حضرت موسیٰ کی (بہن کو) جس کا نام مریم تھا۔

اور ایک صحیح قول کے مطابق اُس کا نام کلثوم تھا، جس کے شوہر کو غالب بن پوشا کہتے تھے ۔۔الغرض۔۔

موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے اُس سے کہا (کہ اُس کے پیچھے پیچھے جا) اور اُس کی خبر لا۔ کلثوم دربارِ فرعون کے دروازے پر آئی (تو وہ دیکھتی رہی اُس کو)، یعنی اپنے بھائی کو (دُور سے) آسیہ کی گود میں، (اور اُن سب کو خبر نہیں) کہ یہ اِس فرزند کی بہن ہے۔۔۔

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ

اور ہم نے روک رکھا تھا اُن پر ساری دائیوں کو پہلے سے، تو وہ بول پڑی کہ "کیا میں بتادوں تمھیں ایسے گھرانے کو، جو اُس کی

يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ﴿۱۲﴾

پرورش کردیں تمہارے لیے اور وہ لوگ خیر خواہ ہیں"●

(اور ہم نے روک رکھا تھا اُن پر ساری دائیوں کو) اُن کی بہن کے آنے کے (پہلے سے)۔۔

چنانچہ۔۔آٹھ دن رات موسیٰ علیہ السلام نے کسی اَنّا کا دودھ نہیں لیا، یہاں تک کہ آسیہ اور اُس کی قوم کے

لوگ ناچار ہوئے، مگر موسیٰ علیہ السلام اپنا انگوٹھا چوستے تھے اور پاک صاف دودھ اُس میں نکلتا تھا اُسے پیتے تھے۔ جب کلثوم نے دیکھا کہ آسیہ اَنا کے واسطے مضطرب ہے، (تو وہ بول پڑی، کہ کیا میں بتادوں تمہیں ایسے گھرانے کو جو) شفقت کی راہ سے اُس لڑکے کو لے لیں اور (اُس کی پرورش کردیں تمہارے لیے، اور) حال یہ ہے کہ (وہ لوگ) اُس کے (خیر خواہ ہیں)، لہٰذا اِسے دودھ پلانے اور پرورش کرنے میں کمی نہ کریں گے۔

روایت ہے کہ جب ہامان نے یہ بات سنی، تو بولا کہ اِس عورت کو پکڑو، یہ جانتی ہے کہ یہ لڑکا فلاں گھرانے کا ہے۔ کلثوم سمجھ گئیں اور بولیں، کہ میں نے یہ خیال کر کے کہا کہ وہ لوگ بادشاہ یعنی فرعون کے خیر خواہ ہیں لڑکے کے نہیں۔ تو کلثوم کی خاطر داری کر کے کہا، کہ جاؤ جنہیں کہتی ہو لے آؤ۔ کلثوم جا کر ماں کو بُلا لائیں۔ اُس وقت موسیٰ علیہ السلام فرعون کی گود میں تھے، ہر چند انائیں لاتے اور وہ موسیٰ علیہ السلام کو گود میں اٹھاتیں مگر حضرت موسیٰ اُن سے منہ پھیر لیتے اور کسی کا دودھ نہ لیتے۔

جب اُنہیں ماں کی گود میں دیا اور ماں کی بُو اُن کے دماغ میں پہنچی، تو اُن کی طرف متوجہ ہوئے اور چھاتی منہ میں لی۔ فرعون بولا تُو کون ہے کہ اِس دودھ پیتے بچے نے تیری طرف رغبت کی؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں بولیں، کہ میں عورت ہوں بہت پاکیزہ اور مجھ میں خوشبو آتی ہے اور میرا دودھ بہت لطیف اور شیریں ہے، جو لڑکا میرے پاس آتا ہے میرا دودھ پی ہی جاتا ہے۔ فرعون نے کہا، کہ اِس کی اُجرت مقرر کرو۔ اُجرت مقرر ہوئی۔ بس فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو اُن کی ماں کے سپرد کیا اور حکم دیا کہ اپنے گھر لے جا، ہفتہ بھر میں ایک بار میرے پاس لایا کرنا۔ موسیٰ علیہ السلام کو اُن کی ماں نے لے لیا اور نہایت خوشی سے اپنے گھر واپس ہوئیں، کہ خدا کا وعدہ سچا ہوا جیسا کہ خود حق تعالیٰ نے فرمایا۔۔۔

فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَ لَا تَحْزَنَ وَ لِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ

چنانچہ واپس لائے ہم انہیں اُن کی ماں تک، کہ اُن کی آنکھ ٹھنڈی ہو، اور رنج نہ کرے، اور تاکہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ

حَقٌّ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ اسْتَوٰۤى

ٹھیک ہے۔ لیکن اُن کے بہتیرے جاہل ہیں ● اور جب وہ پہنچ چکے اپنی مضبوط عمر کو اور ڈیل ڈول کے برابر ہوگئے،

ع ۱۴

نے بطریقِ مناجات۔۔۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ

دُعا کی کہ "پروردگارا! بے شک میں نے خود اپنے کوستایا، تو بخش دے مجھے"، تو بخش دیا اُنہیں۔ بے شک وہ غفور

الرَّحِیْمُ ﴿١٦﴾ قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَكُوْنَ

رحیم ہے ● اقرار کیا کہ "پروردگارا! چونکہ انعام فرمایا تُو نے مجھ پر، تو نہ رہوں گا میں

ظَهِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ ﴿١٧﴾

مجرموں کا مددگار" ●

(دُعا کی کہ پروردگارا! بے شک میں نے خود اپنے کوستایا) یعنی بلا قصد سہواً مجھ سے ایک عمل ہوگیا جس نے خود مجھے افسوس میں ڈال دیا اور غمزدہ کردیا۔ (تو بخش دے مجھے، تو بخش دیا اُنہیں) اللہ تعالیٰ نے اُن کے استغفار کے سبب سے۔ (بے شک وہ غفور رحیم ہے) یعنی بندوں کو بخشنے والا مہربان ہے۔ اُس وقت حضرت موسیٰ نے (اقرار کیا، کہ پروردگارا! چونکہ انعام فرمایا تُو نے مجھ پر) میری سہو خطا کو معاف فرما کر، (تو) ہرگز (نہ رہوں گا میں مجرموں کا مددگار) اور اُن کا پشت پناہ۔ یعنی ایسے کسی کی مدد نہ کروں گا کہ وہ گناہ کا سبب ہو، جیسے اُس سبطی کی مدد کے سبب سے قبطی قتل ہوگیا۔

فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَآىِٕفًا یَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ

پھر صبح کی اُس شہر میں ڈرتے ہوئے چوکنے، کہ اچانک وہی جس نے مدد مانگی تھی اُن کی کل،

یَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ لَهٗ مُوْسٰۤی اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ ﴿١٨﴾

چلّا رہا ہے اُن سے۔ بولے اُسے موسیٰ کہ "بے شک تُو یقیناً کھلا ہوا جھگڑالو ہے" ●

(پھر صبح کی) موسیٰ نے (اُس شہر میں ڈرتے ہوئے چوکنے)، کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی اُنہیں بُلائے اور قصاص لے۔ حضرت موسیٰ اِسی فکر میں تھے (کہ اچانک وہی جس نے مدد مانگی تھی اُن کی) گزشتہ (کل، چلّا رہا ہے اُن سے) اور دوسرے قبطی پر مدد چاہتا ہے۔ یعنی ابھی ایک کے جھگڑے سے اُسے فرصت ملی تو وہ دوسرے سے جھگڑنے لگا، تو (بولے اُسے موسیٰ، کہ بے شک تُو یقیناً کھلا ہوا جھگڑالو ہے)۔۔قصہ مختصر۔۔

کنارے پر تھی، وہ شخص (دوڑتا) ہوا حضرت موسیٰ کے پاس آیا اور (بولا، کہ اَے موسیٰ! بے شک سارے درباری مشورہ کررہے ہیں تمہارے لیے کہ قتل کردیں تم کو، تو) آپ اِس شہر سے (نکل جایئے) اور کہیں دُور چلے جایئے۔ (بے شک میں آپ کے خیرخواہوں سے ہوں)، میں نہیں چاہتا کہ فرعونی لوگ اپنے ارادے میں کامیاب ہوں۔

فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ۖ قَالَ رَبِّ نَجِّنِىْ

تو نکل پڑے وہاں سے ڈرتے چوکنے۔ دُعا کی کہ "پروردگارا! بچالے مجھ کو

مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۱﴾ ع

اِن ظالم لوگوں سے"●

ع ۵ ۸

(تو) حضرت موسیٰ فوراً ہی اُسی دم بے زادِراہ، بے سواری، اور بے ساتھی (نکل پڑے وہاں سے ڈرتے چوکنے)، اِس کا لحاظ رکھتے ہوئے کہ اُن کے پیچھے کہیں اُن کی تلاش میں کوئی آتو نہیں رہا ہے۔ اُس وقت حضرت موسیٰ نے (دُعا کی کہ پروردگارا! بچالے مجھ کو اُن ظالم لوگوں سے) یعنی فرعون اور فرعون کے لوگوں سے۔ حضرت جبریل نے حضرت موسیٰ کو یہ مشورہ بھی دیا، کہ آپ مدین کی طرف چلے جائیں اور پھر آپ کو مدین کی راہ پر لگا بھی دیا اور چونکہ آپ کو الہام کے ذریعہ مدین جانے کا حکم خداوندی بھی ہو چکا تھا۔۔ چنانچہ۔۔ آپ چل پڑے۔۔۔

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّىْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِىْ

اور جب رُخ کیا مدین کی طرف، بولے کہ "قریب ہے کہ میرا رب چلائے مجھے

سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۲۲﴾

سیدھی راہ"●

(اور جب رُخ کیا مدین کی طرف) تو (بولے، کہ قریب ہے کہ میرا رب چلائے مجھے سیدھی راہ) مدین تک۔ یعنی مدین تک پہنچنے والے صحیح راستے سے بھٹکنے نہ دے۔

مدین شہر کا نام 'مدین ابن ابراہیم' کے نام پر رکھا گیا جو اُس کے آباد کرنے والے تھے۔ مصر سے وہاں تک آٹھ ۸ دن کی راہ ہے۔۔ الحتصر۔۔ حضرت موسیٰ اُسی رُخ پر سفر کرتے رہے اور آٹھ ۸ دن رات برابر چلتے رہے، گھاس پات کے علاوہ اور کچھ کھانا نہ تھا۔ بعض عارفین

نے کہا ہے، کہ دورانِ سفر حضرت موسیٰ کا منہ تو مدین کی طرف تھا، اور دِل حضرت ذوالمنن کی طرف، مدین کے میدانوں کی راہیں طے کرنے میں شوقِ لقا اُن کے ساتھ تھا۔۔الحاصل۔۔ حضرت موسیٰ چلتے رہے۔۔۔

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُونَ ۬

اور جب اُترے مدین کے پانی کے پاس، تو پایا وہاں پر لوگوں کا ایک گروہ، کہ جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں۔

وَوَجَدَ مِن دُونِهِمُ امْرَأَتَيْنِ تَذُودَانِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۖ

اور پایا اُن لوگوں سے الگ دو عورتیں، کہ روک رہی ہیں اپنے جانور۔ پوچھا کہ "تم دونوں کا کیا حال ہے"؟

قَالَتَا لَا نَسْقِي حَتَّىٰ يُصْدِرَ الرِّعَاءُ ۖ وَأَبُونَا شَيْخٌ كَبِيرٌ ﴿٢٣﴾

وہ بولیں کہ "ہم پلائیں گے، یہاں تک کہ پلا کر واپس لے جائیں چرواہے○ اور ہمارے باپ بڑے بوڑھے ہیں"●

(اور جب اُترے مدین کے پانی کے پاس)، اور وہ ایک کنواں تھا شہر کے کنارے، **(تو پایا وہاں پر لوگوں کا ایک گروہ)** جو **(کہ)** اپنے اپنے **(جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں۔ اور پایا اُن لوگوں سے الگ)** یعنی اُس مقام کے نیچے **(دو عورتیں)** جو **(کہ روک رہی ہیں اپنے جانور)**، یعنی اپنی بکریاں چرا رہی تھیں اور اُن کی نگرانی کر رہی تھیں، تا کہ وہ اُوروں کے گلّے میں نہ مِل جائیں۔ چونکہ 'شفقت' انبیاء علیہم السلام کی صفتِ ذاتی ہے، اِس واسطے حضرت موسیٰ آگے بڑھے اور مہربانی کی راہ سے اُن سے **(پوچھا، کہ تم دونوں کا کیا حال ہے)** اور تم ایسا کیوں کر رہی ہو؟ اپنی بکریوں کو اور بکریوں کے ساتھ گھاس چرنے اور پانی پینے سے روکتی ہو۔

(وہ بولیں کہ ہم نہ پلائیں گے یہاں تک کہ پلا کر واپس لے جائیں چرواہے) اپنے گلّوں کو کنویں پر سے، اور اُن کے مویشیوں سے جو چارہ بچ رہتا ہے وہ ہم اپنی بکریوں کو دیتے ہیں، اِس واسطے کہ ہم کوئی معین و مددگار نہیں رکھتے، **(اور ہمارے باپ بڑے بوڑھے ہیں)** جو اتنی سکت نہیں رکھتے، کہ یہاں آئیں اور ہماری مدد فرمائیں۔

بعضوں نے کہا ہے کہ وہ شعیب علیہ السلام کے بھائی۔۔یا۔۔بھتیجے کی بیٹیاں تھیں، اور بہت مشہور بات یہ ہے کہ خود حضرت شعیب کی بیٹیاں تھیں۔ بڑی کا نام صفورا تھا اور چھوٹی کا نام صغیرہ۔۔یا۔۔صفوارا تھا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اُن کا حال معلوم ہوا، تو چرواہوں کے پاس آئے اور یہ بات فرمائی، کہ اُن بیچاری عورتوں کو کیوں انتظار کرنے دیتے ہو، پہلے اُنہی

کے چار پایوں کو پانی پلا دیا کرو، تا کہ یہ اپنے گھر جلدی واپس ہو جائیں۔ اُنہوں نے تحکم کی راہ سے کہا، کہ ہم تو اِنہیں پانی نہیں دیتے، اگر تم کو کچھ بَل ہے تو آؤ پانی پلاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام آگے بڑھے اور اُن لوگوں کی نگاہ اُن کی دونوں بھوؤں کی بیچ میں پڑی، تو ڈر کے مارے بھاگے اور ایک طرف کھڑے ہو کر دیکھنے لگے۔

پس موسیٰ علیہ السلام کنویں پر آئے اور جو ڈول دس۱۰ آدمی مل کر کھینچتے تھے، انہوں نے اُسے اکیلے اکیلے کھینچا، حالانکہ آٹھ۸ دن رات گزرے تھے کہ کچھ کھانا نہ کھایا تھا۔۔الختصر۔۔اُن پیغمبر زادیوں کی بکریوں کو سیراب کر دیا۔ بعضوں نے کہا، کہ حضرت موسیٰ دوسرے کنویں پر گئے جس کے منہ پر ایک ایسا پتھر تھا جس کو چالیس۴۰ آدمی مل کر اُٹھاتے تھے، آپ نے کنویں کے منہ سے اُسے اکیلے اُٹھایا، اور وہ بڑا ڈول جسے چالیس۴۰ آدمی مل کر کھینچتے تھے، آپ نے تنہا اُس سے پانی کھینچا۔۔۔

فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ

تو پانی پلایا موسیٰ نے دونوں کے جانوروں کو، پھر گھومے سایہ کی طرف، تو دُعا کی کہ "پروردگارا! جو کچھ بھی تُو مجھ تک اُتار دے کھانے

اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴿۲۴﴾

کو میں اُس کا حاجت مند ہوں"●

(تو پانی پلایا موسیٰ نے دونوں کے جانوروں کو) اور وہ چلی گئیں۔ (پھر گھومے) موسیٰ علیہ السلام، دیوار۔۔یا۔۔درخت کے (سایہ کی طرف، تو) اُس سایہ دار جگہ پر پہنچ کر (دُعا کی پروردگارا! جو کچھ بھی تُو مجھ تک اُتار دے کھانے کو میں اُس کا حاجت مند ہوں)۔۔یا۔۔جو کچھ نیکیوں میں سے تُو نے میری طرف بھیجا، کہ وہ کمالِ دین کی مدد ہے، اُس کے واسطے میں فقیر ہوا دُنیا میں اور وسعتِ عیش اور مالداری جو فرعون کے پاس میں رکھتا تھا، وہ میں نے چھوڑی۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹیاں اُس روز بہت جلدی گھر پر آئیں۔ باپ نے جلدی آنے کا سبب پوچھا، بیٹیوں نے تمام قصہ عرض کیا۔ پس اُنہوں نے اپنی ایک بیٹی کو حکم دیا، کہ جا اور اُس جوانمرد کو جلد لے آ۔۔۔

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ۡ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ

تو آئی اُن کے پاس اُن دونوں سے ایک شرم کے ساتھ چلتی۔ بولی کہ "بے شک میرے باپ بُلا رہے ہیں آپ کو، تا کہ دیں

لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ۭ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ

آپ کواُجرت، جو پانی پلادیا تھا آپ نے ہمارے آرام کو"، پس جب آئے وہ اُن کے پاس اور بتادیے اُنہیں سارے واقعات،

قَالَ لَا تَخَفْ ۫ۥ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٢٥﴾

جواب دیا کہ "مت ڈرو۔ تم بچ نکلے ظالم لوگوں سے"●

(تو آئی اُن کے پاس اُن دونوں سے ایک شرم کے ساتھ چلتی)۔ وہ حضرت صفورا تھیں جو اِس طرح آئیں جیسے شرم والی کنواریاں چلتی ہیں۔۔المختصر۔۔وہ آنے والی **(بولی، کہ بے شک میرے باپ بُلارہے ہیں آپ کو، تاکہ دیں آپ کواُجرت، جو پانی پلادیا تھا آپ نے ہمارے آرام کو)**، یعنی آپ نے ہماری بکریوں کو جو پانی پلایا ہے۔اور اِس سلسلے میں اگرایک طرف آپ نے ہماری بکریوں کوسیراب کیا، تو دوسری طرف ہم کوبھی آرام پہنچایا، کہ ہم پانی پلانے کی مشقت سے بچ گئے اور ایک طرح کی راحت محسوس کی، تواِس سلسلے میں میراباپ چاہتا ہے کہ آپ کواُجرت عطا کرے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اُجرت لینے کے خیال سے تونہیں، بلکہ صرف حضرت شعیب سے ملاقات اوراُن کی زیارت کے خیال سے حضرت صفورا کے پیچھے پیچھے روانہ ہوگئے۔ پھرآپ نے دیکھا، کہ ہَوا کی وجہ سے حضرت صفورا کا کپڑا کچھ اُڑجاتا ہے جس سے اُن کا بدن کچھ کھل جاتا ہے، توحضرت موسیٰ نے اُن سے کہا، کہ تم میرے پیچھے پیچھے چلواورزبان سے مجھے راستہ بتاتی رہو۔

۔۔چنانچہ۔۔اُنہوں نے ایسا ہی کیا۔ **(پس جب آئے وہ اُن کے پاس اور بتادیے اُنہیں سارے واقعات)** اوراپنا سب حال بیان کردیا، توحضرت شعیب نے پہچان لیا کہ یہ جوان اہلِ بیتِ نبوت میں سے ہے۔سارے حالات سن کرحضرت شعیب نے حضرت موسیٰ کو **(جواب دیا، کہ مت ڈرو! تم بچ نکلے ظالم لوگوں سے)**، یعنی فرعون اوراُس کی قوم سے، اِس واسطے کہ اِس ملک میں اُن کا کچھ قابونہیں۔ پھرحضرت شعیب کے فرمانے سے کھانا حضرت موسیٰ کے سامنے حاضرکیا گیا۔حضرت موسیٰ نے کھانے سے اِنکارکیا، اورفرمایا کہ میں آخرت کا کام دُنیا کے عوض نہیں بیچتا، یعنی بکریوں کو پانی میں نے خدا کے واسطے پلایا ہے اُجرت کے لیےنہیں۔حضرت شعیب نے فرمایا، کہ کھانا تمہارے کام کی اُجرت نہیں، بلکہ میری عادت ہے کہ جوکوئی میرے گھرمیں آتا ہے بطورِضیافت میں اُس کی خدمت کرتا ہوں۔اب تم میرے مہمان ہواور جوکچھ حاضرتھا موجود ہے، مروّت چاہتی ہے کہ اُسے رَدنہ کرو۔ موسیٰ علیہ السلام نے اُس کھانے میں سے کچھ نوش فرمایا۔ اِس اثناء میں۔۔۔

قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا یٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ٘ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ

اُن دونوں میں سے ایک بولی کہ "اَے میرے باپ اُن کو اُجرت پر رکھ لیجیے۔ کہ اچھا جسے اُجرت پر رکھیے وہ ہے،

الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ ﴿٢٦﴾

جو مضبوط امانت دار ہو"●

(اُن دونوں میں سے ایک بولی، کہ اَے میرے باپ! اِن کو اُجرت پر رکھ لیجیے، کہ اچھا جسے اُجرت پر رکھیے وہ ہے جو مضبوط امانت دار ہو)۔ یہ کنایہ ہے اِس طرف کہ موسیٰ علیہ السلام میں قوت اور امانت دونوں چیزیں ہیں۔ حضرت شعیب نے اپنی بیٹی صفورا سے پوچھا، کہ تجھے اُن کی قوت اورامانت کیونکر معلوم ہوئی، تو حضرت صفورا نے ڈول کھینچنے کا قصہ اور راہ میں انہیں اپنے پیچھے پیچھے چلنے کو کہنے کا حال بیان کیا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کو جب یہ حال معلوم ہوا۔۔تو۔۔

قَالَ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ

وہ بولے کہ "میں چاہتا ہوں کہ تمہارا نکاح کر دوں اپنی اِن دونوں بیٹیوں میں سے ایک سے، اِس پر کہ تم کام کرو

ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَاۤ اُرِیْدُ اَنْ

میرا آٹھ سال۔ پھر اگر پورا کر دیا تم نے دس سال، تو یہ تمہاری طرف سے ہے۔ اور میں یہ نہیں چاہتا

اَشُقَّ عَلَیْكَ ؕ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿٢٧﴾

کہ مشقت ڈالوں تم پر۔ آئندہ پاؤ گے مجھے، انشاء اللہ، اہلیت والوں سے"●

(وہ) حضرت موسیٰ سے (بولے، کہ میں چاہتا ہوں کہ تمہارا نکاح کر دوں اپنی اِن دونوں بیٹیوں میں سے ایک سے، اِس پر کہ تم کام کرو میرا آٹھ سال)۔

اگلی شریعتوں میں بیٹیوں کے مہر کا اختیار باپوں کو تھا، وہ مہر لیتے تھے اور ہماری شریعت میں منسوخ ہو گیا، اِس حکم کے سبب سے کہ وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۔ اور یہ بات کہ مزدوری منافع مہر ہو سکے، امام اعظم کے نزدیک ممنوع ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ مزدوری یہ ہے کہ تیرے نکاح میں اپنی بیٹی دیتا ہوں، اور میری بیٹی کا مہر یہ ہے کہ آٹھ ۸ برس تم میری بکریاں چراؤ۔

(پھر اگر پورا کر دیا تم نے دس سال تو یہ تمہاری طرف سے) عنایت و مہربانی (ہے۔ اور میں

یہ نہیں چاہتا کہ مشقت ڈالوں تم پر) اور خواہ مخواہ کے لیے تم پر بار رکھوں دس۱۰ سال پورے کرنے کا۔۔یا یہ کہ۔۔میں تم سے جھگڑا کرتا رہوں کہ ہر وقت تم میرا ہی کام کرتے رہو۔۔الغرض۔۔میں تم سے وہی کام لوں گا جس کے انجام دینے میں تمہیں آسانی ہو اور تم تکلیف میں نہ پڑو۔(آئندہ پاؤ گے مجھے انشاء اللہ اہلیت والوں سے)، جو خوش معاملگی اور عہد پورا کرنے اور آدابِ صحبت بجالانے میں شائستہ ہیں۔موسیٰ علیہ السلام نے۔۔۔

قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكَ ؕ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا

جواب دیا کہ "یہ ہو چکا میرے آپ کے درمیان۔دونوں میں سے جو مدت میں نے پوری کر دی، تو مجھ پر

عُدْوَانَ عَلَيَّ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۲۸﴾ ع

کوئی الزام نہیں۔اور اللہ ہم لوگ جو کہہ رہے ہیں اُس کا ضامن ہے"●

(جواب دیا، کہ) اچھا لیجیے (یہ ہو چکا میرے آپ کے درمیان) عہد۔اب ہم میں سے کوئی اُس کا خلاف نہ کرے۔اور آٹھ۸۔۔یا۔۔دس۱۰ برس کی اِن (دونوں) مدتوں (میں سے جو) بھی (مدت میں نے پوری کر دی، تو مجھ پر کوئی الزام نہیں)، ایسی صورت میں میری اہلیہ کو میرے حوالے کر دینا چاہیے اور اُس کو مجھ سے روک نہ رکھنا چاہیے۔(اور اللہ) تعالیٰ (ہم لوگ جو کہہ رہے ہیں اُس کا ضامن ہے)، جو ہماری اِس گفتگو پر گواہ ہے اور میرا کارساز ہے، کہ میں اپنا کام اُس کے سپرد کرتا ہوں کہ اُس کی مدد اور توفیق سے اپنا عہد پورا کروں۔

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ

تو جب پوری کر لی موسیٰ نے مدت، اور چلے لے کر اپنی بی بی کو، محسوس کیا طور کی طرف سے آگ۔

قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّيْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْۤ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا

بولے اپنی بی بی سے کہ "ٹھہرو میں نے دیکھ لی ہے آگ، شاید میں وہاں سے تمہارے پاس

بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾

کوئی خبر لاؤں، یا آگ کی دہکتی چنگاری کہ تم تاپ لو"●

(تو جب پوری کر لی موسیٰ نے) اُن دونوں مدتوں میں دس۱۰ سال والی بڑی (مدت)، یعنی دس۱۰

برس تک بکریاں چرائیں اور مزید دس[۱] برس حضرت شعیب کی صحبت میں اور رہے۔ پھر جب چالیس[۴۰] برس کا سن ہو گیا، تو حضرت شعیب کی اجازت سے مصر کی طرف چلے۔ جب راہ میں قدم رکھا (اور چلے لے کر اپنی بی بی کو) جاڑے کی اندھیری رات تھی اور آپ راہ بھول گئے، قریب تھا کہ اُن کی بی بی کو لڑکا ہو۔ ہَوا کی شدت اور بجلی کی چمک سے بکریاں اِدھر اُدھر بھاگیں، گلّہ متفرق ہو گیا۔ دو پتھروں کے رگڑنے سے بھی آگ نہ جھڑتی تھی۔

ایسی صورتِ حال میں اُنہوں نے (محسوس کیا طور کی طرف سے آگ)، تو (بولے اپنی بی بی سے) اور دوسرے رفقاءِ سفر سے (کہ ٹھہرو میں نے دیکھ لی ہے آگ، شاید میں وہاں سے تمہارے پاس کوئی خبر لاؤں)۔ یعنی جو لوگ آگ کے پاس ہیں اُن سے خبر پوچھ آؤں، کہ راہ کدھر ہے؟ (یا آگ کی دہکتی چنگاری) لے آؤں، تا (کہ تم تاپ لو) اور اپنے کو اُس کے سبب سے گرم کر لو۔۔۔

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوۡدِیَ مِنۡ شَاطِیِٴ الۡوَادِ الۡاَیۡمَنِ فِی الۡبُقۡعَةِ الۡمُبٰرَكَةِ مِنَ

تو جب آئے وہاں، پکارے گئے میدان کے داہنے کنارے سے، اُس سرزمینِ شریف میں

الشَّجَرَةِ اَنۡ یّٰمُوۡسٰۤی اِنِّیۡۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۳۰﴾

درخت سے کہ "اے موسیٰ! بے شک میں ہی اللہ ہوں، سارے جہان کا پالنے والا●

(تو جب آئے) موسیٰ 'علیہ السلام' (وہاں) یعنی اُس آگ جیسی محسوس ہونے والی چیز کے پاس، تو (پکارے گئے میدان کے داہنے کنارے سے اُس سرزمین شریف میں) یعنی برکت والی جگہ میں، ثمر دار۔۔یا۔۔خار دار۔۔یا۔۔عناب کے (درخت سے، کہ اَے موسیٰ! بے شک میں ہی اللہ) تعالیٰ (ہوں سارے جہان کا پالنے والا)۔ پس موسیٰ 'علیہ السلام' نے درخت کی طرف نگاہ کی۔ ایک طرف آگ دیکھی بے دھویں کی سفید، پھر اپنے دِل کی طرف جو نظر کی تو شوقِ لقائے محبوب کی آگ کا شعلہ مشاہدہ کیا۔ یہ دو[۲] آگیں دیکھنے سے قریب تھا کہ بالکل سوخت ہو جائیں۔ موسیٰ 'علیہ السلام' اَنۡ یّٰمُوۡسٰۤی کی ندا سے عشق اور شوق میں سوختہ اور گداختہ ہو کر اُور بھی درخت کے سامنے کھڑے ہوئے، اور اُس ندا سے دو مضمون پیدا تھے، ایک تو یہ کہ یّٰمُوۡسٰۤی اِنِّیۡۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۔۔۔

وَاَنۡ اَلۡقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهۡتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰی مُدۡبِرًا وَّلَمۡ

اور یہ کہ ڈال دو اپنا عصا"، تو جب دیکھا اُسے کہ رینگتا چلتا ہے، گویا کہ وہ سانپ ہے، تو چلنے لگے منہ پھیر کر اور مڑ کر

يُعَقِّبْ ۭ يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۣ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾

نہ دیکھا۔ "اَے موسیٰ! سامنے آؤ اور مت ڈرو۔۔ بے شک تم امن والوں سے ہو●

(اور) دوسرا **(یہ، کہ ڈال دو اپنا عصا)**۔۔ چنانچہ۔۔ حضرت موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا۔ **(تو جب دیکھا اُسے کہ رینگتا چلتا ہے، گویا کہ وہ سانپ ہے)** تڑپنے والا، کہ عُرف میں اُس کو تیز سانپ کہتے ہیں۔۔ المختصر۔۔ حضرت موسیٰ نے جب سانپ کو دیکھا، **(تو چلنے لگے منہ پھیر کر اور مڑ کر نہ دیکھا)**۔ یعنی اُس وادی سے رُخ پھیر کر اپنے لوگوں کی طرف چلے، تو پھر دوبارہ ندا آئی **(اَے موسیٰ! سامنے آؤ اور مت ڈرو۔۔ بے شک تم امن والوں سے ہو)** یعنی تمہیں امان دی جا چکی ہے، لہٰذا تم اپنے لیے کسی طرح کا کوئی خطرہ محسوس نہ کرو۔۔ اور۔۔

اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۡ وَّاضْمُمْ

لے جاؤ اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں، نکلے گا سفید روشن بغیر کسی بیماری کے۔ اور اکٹھا کر لیا کرو

اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ

اپنی طرف اپنے بازو کو ڈر لگنے سے، تو یہ تمہاری دو نشانیاں ہیں، تمہارے رب کی

اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۳۲﴾

طرف سے فرعون اور اُس کے درباریوں کی طرف، بے شک یہ لوگ نافرمان ہیں"●

(لے جاؤ اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں)۔ وہ ہاتھ **(نکلے گا سفید روشن بغیر کسی بیماری کے)**۔ یعنی اُس کی سفیدی کوئی بیماری نہیں جو بُری معلوم ہو اور اُس سے طبیعت نفرت کرے، جیسے کہ برص کی سفیدی سے طبیعت نفرت کرتی ہے۔ **(اور اکٹھا کر لیا کرو اپنی طرف اپنے بازو کو ڈر لگنے سے)**، یعنی خوف کی صورت میں اپنے سینے پر اپنا ہاتھ رکھو تا کہ تسکین پاؤ۔

۔۔یا۔۔

ہاتھ بائیں بغل کے نیچے لاؤ، جیسا کہ ڈرے ہوئے آدمی اپنے خوف کو زائل کرنے کے خیال سے کرتے ہیں۔ **(تو) اَے موسیٰ! (یہ تمہاری دو نشانیاں ہیں تمہارے رب کی طرف سے)** جو تمہارے رب العالمین کے رسول ہونے کی دلیل ہیں، تو تم اِن دونوں معجزوں سمیت جاؤ **(فرعون اور اُس کے درباریوں کی طرف۔ بے شک یہ لوگ نافرمان ہیں)**۔ دائرۂ فرمان سے باہر نکلے ہوئے ہیں۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾ وَاَخِیْ

عرض کی کہ "اے میرے رب! میں نے مارڈالا تھا اُن میں سے ایک ناشخص کو، تو میں اندیشہ کرتا ہوں کہ مجھ کو قتل کردیں ● اور میرے بھائی

هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً یُّصَدِّقُنِیْٓ

ہارون، مجھ سے زیادہ صاف زبان کے ہیں، تو اُن کو رسول بنادے میرے ساتھ مددگار، کہ میری تصدیق کرتے رہیں،

اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾

کیوں کہ میں اندیشہ کرتا ہوں کہ مجھ کو وہ لوگ جھٹلائیں گے"●

حضرت موسیٰ نے (**عرض کی، کہ اَے میرے رب! میں نے مارڈالا تھا اُن میں سے ایک ناشخص کو، تو میں اندیشہ کرتا ہوں کہ**) کہیں ایسا نہ ہو، کہ وہ میرا پیغام اور میری ہدایت سننے سے پہلے ہی اُس کے بدلہ میں (**مجھ کو قتل کردیں**)۔ دوسری بات یہ ہے کہ میری زبان میں وہ روانی اور صفائی نہیں ہے، جو میرے بھائی ہارون کی زبان میں ہے۔ (**اور**) بے شک (**میرے بھائی ہارون مجھ سے زیادہ صاف زبان کے ہیں، تو اُن کو**) بھی (**رسول بنادے میرے ساتھ مددگار**) کے طور پر تا (**کہ**) وہ اپنی فصیح وبلیغ زبان وبیان سے (**میری تصدیق کرتے رہیں**)۔ اور یہ اس لیے بھی ضروری ہے (**کیونکہ میں اندیشہ کرتا ہوں کہ**) میری باتوں اور میرے بیان کو نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے (**مجھ کو وہ لوگ جھٹلائیں گے**) اور ممکن ہے کہ میری زبان مناظرہ کے وقت یاری نہ کرے۔ حق تعالیٰ کا۔۔۔

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِیْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا یَصِلُوْنَ

فرمان ہوا کہ قریب ہے کہ ہم مضبوط فرمادیں گے تمہارے بازو کو تمہارے بھائی سے، اور دیں گے تم دونوں کو ہیبت،

اِلَیْكُمَا ۚۛ بِاٰیٰتِنَآ ۚۛ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾

کہ نہ پہنچ سکیں وہ تم دونوں تک، ہماری نشانیوں کے سبب۔ تم دونوں اور جس نے تمہاری پیروی کی جیتنے والے ہیں"●

(**فرمان ہوا، کہ قریب ہے کہ ہم مضبوط فرمادیں گے تمہارے بازو کو تمہارے بھائی سے، اور دیں گے تم دونوں کو ہیبت**)، یعنی دشمنوں پر غلبہ وتسلط، تا (**کہ نہ پہنچ سکیں وہ تم دونوں تک**)، یعنی تم پر وہ غلبہ نہ پائیں گے، تو جاؤ تم دونوں ہماری دلیلوں سمیت، یعنی ہماری قدرت کی دلیلیں لے کر۔ یقیناً (**ہماری نشانیوں کے سبب، تم دونوں اور جس نے تمہاری پیروی کی**) سب کے سب (**جیتنے والے ہیں**)۔ اِس واسطے کہ ہماری نشانیوں کا جھنڈا بلند ہے، اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہماری امداد اور اعانت متواتر ہے۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى

پھر جب لے آئے اُن کے پاس موسیٰ ہماری روشن نشانیاں، سب بولے کہ "یہ نہیں ہے مگر گڑھنت جادو،

وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۶﴾

اور ہم نے نہیں سنا اُسے اپنے اگلے باپ دادوں میں"●

(پھر جب لے آئے اُن کے پاس موسیٰ ہماری روشن نشانیاں) اور ہمارے دیے ہوئے معجزے، تو (سب بولے کہ یہ نہیں ہے مگر گڑھنت جادو)، یعنی افتراء کیا ہوا اور بنایا ہوا جادو اِس کا، کہ اور کسی نے ایسا جادو نہیں کیا اور ایسا جادو ہم نے نہیں دیکھا۔ (اور ہم نے نہیں سنا اُسے اپنے اگلے باپ دادوں میں)، یعنی ایسا جادو نہ ہوا ہوگا ہمارے باپ دادوں کے زمانے میں جو ہم سے پہلے تھے۔

یہ بات انہوں نے اس واسطے کہی، کہ خود اُن کے اور اُن کے باپ دادا کے زمانے میں جادوگر بہت تھے۔

وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ

اور کہا موسیٰ نے کہ "میرا رب خوب جانتا ہے جو لایا ہدایت اُس کی طرف سے،

وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾

اور جس کا بھلا ہوگا گھر کا انجام۔ بلاشبہ نا کام رہیں گے اندھیر مچانے والے"●

(اور کہا موسیٰ نے کہ میرا رب خوب جانتا ہے) اُس شخص کو انبیاء علیہم السلام میں سے (جو) کہ (لایا ہدایت اُس کی طرف سے اور) اُسے بھی خوب جانتا ہے (جس کا بھلا ہوگا گھر کا انجام)۔ یعنی جس کا خاتمہ ایمان پر ہو جائے۔۔یا۔۔آخرت میں انجام بہتر ہو، یعنی اُسے دوزخ سے نجات حاصل ہو اور وہ جنت میں داخل ہو۔ اور (بلاشبہ نا کام رہیں گے اندھیر مچانے والے) انجام بخیر نہ ہونے کے سبب سے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد۔۔۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ

اور بولا فرعون کہ "اے درباریو! میں نہیں جانتا تمہارا کوئی معبود اپنے سوا۔

فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ

تو پکواؤ میرے لیے اے ہامان! مٹی کی اینٹیں، پھر بناؤ میرے لیے بلند گھر،

اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۳۸﴾

کہ شاید میں جھانک آؤں موسیٰ کے معبود کو۔ اور میں تو خیال کرتا ہوں اُنہیں جھوٹا"●

(اور) یہ گفتگو سننے کے بعد (بولا فرعون) اپنے درباریوں کو مخاطب کرتے ہوئے، (کہ اَے درباریو! میں نہیں جانتا تمہارا کوئی معبود اپنے سوا) کہ تم اُس کی پرستش اور تعظیم کرو، اور موسیٰ کہتا ہے کہ خدا اُور ہے جس نے آسمان پیدا کیے۔ (تو پکواؤ میرے لیے اَے ہامان! مٹی کی اینٹیں) تا کہ وہ پختہ ہو جائیں۔ اُس سے جو بنیاد رکھی جائے اُس میں مضبوطی ہو۔۔ الغرض۔۔ فرعون نے اپنے وزیر سے کہا کہ اینٹیں پکاؤ۔ (پھر بناؤ میرے لیے بلند گھر)۔ اُس کی سیڑھیاں ہوں کہ اُس کی چھت پر چڑھوں، تا (کہ شاید میں جھانک آؤں موسیٰ کے معبود کو)۔ یعنی تا کہ میں دیکھ آؤں کہ کیا ایسا ہی ہے جیسا کہ موسیٰ کہتے ہیں۔ (اور میں تو خیال کرتا ہوں اُنہیں جھوٹا) یعنی جھوٹوں میں سے۔

فرعون نے تصور کیا تھا، کہ حق تعالیٰ جسم والا ہے اور آسمان پر اُس کا مکان ہے اور اُس کی طرف چڑھ جانا ممکن ہے۔۔ چنانچہ۔۔ ہامان نے مزدوروں کے علاوہ پچاس ۵۰،۰۰۰ ہزار کاریگر جمع کیے، اور اینٹیں پاتھنے، چونا پکانے، لکڑی کاٹنے، اور مکان اُٹھانے کا حکم دیا۔ محل اُٹھا نہایت اونچا اور پکا مضبوط، کہ کسی نے اِس سے پہلے ایسا محل نہ بنایا تھا۔ جب مکان بن چکا، تو فرعون اُس کی چھت پر چڑھا اور اُس کے خیال میں تھا کہ آسمان کے نزدیک پہنچا ہوگا۔ جب اُس نے دیکھا، تو آسمان کو اُس محل پر سے بھی ویسا ہی دیکھا، جیسا کہ زمین پر سے دیکھتا تھا، تو نہایت شرمندہ ہوکر بولا، ایک تیر آسمان کی طرف مارو۔ لوگوں نے تیر مارا، وہ تیر خون میں بھرا ہوا گرا۔ بس فرعون بولا، کہ میں نے موسیٰ کے خدا کو مار لیا۔ پس حق تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا، اُنہوں نے اپنا ایک پَر جو اُس محل پر مارا، تو وہ تین ۳ ٹکڑے ہوکر گرا۔ ایک ٹکڑا تو فرعون کے لشکر گاہ پر، اور اُس سے ہزاروں قبطی دب کر مر گئے۔ اور ایک ٹکڑا دریا میں، اور ایک مغرب کی طرف چلا گیا۔ اور اُن کاریگروں اور مزدوروں میں سے کوئی زندہ نہ بچا۔ باوجود اِس بات کے فرعون متنبہ نہ ہوا، اور اُس کا تکبر اور غرور اُور بھی زیادہ ہوا۔۔۔

وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَیْنَا

اور بڑا بنا وہ اور اُس کے سارے لشکر اُس سرزمین میں ناحق۔ اور سمجھے کہ وہ ہماری طرف

لَا یُرْجَعُوْنَ ﴿٣٩﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ

نہ لوٹائے جائیں گے● تو پکڑا ہم نے اُسے اور اُس کے لشکروں کو، پھر جھونک دیا اُن سب کو دریا میں،

فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِیْنَ ﴿٤٠﴾

تو دیکھ لو کیسا انجام ہوا ظالموں کا●

(اور بڑا بنا وہ اور اُس کے سارے لشکر اُس سرزمینِ) مصر (میں ناحق)، کیونکہ اُسے استحقاق اور لیاقت نہ تھی۔ (اور سمجھے کہ وہ ہماری طرف) یعنی ہماری جزا اور سزا کی طرف (نہ لوٹائے جائیں گے) حشر و نشر کے سبب سے۔ (تو پکڑا ہم نے اُسے اور اُس کے لشکروں کو، پھر جھونک دیا اُن سب کو دریا میں، تو دیکھ لو) اَے محبوب! کہ (کیسا انجام ہوا ظالموں کا) یعنی مشرکوں کا۔ اور اپنی قوم کو ایسے قصے اور واقعے سنا کر ڈراؤ۔

وَ جَعَلْنٰهُمْ اَىٕمَّةً یَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِۚ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ لَا یُنْصَرُوْنَ ﴿٤١﴾ وَ

اور بنا رکھا ہم نے اُنہیں لیڈر، کہ بُلایا کریں جہنم کی طرف۔ اور قیامت کے دن اُن کی مدد نہ کی جائے● اور

اَتْبَعْنٰهُمْ فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةًۚ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِیْنَ ﴿٤٢﴾ع

پیچھے لگا دی اُن کے اِس دُنیا میں لعنت۔ اور قیامت کے دن وہ بُرے ہیں●

(اور بنا رکھا) ہے (ہم نے اُنہیں لیڈر کہ بُلایا کریں جہنم کی طرف) یعنی ایسے کاموں کی طرف بُلایا کریں جس کے سبب سے لوگ دوزخ میں ہوں، جیسے کفر اور معصیت (اور قیامت کے دن اُن کی مدد نہ کی جائے) گی۔ یعنی اُن کا کوئی یار و مددگار اُن سے عذاب نہ روکے گا۔ (اور پیچھے لگا دی اُن کے اِس دُنیا میں لعنت) کیونکہ فرشتے اور ایمان والے اُن پر لعنت کرتے ہیں، (اور قیامت کے دن وہ) بہت ہی (بُرے ہیں) یعنی بدصورتوں میں سے ہوں گے۔۔یا۔۔راندۂ درگاہ ہوں گے۔

مندرجہ ذیل چار آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر دلیل قائم کی ہے اور قرآنِ مجید کا معجزہ اور کلام اللہ ہونا بیان فرمایا ہے، کیونکہ ہمارے نبی ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے درمیان کس طرح مکالمہ ہوا؟ اور مناظرہ ہوا؟ کوہِ طور پر آپ پر کس طرح وحی نازل کی گئی؟ یہ تمام چیزیں آپ نے بیان فرمائیں، حالانکہ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں موجود نہ تھے اور آپ اُمّی تھے۔ آپ نے یہ واقعات

توراۃ میں نہیں پڑھے۔ نہ آپ علماءِ اہلِ کتاب کی مجلس میں رہے، پھر آپ نے یہ غیب کی خبریں کیسے بیان کر دیں؟ اُس کی صرف یہی صورت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ کو اُن خبروں پر مطلع فرمایا۔ یہی آپ کے برحق رسول ہونے کی دلیل ہے۔۔ چنانچہ۔۔ حق تعالیٰ سابقہ ہونے والے واقعات کے متعلق ارشاد فرمارہا ہے۔۔۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ

اور بے شک دی تھی ہم نے موسیٰ کو کتاب، بعد اس کے کہ ہم برباد فرما چکے تھے پہلی امتوں کو،

الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّ رَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٤٣﴾

دِل کی آنکھیں کھولنے والی لوگوں کی، اور ہدایت و رحمت، کہ وہ لوگ نصیحت پائیں●

(اور) واضح فرمارہا ہے، کہ (بے شک دی تھی ہم نے موسیٰ کو کتاب، بعد اِس کے کہ ہم برباد فرما چکے تھے پہلی امتوں کو)، یعنی قومِ نوح، قومِ ہود، قومِ صالح اور قومِ لوط کو۔ اِس حال میں کہ وہ آیتیں تھیں (دِل کی آنکھیں کھولنے والی لوگوں کی) یا روشنی تھیں، جو کہ دیدۂ بصیرت کو روشن کر دیں۔۔ الختصر۔۔ وہ آیتیں حکمتوں اور تابانیوں کی حامل تھیں (اور ہدایت و رحمت) پر مشتمل تھیں، یعنی احکامِ شرع کی راہ بتانے والی تھیں اور اپنے تابعوں اور عالموں کے واسطے رحمت تھیں، تا (کہ وہ لوگ نصیحت پائیں) اور اُسے قبول کریں۔

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِیِّ اِذْ قَضَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ

اور تم نہ تھے پچھمی جانب، جب کہ بھیجا ہم نے موسیٰ کی طرف حکم، اور نہ تم

مِنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿٤٤﴾ وَلٰكِنَّاۤ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَیْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ

وہاں حاضر تھے● لیکن ہاں پیدا فرماتے رہے ہم امتوں کو، پھر دراز ہوئیں اُن پر عمریں۔ اور نہ تھے تم

ثَاوِیًا فِیْۤ اَهْلِ مَدْیَنَ تَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِیْنَ ﴿٤٥﴾

قیام پذیر مدین والوں میں، تلاوت کرتے اُن پر ہماری آیتوں کی۔ لیکن ہاں ہم ہیں رسولوں کے بھیجنے والے●

(اور) اَے محبوب! (تم نہ تھے پچھمی جانب) کی وادی میں جو نواحِ طور میں واقع ہے، اور مقامِ موسیٰ سے طور مغرب کی طرف تھا۔۔ الحاصل۔۔ اَے محبوب تم کوہِ طور پر موجود نہ تھے، (جبکہ بھیجا ہم نے موسیٰ کی طرف حکم، اور نہ تم وہاں حاضر تھے) کہ گواہ ہو جاؤ اہلِ فرعون کی طرف موسیٰ کو بھیجنے پر۔

(لیکن ہاں) بطورِ وحی بھیجا ہم نے وہ قصّہ تمہاری طرف اِس واسطے کہ (پیدا فرماتے رہے ہم امتوں کو، پھر دراز ہوئیں اُن پر عمریں) یعنی بڑی مدتیں اُن قرن والوں پر گزریں، اور خبریں صحت اور صواب کی راہ سے بدل گئیں، اور علم مُندَرِس ہو گئے، تو ہم نے تم پر وہ خبریں تازہ کر دینے کے واسطے بھیجیں، تا کہ عقلمند لوگ جان لیں کہ ایسی خبریں بغیر وحی خدا نہیں ہوسکتیں۔

(اور) اَے محبوب! (نہ تھے تم قیام پذیر مدین والوں میں تلاوت کرتے اُن پر ہماری آیتوں کی) جس طرح کہ حضرت موسیٰ و حضرت شعیب وہاں قیام پذیر تھے۔ لہٰذا یہ بھی امکان نہیں رہ گیا، کہ وہاں کے کسی اور جانکار سے یہ واقعات آپ نے سن لیے ہیں اور اُس سے تعلیم حاصل کر لی ہے۔۔ الغرض ۔۔آپ جب مدین میں تھے ہی نہیں، تو یہ قصہ وہاں کے کسی شخص سے حاصل کرنے اور معلوم کرنے کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے؟ (لیکن ہاں ہم ہیں رسولوں کے بھیجنے والے) تمہاری طرف اور تمہیں خبر کرنے والے، اُن قصوں کی۔۔ المختصر۔۔ اُن واقعات کا علم تم کو ہماری فرستادہ وحی سے ہی ہوا ہے۔

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً

اور نہ تھے تم طور کے کسی سمت، جب کہ ہم نے ندا فرمائی تھی۔ لیکن ہاں یہ غیب کی تعلیم رحمت ہے

مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ

تمہارے رب کی، تا کہ ڈراتے رہو اُنہیں جن کے پاس نہیں آیا کوئی ڈر سنانے والا

مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾

تم سے پہلے، کہ وہ نصیحت پاسکیں ●

(اور) یوں ہی (نہ تھے تم طور کے کسی سمت جبکہ ہم نے ندا فرمائی تھی) موسیٰ کو اور اُنہیں توریت عطا فرمائی۔

اِس آیت کی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ "ندا کی امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اور نوازا۔" اُس کے تعلق سے روایت یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا، کہ الٰہی توریت میں ایک امت کی صفت اور سیرت میں پڑھا کرتا ہوں کہ نیک خصلتوں اور صفتوں سے موصوف ہے، یہ کس پیغمبر کی امت ہوگی؟ جواب ملا، کہ اَے موسیٰ! یہ امت ہمارے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوگی۔ پس موسیٰ علیہ السلام کو آرزو ہوئی کہ اُس امت کو دیکھیں۔ حق تعالیٰ نے

فرمایا، کہ اَے موسیٰ! ابھی یہ امت ظاہر ہونے کا وقت نہیں ہے۔ اگر تم کو منظور ہو، تو اُس کی آواز سنادوں۔

پھر حق تعالیٰ نے خطاب فرمایا، کہ اَے امتِ محمد ﷺ! سب نے اپنے باپوں کی پشت سے جواب دیا لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ۔ جب حضرت موسیٰ کو امتِ محمدی کی آواز حق تعالیٰ نے سنائی، تو یہ نہ چاہا کہ بے تحفہ دیے پھیر دے۔ تو حق تعالیٰ نے فرمایا، عطیہ دیا ہم نے تم کو قبل اِس کے کہ تم مجھ سے مانگو۔ اور میں نے تم کو بخش دیا پہلے اِس سے کہ تم مجھ سے بخشش چاہو۔ سبحان اللہ! امتِ محمدی کو حق تعالیٰ نے کیا مرتبہ عطا فرمایا ہے، کہ باوصف یہ مرتبہ پانے کے کہ آنحضرت ﷺ اور قرآن کے ساتھ ہیں، اِس طرح پر خوشخبری پائی ہے۔ اور جب ایسی سرفرازی امت کو آنحضرت ﷺ کے واسطہ سے حاصل ہے، تو آپ سے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اَے ہمارے حبیب! تم کوہِ طور پر حاضر نہ تھے جب کہ ہم نے تمہاری امت کو پکارا۔۔۔

(لیکن ہاں یہ غیب کی تعلیم رحمت ہے تمہارے رب کی) یعنی اُس رحمت کے سبب سے ہے جو واقع ہے تم پر تمہارے رب کی طرف سے، اور ہم نے تم کو یہ قصے اس لیے سکھائے (تا کہ ڈراتے رہو) اَے محمد ﷺ '(اُنہیں) یعنی اُس گروہ کو (جن کے پاس نہیں آیا کوئی ڈر سنانے والا تم سے پہلے)۔

یعنی اُس زمانہ میں جو حضرت عیسیٰ اور حضرت سرورِ انبیاء علیہما السلام کے درمیان میں تھا۔

اگر چہ حضرت اسماعیل کو عرب میں رسول کیا تھا لیکن اُس زمانہ کو بہت مدت گزر گئی تھی،

پھر اِس زمانہ میں حضرت ﷺ کو حق تعالیٰ نے رسول کیا۔

تا (کہ وہ نصیحت پاسکیں) اور اپنے ازلی عہد کی تجدید کر سکیں جو کلمۂ شہادت سے ہوئی ہے۔ اور کلمۂ شہادت ہی دارین کی نجات کا موجب ہے۔

وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا

اور اگر نہ ہوتا یہ کہ آئندہ پہنچتی اُنہیں مصیبت، بوجہ اُس کے جو اُن کے ہاتھوں نے آگے کر رکھا تھا، تو یہ کہہ سکتے کہ ”پروردگارا!

لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾

کیوں نہ بھیجا تُو نے ہمارے پاس رسول، کہ ہم پیروی کرتے تیری آیتوں کی، اور ہوتے ماننے والوں سے“●

(اور اگر نہ ہوتا یہ کہ آئندہ پہنچتی اُنہیں مصیبت، بوجہ اُس کے جو اُن کے ہاتھوں نے آگے کر

رکھا تھا)، یعنی شرک، ظلم اور گناہ جو اُنہوں نے کیے، (تو) نزولِ عذاب کے وقت (یہ کہہ سکتے کہ پروردگارا! کیوں نہ بھیجا تُو نے ہمارے پاس رسول، کہ ہم پیروی کرتے تیری آیتوں کی اور ہوتے ماننے والوں سے)۔ خلاصہ آیت کا یہ ہے، کہ اگر وہ اپنے کردار پر عذاب کے نزول کے وقت عذرِ مذکور نہ کرتے، تو آپ کو رسول بنا کر نہ بھیجتے۔ لیکن چونکہ اُن کا قولِ مذکور محقق ہے۔ جس سے وہ کسی قسم کا اِنکار نہیں کر سکتے، اِسی لیے ہم نے آپ کو قطعی طور پر اُن کا رسول بنایا تا کہ پھر قیامت میں کسی قسم کا عذر نہ کر سکیں، اس لیے کہ ہم نے اپنی حجتِ قویہ قائم کر دی ہے۔

قریش کے گروہ نے یہود سے رسولِ مقبول کے بارے میں سوال کیا اور اُنہوں نے آپ کی نبوت کا اقرار کر دیا اور آپ کی نعت اور صفت توریت سے پڑھی، تو مشرکوں نے توریت سے بھی اِنکار کر کے کہا، کہ محمد عربی ﷺ اگر پیغمبر ہیں، تو جو معجزے حضرت موسیٰ رکھتے تھے، یہ کیوں نہیں رکھتے؟

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِیَ مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی ؕ

چنانچہ جب آ گیا ان کے پاس حق ہماری طرف سے، تو کہنے لگے کہ "کیوں نہ دیا گیا جس طرح دیا گیا موسیٰ کو۔"

اَوَلَمْ یَکْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۫

کیا نہیں اِنکار کر دیا تھا جو دیا گیا تھا موسیٰ کو پہلے ہی؟ بولے "دونوں جادو ہیں۔۔ باہم پشت پناہ۔"

وَقَالُوْٓا اِنَّا بِکُلٍّ کٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور بولے کہ "ہم سب سے اِنکاری ہیں" ●

(چنانچہ جب آ گیا اُن کے پاس حق ہماری طرف سے، تو کہنے لگے کہ کیوں نہ دیا گیا) محمد عربی ﷺ کو (جس طرح دیا گیا موسیٰ کو) معجزات، عصا اور ید بیضاء وغیرہ۔ لوگو! جواب دو، کہ (کیا نہیں اِنکار کر دیا تھا) مشرکین قبط نے اُن اُن معجزات کا جو (جو دیا گیا تھا موسیٰ کو پہلے ہی)، یعنی نو[9] نشانیاں۔ (بولے دونوں جادو ہیں) جو (باہم پشت پناہ) ہیں خوارقِ عادات ظاہر کرنے میں۔۔یا۔۔ عرب کے مشرکوں نے کہا، کہ دو[2] جادو ایک دوسرے کے معین ہیں یعنی توریت اور قرآن۔ (اور بولے) قبطی۔۔یا۔۔ عرب کے مشرکین، (کہ ہم سب سے اِنکاری ہیں) یعنی اُن دونوں جادوؤں میں سے ہر ایک کے۔۔یا۔۔ سب پیغمبروں اور اُن کی کتابوں کے ساتھ کافر ہیں۔ اَے پیغمبر!۔۔۔

قُلْ فَأْتُوا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٤٩﴾

کہہ دو کہ "پھر لے آؤ تمہیں اللہ کی طرف سے کوئی کتاب، جو زیادہ ہدایت کرے ان دونوں سے، کہ ہم اُس کی پیروی کریں اگر سچے ہو"●

فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ۭ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ

پھر اگر نہ قبول کیا تمہارے چیلنج کو، تو یقین جانو کہ وہ اپنی خواہشوں ہی کے غلام ہیں، اور اُس سے زیادہ گمراہ کون ہے، جس نے

هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥٠﴾ ع

پیروی کی اپنی خواہش نفسانی کی، بغیر کسی ہدایت کے، اللہ کی طرف سے۔ بے شک اللہ نہیں راہ دیتا ظالم لوگوں کو●

(کہہ دو، کہ پھر لے آؤ تمہیں اللہ) تعالیٰ (کی طرف سے کوئی کتاب، جو زیادہ ہدایت کرے اُن دونوں) کتابوں (سے) جو مجھ پر اور موسیٰ علیہما السلام پر نازل ہوئی، (کہ ہم اُس کی پیروی کریں اگر) تم اِس بات میں (سچے ہو) کہ توریت اور قرآن جادو ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جادو کا جواب جادو سے دیا ہی جا سکتا ہے۔ (پھر اگر نہ قبول کیا) اُن کافروں نے (تمہارے چیلنج کو) اور تمہیں جواب نہ دے سکیں۔۔ نیز۔۔ کوئی کتاب نہ پیش کر سکے، (تو) پھر (یقین جانو کہ وہ اپنی خواہشوں ہی کے غلام ہیں)۔ نہ اُن کے پاس علم ہے اور نہ دلیل۔ (اور) ظاہر ہے کہ (اُس سے زیادہ گمراہ کون ہے جس نے پیروی کی اپنی خواہشِ نفسانی کی) بغیر بصیرت اور (بغیر کسی ہدایت کے اللہ) تعالیٰ (کی طرف سے)، تو (بے شک اللہ) تعالیٰ (نہیں راہ دیتا) اور منزلِ مقصود تک نہیں پہنچاتا (ظالم لوگوں کو) جو اپنے نفس اور خواہش کی پیروی کرتے ہیں۔

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٥١﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ

اور بے شک ہم نے لگاتار نازل فرمائی بات، کہ وہ یاد رکھا کریں● جنہیں دی ہم نے کتاب

مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٢﴾

اِس کے پہلے، وہ اِسے بھی مانتے ہیں●

(اور بے شک ہم نے لگاتار نازل فرمائی بات)۔ یعنی قرآنِ کریم کو ہم نے ملا ہوا بھیجا، ایک آیت دوسری آیت کے بعد، اور ایک سورت دوسری سورت کے بعد، ایک دوسرے سے معنوی طور پر مربوط۔۔ یا یہ کہ۔۔ ملائی ہم نے اُن کے واسطے بات یعنی دعوت کو دلیلوں سے، نصیحت کو وعیدوں اور عبرتوں سے اور قصوں کو مثالوں سے، تا (کہ وہ) بخوبی سمجھیں اور پھر (یاد رکھا کریں● جنہیں ہم نے

دی کتاب) توریت (اِس) قرآن (سے پہلے)، تو (وہ) توریت پر تو ایمان لائے ہی تھے، اور اب (اِسے بھی مانتے ہیں)۔ یعنی قرآن کریم پر بھی ایمان لاتے ہیں۔

مفسرین کے ایک گروہ کے نزدیک اِس آیت سے وہ یہود مراد ہیں جو ایمان لائے، جیسے حضرت ابن سلام اور اُن کے اصحاب۔ اور بہت مشہور یہ بات ہے کہ کتاب سے انجیل اور اہلِ کتاب سے حبشہ اور شام کے وہ چالیس نصاریٰ مراد ہیں، جو آنحضرت ﷺ کے پاس مکہ معظمہ میں مشرف بہ اِسلام ہوئے۔ اِس واسطے کہ یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی اور ابن سلام اور اُن کے یار مدینہ منورہ میں ایمان لائے۔ مگر بعضے مفسر کہتے ہیں کہ یہ آیت مدینہ میں اُتری ہے۔

وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا

اور جب تلاوت کی جاتی ہے اُن پر، کہنے لگے کہ "ہم مان چکے اِس کو، کہ بلاشبہ حق ہے ہمارے رب کی طرف سے، بے شک ہم

مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ﴿۵۳﴾

اُس کے پہلے ہی سے نیاز مند تھے"●

(اور جب تلاوت کی جاتی ہے اُن) نفوسِ قدسیہ رکھنے والوں (پر)، تو اُن کا طرزِ کلام یہ رہا، کہ وہ (کہنے لگے، کہ ہم مان چکے) ہیں (اِس کو کہ بلاشبہ) یہ کلام خدا کا ہے، جو بالکل (حق ہے)۔ یعنی صحیح اور درست ہے۔ اور اُترا ہے (ہمارے رب کی طرف سے، بے شک ہم اِس کے) اترنے سے (پہلے ہی سے) اِس کے (نیاز مند تھے)۔ اِس جہت سے کہ اگلی کتابوں میں اِس کا ذکر ہم نے پایا تھا، اور اِس کی حقیقت ہم پہچانے ہوئے تھے۔

اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ

یہ لوگ ہیں کہ ثواب دیے جائیں گے ڈبل، کہ صبر کرتے رہے اور ہٹائیں نیکی سے بُرائی کو،

السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ

اور جو روزی دی ہم نے اُنھیں، اُس سے خرچ کریں● اور جہاں سنا بے ہودہ بات کو، رخ پھیر لیا اُس سے،

وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ

اور کہہ دیا کہ "ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں، اور تمہیں تمہارے کرتوت ہیں، ہمارا اسلام لو۔

لَا نَبۡتَغِی الۡجٰهِلِیۡنَ ﴿۵۵﴾

ہم نہیں پسند کرتے جاہلوں کو"●

(یہ) دونوں کتاب والوں کے وہ (لوگ ہیں) جو (کہ ثواب دیے جائیں گے ڈبل)، کیوں (کہ) یہ (صبر کرتے رہے) اور ثابت قدم تھے توریت۔۔یا۔۔انجیل کے۔۔یا۔۔قرآن شریف کے ایمان پر، (اور) اُن کی عمدہ خصلت یہ ہے کہ (ہٹائیں نیکی سے بُرائی کو)۔

روایت ہے کہ نصاریٰ جب ایمان لائے، تو ابوجہل وغیرہ اُن کو گالیاں دیتے تھے اور وہ اُن کے جواب میں کہتے تھے، کہ خدا تم کو توفیق دے اور ہدایت فرمائے۔۔یا۔۔مدینہ کے منافق اور یہود، ابن سلام اور اُن کے یاروں رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر طعن کرتے تھے، اور یہ بھی اُن کو نرمی کے ساتھ جواب دیتے تھے۔حق تعالیٰ نے اُن کی تعریف کی، کہ نیک بات کہہ کر اُن احمقوں کے کلام کو رَد کرتے ہیں۔۔۔

(اور) ان کی روش یہ ہے کہ (جو روزی دی ہم نے اُنہیں)، خدا کی راہ میں (اُس سے خرچ کریں ● اور جہاں سنا بے ہودہ بات کو، رُخ پھیر لیا اُس سے)، یعنی کافروں اور منافقوں کی طعن و تشنیع کو، تو اعراض کرتے ہیں اُس سے اور چپ ہو رہتے ہیں اور کسی سے کچھ تعرض نہیں کرتے، (اور) یہاں تک کہ اُن کی شرافت کا عالَم یہ ہے، کہ (کہہ دیا کہ ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہیں تمہارے کرتوت ہیں، ہمارا اسلام لو)۔یعنی سلامتی ہے تم کو ہم سے، یعنی تمہاری لغوبات کے جواب میں ہم لغو نہیں کہتے۔۔المختصر۔۔تمہاری لغو اور احمقانہ باتیں تمہارے واسطے ہیں اور ہمارا تحمل اور بُردباری ہمارے لیے ہے۔۔یا یہ کہ۔۔ہمارے لیے ہے ہمارا دین اور تمہارے لیے ہے تمہارا دین۔

بعضوں نے کہا کہ یہ سلام رخصتی اور چھوڑ دینے کا ہے، تحیت اور دُعا کا نہیں ہے۔یعنی ہم نے تمہیں چھوڑا، کیونکہ۔۔۔

(ہم نہیں پسند کرتے جاہلوں کو) یعنی اُن کی صحبت کو، اور تمہارے اوصاف ہم اپنے میں نہیں پیدا کرتے، اِس واسطے کہ بُروں کی صحبت دُنیا میں سببِ بدنامی، عقبیٰ میں باعثِ بدانجامی ہے۔

۔۔ہاں۔۔دعوت و تبلیغ کا فریضہ ادا کر سکنے والوں کے لیے اُس فریضے کی ادائیگی کے لیے جاہلوں اور گمراہوں کے قریب جانا انبیاء و مرسلین کی سنت ہے۔۔چنانچہ۔۔پیغمبرِ اسلام بھی اِس فریضے کو ادا کرتے ہیں۔ چونکہ آپ سب کے ایمان کے حریص تھے، اس لیے خصوصی طور

پر گھر والوں اور خاندان والوں کے لیے آپ کے دِل میں یہ فطری خواہش تھی کہ سب ایمان والے ہو جائیں۔ ایسی صورت میں اگر کوئی عزیز ترین قرابت والا ایمان سے اپنے کو محروم بنا کر رکھتا، تو آپ کو اُس کا دکھ ہوتا۔ جو بلند و بالا ہستی ایک عام انسان کی ہلاکت کے خیال سے رنجیدہ خاطر ہو جاتی ہو، وہ خود اپنے گھر والوں اور خاندانی عزیزوں کی ہلاکت کو سوچ کر کیوں نہ افسردہ خاطر ہوگی، اس لیے نبی کریم کی تسلی کے لیے ارشاد فرمایا جا رہا ہے، کہ۔۔۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۚ

بے شک یہ تم نہیں ہدایت کر رہے ہو جس کی چاہا، لیکن ہاں، یہ اللہ راہ دے رہا ہے جسے چاہے۔

وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ﴿۵۶﴾

اور وہ خوب جانتا ہے راہ پانے والوں کو●

(بے شک یہ تم نہیں ہدایت کر رہے ہو جس کی چاہا، لیکن ہاں، یہ اللہ) تعالیٰ (راہ دے رہا ہے جسے چاہے)۔۔لہٰذا۔۔فریضہء ہدایت ادا کرنے والوں کی صرف اتنی ہی ذمہ داری ہے کہ وہ حق راستہ دکھا دیا کریں اور بس۔ رہ گیا راستہ پر اور منزلِ مقصود پر پہنچا دینا، اُس کو رب کریم نے اپنے ذمہءِ کرم پر رکھا۔ (اور) یہ اس لیے کہ (وہ خوب جانتا ہے راہ پانے والوں کو)۔ یعنی اُن لوگوں کو جو ہدایت پانے پر مستعد ہیں۔۔یا۔۔وہ لوگ حکمِ ازلی جن کی ہدایت کے واسطے نازل ہوا ہے، اس واسطے کہ حکمِ ازلی ہدایت میں اصل ہے۔

کچھ لوگوں کو ہدایت قبول کرنے میں یہ بات مانع تھی، کہ کہیں ہمیں اُس کے نتیجے پر کفار حرم کی زمین سے باہر نہ کر دیں، اور تھوڑے ہونے کے سبب ہم اُن سے مقابلہ بھی نہ کر سکیں اور پھر دربدری کی زندگی بسر کریں۔۔چنانچہ۔۔حارث بن عثمان بن نوفل نے رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے اِس خدشے کا اظہار کیا تھا اور عرض کیا تھا، کہ ہم جانتے ہیں کہ آپ کی بات حق ہے اور جو کچھ آپ فرماتے ہیں وہ زندگی میں ہماری دولت کا سبب ہے اور وفات کے بعد ہماری سعادت کا ذریعہ ہے، مگر آپ کی متابعت تمام عرب کی مخالفت کا باعث ہے، تو میں ڈرتا ہوں کہ اگر آپ کی پیروی کروں، تو عرب مجھے زمینِ حرم سے نکال دیں گے اور میرے یار و مددگار تھوڑے سے ہیں، مجھے عرب سے مقابلہ کرنے کی قوت نہ ہوگی۔ تو یہ آیت نازل ہوئی، کہ۔۔۔

وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَاؕ

اور کہنے لگے کہ "اگر ہم پیروی کریں ہدایت کی آپ کے ساتھ، تو اُچک لیے جائیں گے ہم اپنے وطن سے۔"

اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ

کیا نہیں ٹھکانہ دیا ہم نے اُنہیں امن والے حرم میں؟ کھینچ لائے جاتے ہیں جس کی طرف ہر چیز کے

رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾

پھل، روزی ہماری طرف سے، لیکن اُن کے بہتیرے نادان ہیں●

(اور کہنے لگے) بعض کافر، (کہ اگر ہم پیروی کریں ہدایت کی آپ کے ساتھ)، یعنی آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی اطاعت شروع کر دیں، (تو) اندیشہ ہے کہ (اُچک لیے جائیں گے ہم اپنے وطن سے)، یعنی کفارِ عرب ہمیں اِس دیار سے نکال دیں گے۔ حالانکہ اُنہیں سوچنا چاہیے تھا، کہ (کیا نہیں ٹھکانہ دیا ہم نے اُنہیں امن والے حرم میں) کہ کوئی اُن پر قابو نہ پائے۔ (کھینچ لائے جاتے ہیں جس کی طرف ہر چیز کے پھل) یعنی ہر قسم کے میوے، ہر قسم کی منفعت اور ہر جگہ کی عجیب چیز وہاں لاتے ہیں۔ اور دی ہم نے اُس 'وادیٔ غیر ذی زرع' اور بنجر میدان میں (روزی ہماری طرف سے) بے منتِ غیر۔

تو جب باوجود بت پرستی کے ہم اُنہیں بے خوف اور مطمئن اور مرفہ الحال رکھتے ہیں، تو اگر وہ ایمان لائیں تو کیونکر اُنہیں خوف اور نکال دیے جانے سے ہم امان میں نہ رکھیں گے۔ (لیکن اُن کے بہتیرے نادان ہیں) اور اِس نکتے کی طرف اُن کا ذہن نہیں جاتا۔ یہ ذہن نشین رہنا چاہیے کہ ایمان والوں اور مخلص اطاعت شعاروں پر ہماری ہمیشہ نوازش رہی ہے۔۔۔

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۢ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَاۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ

اور کتنی برباد کر دیں، ہم نے آبادیاں جو اِتراتی تھیں اپنے عیش آرام پر۔ تو یہ اُن کے گھر بار ہیں،

لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًاؕ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵۸﴾

نہیں رُکا جاتا تم سے جہاں اُن کے بعد، مگر ذرا سا، اور ہمیں رہ گئے وارث●

(اور) اُن کے برخلاف (کتنی برباد کر دیں ہم نے آبادیاں جو اِتراتی تھیں اپنے عیش آرام پر)۔۔ چنانچہ۔۔ وہ اپنی زندگی میں کافر ہو گئے۔ یعنی نعمت کے وقت طاغی اور باغی ہو گئے۔ اور ہم نے

اُن طاغیوں کو ہلاک کر دیا۔ (تو) آج اُن کا حال دیکھو، کہ (یہ اُن کے گھر بار ہیں) جس میں کوئی مستقل رہنے والا نہیں، یہاں تک کہ (نہیں رکا جاتا تم سے) بھی (جہاں اُن کے بعد)، یعنی ان کے ہلاک ہونے کے بعد، (مگر ذرا سا) یعنی تھوڑے سے راہ چلتے، وہاں دِن بھر کے لیے۔۔یا۔۔ اِس سے بھی کم وقت کے لیے وہاں رہتے ہیں اور پھر خالی چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ جیسے سرائے میں راہ چلتے لوگ تھوڑی دیر کے لیے ٹھہرتے ہیں پھر اُسے چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ (اور) اِس صورتِ حال میں بس (ہمیں رہ گئے) اُس کے (وارث)، یعنی ہیں ہم وارث اُن گھروں کے گھر والوں کے بعد ۔۔الحاصل۔۔ سب کے فنا ہو جانے کے بعد ہمیں باقی ہیں۔

اب رہ گیا اِس مقام پر یہ سوال کہ جو کفار اپنی خوشحالی پر اِتراتے تھے، جب اللہ تعالیٰ نے اُن کو ہلاک کر دیا، تو سیدنا محمد ﷺ سے پہلے جو کفار کفر و عناد میں مستغرق تھے، اُن کو کیوں نہیں ہلاک کیا؟ اِس کا اللہ تعالیٰ نے یہ جواب دیا، کہ آپ کا رب بستیوں کو اُس وقت تک ہلاک کرنے والا نہیں ہے، جب تک اُن کے مرکز میں کسی رسول کو نہ بھیج دے جو اُن پر ہماری آیتوں کو تلاوت کرتا ہو۔۔ چنانچہ۔۔ ارشادِ ربانی۔۔۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ

اور تمہارا رب بستیوں کو برباد فرمانے والا نہیں، یہاں تک کہ بھیج دے اُس کے مرکز میں کوئی رسول، جو تلاوت کرے اُن پر

اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ﴿٥٩﴾

ہماری آیتیں، اور ہم نہیں ہیں آبادیوں کو تباہ کرنے والے، مگر یہ کہ وہاں والے اندھیر مچانے والے ہوں ●

(اور) فرمانِ خداوندی ہے کہ (تمہارا رب بستیوں کو برباد فرمانے والا نہیں، یہاں تک کہ بھیج دے اُس کے مرکز میں کوئی رسول جو تلاوت کرے اُن پر ہماری آیتیں)۔ یہاں مرکز سے مراد اُس دیار کی بڑی بستی ہے۔ اس لیے کہ بڑی بستی کے رہنے والے آدمی گاؤں کے رہنے والوں کے بہ نسبت زیادہ ہوشیار اور سمجھدار ہوتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ انہی میں رسول پیدا فرماتا ہے تاکہ وہ حکمِ الٰہی سے پڑھے اُن پر حق تعالیٰ کی آیتیں حجت کو قائم کرنے کے لیے اور قطع معذرت کے لیے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے اِسے سنو! (اور) یاد رکھو! کہ (ہم نہیں ہیں آبادیوں کو تباہ کرنے والے)۔ یعنی ہم بلاوجہ آبادیوں کو عذاب سے تباہ و برباد کر دینے والے نہیں، (مگر یہ کہ وہاں والے اندھیر مچانے والے ہوں)، رسولوں کی تکذیب اور حق سے اِنکار کر کے۔

وَمَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتُهَا ۚ

اور جو تم دیے گئے ہو کچھ، تو وہ دُنیاوی زندگی کا رہن سہن اور اُس کی آرائش ہے۔

وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۰﴾

اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے، بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ تو کیا تم عقل نہیں رکھتے ؟●

ربع ۹

(اور) نادانو! تم جس آرائشِ حیات اور دُنیوی سرمایہ کے بنیاد پر ڈینگیں مار رہے ہو اور ایک دوسرے پر فخر کر رہے ہو، وہ سب بے اعتبار ہیں۔۔ چنانچہ۔۔ (جو تم دیے گئے ہو کچھ، تو وہ) صرف (دُنیاوی زندگی کا رہن سہن اور اُس کی آرائش ہے) جس کا کچھ اعتبار نہیں۔ وہ سب کے سب فنا ہو جانے والے ہیں۔ (اور) اُس کے برخلاف (جو کچھ اللہ) تعالیٰ (کے پاس ہے) دُنیاوی ساز و سامان سے (بہتر اور) ہمیشہ (باقی رہنے والا ہے)۔ اور وہ ثواب ہے اور ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہیں۔ یہ نعمتیں اس لیے بھی بہتر ہیں کہ اُس کی لذتیں، مشقت اور محنت کی کدورت سے خالص ہیں۔ (تو کیا تم عقل نہیں رکھتے)۔ اور سوچتے نہیں؟ کیونکہ باقی کو فانی سے، اور مرغوب کو معیوب سے، بدلتے ہو؟ اور اِس خیال سے ایمان نہیں لاتے کہ ہمارے پاس دُنیا کی جو نعمتیں ہیں کہیں وہ ہم سے چھن نہ جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دُنیا کی جن نعمتوں کے زوال کے خوف سے ایمان نہیں لا رہے ہو، وہ دُنیا کی زندگی کا عارضی سامان ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس آخرت میں جو اجر ہے وہ دائمی ہے اور وہی اچھا ہے۔ کفار اپنی بدعقلی سے خود کو مؤمنین سے اور اپنے دھرم کو دینِ اسلام سے بہتر خیال کرتے تھے۔۔ چنانچہ۔۔ اِس تعلق سے حضرت علی اور حضرت حمزہ نے ابوجہل کے ساتھ بڑی بحث کی۔ بعضوں نے کہا کہ یہ بحث حضرت عمار ابن یاسر اور ولید ابنِ مغیرہ کے درمیان ہوئی تھی۔ کافروں کے پاس اپنی بہتری کی دلیل اُن کی اپنی دُنیاوی آسائشِ حیات کی فراوانی تھی، اِس پر حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔۔۔

اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِیْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ

تو کیا جس سے وعدہ فرمایا ہم نے اچھا، تو وہ اُسے ملنے والا ہی ہے ایسا ہے، جسے رہنے دیا ہم نے

مَتَاعَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ثُمَّ هُوَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ ﴿۶۱﴾

دُنیاوی زندگی کی رہن سہن، پھر وہ قیامت کے دن پکڑ کر حاضر کیے ہوئے ہیں●

(تو کیا جس سے وعدہ فرمایا ہم نے اچھا) نیک، کہ اُس میں خلاف متصور نہیں، (تو وہ) بلاشبہ (اُسے ملنے والا ہی ہے)۔ یعنی اُس سے جو وعدہ فرمایا گیا ہے وہ پورا ہو کے رہے گا۔ تو کیا یہ (ایسا ہے)، اُس شخص کے مانند ہے (جسے رہنے دیا ہم نے دُنیاوی زندگی کی رہن سہن، پھر وہ قیامت کے دن پکڑ کر حاضر کیے ہوئے ہیں) عذاب۔۔یا۔۔حساب کے واسطے۔

۔۔المختصر۔۔حضرت علی، حضرت حمزہ اور حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہم خصوصی طور پر اور سارے مؤمنین عمومی طور پر، ابوجہل اور ولید ابن مغیرہ سے خصوصی طور پر اور سارے کافروں سے عمومی طور پر بَرتر و بہتر ہیں۔

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَاءِيَ الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٦٢﴾

اور جس دن اُنہیں ندا فرمائے گا، تو فرمائے گا کہ "کہاں ہیں جن کو تم ہمارا شریک سمجھا کرتے تھے؟" ●

قَالَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَغْوَيْنَا ۚ

بول دیے جن پر درست نکلی بات کہ "پروردگارا! یہ ہیں جنہیں ہم نے گمراہ کیا۔ جیسے ہم گمراہ تھے، ویسا ہی گمراہ کیا۔

أَغْوَيْنَاهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۖ تَبَرَّأْنَا إِلَيْكَ ۖ مَا كَانُوا إِيَّانَا يَعْبُدُونَ ﴿٦٣﴾

ہم اُن سے باز آئے تیری طرف۔ وہ ہمیں نہیں پوجتے تھے" ●

اَے محبوب! کافروں کی بدتری، بے کسی اور بے بسی کا منظر ظاہر (اور) نمایاں کرنے کے لیے یاد کرو اُس دن کو (جس دن اُنہیں ندا فرمائے گا) حق تعالیٰ، (تو فرمائے گا کہ کہاں ہیں جن کو تم ہمارا شریک سمجھا کرتے تھے) اور گمان کرتے تھے، کہ وہ ہمارے شریک ہیں؟ (بول دیے) کافروں کے رئیس۔۔یا۔۔شیطان۔۔الغرض۔۔(جن پر درست نکلی) ہماری (بات) یعنی وعید کی آیتیں، (کہ پروردگارا! یہ ہیں) ضعیف و بے چارے ناسمجھ اور عقل سے کورے، (جنہیں ہم نے گمراہ کیا) اور اِس بات کا خیال رکھا، کہ (جیسے ہم) خود (گمراہ تھے ویسا ہی) اُنہیں (گمراہ کیا)۔ ضال و مضل ہونے کی حیثیت سے ہمیں جو کچھ کرنا تھا ہم کر چکے، مگر اب (ہم اُن سے باز آئے تیری طرف) اور اُس کفر سے بھی باز آئے جو اُنہوں نے اختیار کیا ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ (وہ ہمیں نہیں پوجتے تھے) بلکہ وہ اپنی خواہش کی پرستش کرتے تھے۔ یعنی بنیادی طور پر وہ اپنے نفس کے پرستار تھے، اور اُسی کے مطیع و فرمانبردار تھے۔ وہ انہیں جدھر جھکاتا تھا جھک جاتے تھے۔ لیکن اُن کی یہ بات ناقابلِ قبول اور بچکانہ

ٹھہری۔ انہیں سوچنا تھا کہ جس طرح اُن کا نفس اُنہیں باطل کی دعوت دے رہا تھا، اُسی طرح اللہ تعالیٰ کے رسول اُنہیں حق کی طرف بُلا رہے تھے، تو اُنہوں نے رسول کی بات کیوں نہیں مانی، اور نفس کی بات کیوں مان لی؟۔۔۔

وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ

اور حکم دیا گیا کہ "بُلاؤ اپنے ساختہ شریکوں کو"، تو اُنہوں نے پکارا اُنہیں، تو نہیں جواب دیا اُنہیں،

وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ ﴿٦٤﴾

اور دیکھنا پڑا سب کو عذاب۔ کاش وہ راہ پائے ہوتے●

(اور) پھر (حکم دیا گیا کہ بُلاؤ اپنے) خود (ساختہ شریکوں کو) جن کو ہمارا شریک کرتے تھے بتوں میں سے کہ وہ آکر تم پر سے عذاب دفع کریں، (تو اُنہوں نے پکارا اُنہیں) مدد کی امید پر، (تو نہیں جواب دیا انہیں) بتوں نے (اور) بالآخر (دیکھنا پڑا سب کو عذاب)، تابع کو بھی اور اُن کو بھی جن کے تابع تھے۔ اور تمنا کریں گے کہ (کاش وہ راہ پائے ہوتے) حیلہ کی، کہ عذاب اپنے اوپر سے دفع کرتے۔۔یا۔۔راہ پائے ہوتے حق کی طرف کہ عذاب سے بے خوف ہو جاتے۔۔۔

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٦٥﴾ فَعَمِيَتْ

اور جس دن ندا فرمائے گا اُنہیں، تو فرمائے گا کہ "کیا جواب دیا تھا تم نے رسولوں کو؟"● تو اندھرا گئیں

عَلَيْهِمُ الْاَنْبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿٦٦﴾

اُن پر ساری باتیں اُس دن، تو وہ پوچھ گچھ نہ کریں گے●

(اور) اَے محبوب! یاد کرو اُس دن کو (جس دن ندا فرمائے گا) حق تعالیٰ (اُنہیں) یعنی تکذیب کرنے والوں کو پکارے گا، (تو فرمائے گا کہ کیا جواب دیا تم نے رسولوں کو) جب اُنہوں نے تم کو حق کی طرف بُلایا تھا، (تو اندھرا گئیں اُن پر ساری باتیں) یعنی اُنہیں کچھ بھی یاد نہ رہا کہ پیغمبروں نے اُن سے کیا فرمایا تھا۔۔یا یہ کہ۔۔بھول جائیں گے دلیلیں۔ (اُس دن) نہ جانیں گے کہ کیا کہیں، (تو وہ) ایک دوسرے سے (پوچھ گچھ نہ کریں گے) کہ ہم کیا جواب دیں۔ اِس جہت سے پوچھنے والا اور وہ جس سے پوچھے، دونوں عاجز ہوں گے۔۔یا۔۔نہایت دہشت اور حیرت کے مارے پوچھنے کی پرواہ نہ کریں گے۔۔۔

فَأَمَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسَىٰ أَنْ يَكُونَ

توہاں جس نے توبہ کی، اور ایمان لایا، اور لیاقت کے کام کیے، تو قریب ہے

مِنَ الْمُفْلِحِينَ ﴿٦٧﴾

کہ کامیابوں سے ہو●

(توہاں جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور لیاقت کے کام کیے، تو قریب ہے کہ کامیابوں سے ہو) یعنی نیکوں اور چھٹکارا پانے والوں میں سے ہو اور ظالموں سے نہ ہو۔ اور نہ ہی سوال کے وقت عاجز رہنے والوں میں سے۔۔الحاصل۔۔فلاح ونجات آنحضرت ﷺ کا دین قبول کرنے کے ساتھ بندھی ہے۔

عرب کے سردار اپنی خام خیالی اور کم عقلی کے سبب طعنہ دیتے تھے، کہ حق تعالیٰ محمد عربی ﷺ کو نبوت کے لیے کیوں اختیار کرنے لگا۔ چاہیے کہ ایسا منصبِ عالی مکہ اور طائف میں جو سب سے زیادہ بزرگ ہو اُسے پہنچے، تو حق تعالیٰ نے اُس کے جواب میں فرمایا۔۔۔

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ

اور تمہارا رب پیدا کرے جسے چاہے اور چن لے۔ اُن لوگوں کا کچھ اختیار نہیں۔ پاکی ہے اللہ کی،

وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٦٨﴾

اور وہ بلند وبالا ہے اُن سے جن کو سب شریک بناتے ہیں●

(اور تمہارا رب پیدا کرے جسے چاہے) بے موجب اور بے مانع اور اُن میں سے برگزیدہ کرلے۔۔نیز۔۔احکام پہنچانے کے لیے اختیار کرلے (اور چن لے) جسے چاہے۔ اِس سلسلے میں (ان) کافر (لوگوں کا کچھ اختیار نہیں)، اِس انتخاب کا حق اللہ تعالیٰ کو ہے۔ ولید ابن مغیرہ جیسے کافروں کو حق نہیں پہنچتا، کہ وہ نبوت کے واسطے کسی کو برگزیدہ کریں اور خدا جسے چاہے اُسے رَد کردیں۔ (پاکی ہے اللہ) تعالیٰ (کی) اِس بات سے کہ اُس پر کسی کو اختیار ہو۔ (اور وہ بلند وبالا ہے اُن سے جن کو سب شریک بناتے ہیں)۔۔الختصر۔۔اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ہو اُس سے وہ برتر وبالا ہے۔

وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٦٩﴾ وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ

اور تمہارا رب خوب جانتا ہے جو کچھ چھپائیں اُن کے سینے، اور جو کچھ وہ ظاہر کریں● اور وہی اللہ ہے، کہ نہیں ہے کوئی معبود اُس کے سوا،

لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰی وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٧٠﴾

اُسی کی حمد ہے دُنیا وآخرت میں۔ اور اُسی کا حکم ہے اور اُسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے●

(اور تمہارا رب خوب جانتا ہے جو کچھ چھپائیں اُن کے سینے) یعنی پیغمبرِ اسلام سے عداوت اور ایمان والوں کے ساتھ کینہ، اِن باتوں سے خدا بے خبر نہیں، (اور جو کچھ وہ ظاہر کریں)۔۔مثلاً: نبوت پر طعن اور قرآنِ کریم کی تکذیب، حق تعالیٰ اِن سے بھی ناواقف نہیں۔ (اور وہی اللہ) تعالیٰ (ہے) عبادت کا مستحق، (کہ نہیں ہے کوئی معبود اُس کے سوا) اور (اُسی کی حمد ہے دُنیا وآخرت میں)۔یعنی اِس جہان میں اور اُس جہان میں۔ اِس واسطے کہ دُنیوی اور اخروی نعمتوں کا مالک وہی ہے۔ (اور اُسی کا حکم ہے) یعنی اُس کے لیے ہی حکومت ہے، (اور) بالآخر (اُسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے) قیامت کے دن۔ اَے محبوب! اُن سے۔۔۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْكُمُ الَّیْلَ سَرْمَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ

پوچھو کہ "ذرا دیکھو تو، کہ اگر کردے اللہ تم پر رات کو ہمیشہ کے لیے قیامت تک، تو کون معبود ہے، اللہ کا غیر، جو لائے تمہارے

مَنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِضِیَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿٧١﴾

پاس روشنی، تو کیا تمہارے کان نہیں ہیں؟"●

(پوچھو کہ ذرا دیکھو تو، کہ اگر کردے اللہ) تعالیٰ (تم پر رات کو ہمیشہ کے لیے قیامت تک)، اِس طرح کہ آفتاب کو زمین کے نیچے ہی رکھے۔۔یا۔۔زمین کے بالکل نچلے اور پست حصے کے حوالی میں حرکت دے، کہ آفتاب اُفق کے اوپر آ ہی نہ سکے، (تو کون معبود ہے اللہ) تعالیٰ (کا غیر، جو) اپنی قدرت کا مظاہرہ کر سکے اور (لائے تمہارے پاس روشنی)، یعنی روزِ روشن جس میں طلبِ معاش کرتے ہو، (تو کیا تمہارے کان نہیں ہیں؟) یعنی کیا تم نہیں سنتے ہو نصیحت فکر واعتبار کے کان سے۔ یوں ہی اَے محبوب! اُن سے۔۔۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ

پوچھو کہ "ذرا دیکھو تو، کہ اگر کردے اللہ تم پر دن کو ہمیشہ کے لیے قیامت تک،

مَنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِلَیْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِیْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٧٢﴾

تو کون معبود ہے اللہ کا غیر، جو لائے تمہارے پاس رات، کہ آرام کرو جس میں، تو کیا آنکھ نہیں رکھتے؟"●

(پوچھو کہ ذرا دیکھو تو، کہ اگر کردے اللہ) تعالیٰ (تم پر دن کو ہمیشہ کے لیے قیامت تک)، اِس طرح کہ آفتاب کو وسط آسمان پر۔۔یا۔۔فوق الارض کے مدار پر حرکت دے، (تو کون معبود ہے اللہ) تعالیٰ (کا غیر، جو) تم پر کرم فرمائے اور اپنے فضل و رحمت سے نوازے اور (لائے تمہارے پاس رات، کہ آرام کرو جس میں) اور دن کے کاموں کی تھکن سے رحمت طلب کرو، (تو کیا آنکھ نہیں رکھتے؟) یعنی کیا نہیں دیکھتے ہو آثارِ قدرت کو فکر کرنے اور بصیرت چاہنے کی آنکھ سے۔غور سے سنو!۔۔۔

وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ

اور اُس کی رحمت سے ہے، کہ بنایا تمہارے لیے رات اور دن، تا کہ آرام کرو اُس میں،

وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ

اور تا کہ تلاش کرو اُس کا فضل، اور شکر گزاری کرو● اور جس دن ندا فرمائے گا اُنہیں،

فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۷۴﴾

تو فرمائے گا کہ "کہاں ہیں جنہیں میرا شریک تم سمجھتے تھے؟"●

(اور) یاد رکھو! کہ (اُس کی رحمت سے ہے کہ بنایا تمہارے) فائدے کے (لیے رات اور دن، تا کہ آرام کرو اُس میں) یعنی رات میں، (اور تا کہ تلاش کرو) دن میں (اُس کا فضل) یعنی وہ روزی جو خدا نے اپنے فضل سے مقرر کی ہے۔(اور) اللہ کی عطا فرمودہ رات اور دن کی نعمت پر (شکر گزاری کرو● اور) اَے محبوب! یاد کرو اُس دن کو (جس دن) اللہ تعالیٰ (ندا فرمائے گا اُنہیں) یعنی بت پرستوں کو پکارے گا۔

یہاں اِس نداء کی تکرار پھٹکار پر پھٹکار ہے۔۔۔

(تو) اُن بت پرستوں سے (فرمائے گا، کہ کہاں ہیں جنہیں میرا شریک تم سمجھتے تھے) یعنی تم گمان کرتے تھے کہ وہ میرے شریک ہیں اور تم جھوٹ کہتے تھے۔۔چنانچہ۔۔ہم نے تمہارے جھوٹ کو ظاہر کر دیا۔

وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا

اور کھینچ نکالا ہم نے ہر امت سے گواہ، تو ہم نے فرمایا کہ "لاؤ اپنا ثبوت"، تو سب جان گئے

ع ۱۵
۱۰

اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۷۵﴾

کہ حق اللہ کے لیے ہے، اور گم ہو گیا اُن سے جو گڑھا کرتے تھے ●

(اور کھینچ نکالا ہم نے ہر امت سے گواہ) اُن کے قول اور فعل پر، یعنی اُن کے پیغمبر کو ہم گواہ لائیں گے، (تو) پھر (ہم نے فرمایا) امتوں سے (کہ لاؤ اپنا ثبوت)، یعنی اپنی دلیل جو شرک اور تکذیب پر رکھتے ہو۔ (تو سب جان گئے) اُس وقت (کہ حق اللہ) تعالیٰ (کے لیے ہے)۔۔بے شک سچائی۔۔یا۔۔عبادت۔۔یا۔۔توحید اللہ ہی کے واسطے ہے، (اور گم ہو گیا اُن سے جو گڑھا کرتے تھے) جو وہ افتراء کرتے تھے جھوٹی باتیں۔۔یا۔۔امیدِ شفاعت جو بتوں سے رکھتے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد والوں کے قصوں میں قارون کا قصہ بھی بڑا ہی سبق آموز اور عبرتناک ہے، لہٰذا اب اُس قصے کو بیان فرمایا جا رہا ہے، کہ۔۔۔

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۪ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ

بے شک قارون تھا موسیٰ کی قوم سے، پھر باغی ہو گیا قوم کا۔ اور دے رکھا تھا ہم نے اُسے اتنے خزانے،

مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِی الْقُوَّةِ ۗ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ

کہ اُس کی کنجیاں بھاری بوجھ ہو جاتیں زور مند جماعت پر۔ جب کہ کہا اُسے اُس کی قوم نے کہ

لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴿۷۶﴾ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ

"مت اِترا! بے شک اللہ نہیں پسند فرماتا اِترانے والوں کو ● اور تلاش کر اُس مال میں جو دے رکھا ہے تجھے اللہ نے دارِ

الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ

آخرت کو، اور مت بھول میں رہ اپنے دُنیاوی حصہ کے۔ اور احسان کیا کر جس طرح کہ احسان بھیجا اللہ نے

اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۷۷﴾

تیری طرف، اور مت چاہا کر فساد ملک میں۔ بے شک اللہ نہیں پسند فرماتا فساد مچانے والوں کو" ●

(بے شک قارون تھا موسیٰ کی قوم سے) جو حضرت موسیٰ کا چچا زاد بھائی تھا۔

کیونکہ قارون یصہر بن قاہش کا بیٹا ہے اور حضرت موسیٰ عمران بن قاہش کے فرزند ہیں، اور قاہش لاوی بن یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے تھا۔ اور قارون چونکہ نہایت خوبصورت اور زیبا طلعت تھا، اُس وجہ سے اُسے 'منور' کہتے تھے۔ بنی اسرائیل بھر میں توریت خوب پڑھتا تھا،

اور اس کے سترے مختاروں میں سے ایک یہ بھی ہے مفلسی اور محتاجی کے زمانہ میں منکسر المزاج اور خلیق آدمی تھا، مالدار ہوتے ہی اُس کا حال بدل گیا۔۔۔

(پھر باغی ہوگیا قوم کا) اور حضرت موسیٰ کی قوم پر یعنی خود اپنی ہی قوم پر ظلم وزیادتی کرنے لگا، اور چاہا کہ سب پر حاکم بن جائے۔ **(اور دے رکھا تھا ہم نے اُسے اتنے خزانے کہ اُس کی کنجیاں بھاری بوجھ ہو جاتیں زورمند جماعت پر)**، یعنی چالیس[۴۰] طاقتور مَردقارون کے خزانوں کی کنجیاں اُٹھاتے تھے۔

ایک روایت ہے کہ ساٹھ[۶۰] اونٹ اُس کے خزانوں کی کنجیاں اُٹھاتے تھے۔ ہر خزانے کی ایک کنجی اور کوئی کنجی انگلی بھر سے زیادہ نہ تھی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ کنجیوں سے مال کے صندوق مراد ہیں اور وہ چار لاکھ چالیس ہزار[۴۴۰۰۰۰] سونے چاندی سے بھرے ہوئے صندوق تھے۔

۔۔تو۔۔اَے محبوب! یاد کرو اُس دن کو **(جب کہ کہا اُسے اُس کی قوم)** کے بعض نکوکار لوگوں **(نے)** اُس کی متکبرانہ چال ڈھال دیکھنے کے بعد، **(کہ مت اِترا)** اور اپنے قد سے لمبے کپڑے پہن کر اِتراتے ہوئے متکبرانہ انداز سے مت چل، **(بے شک اللہ)** تعالیٰ **(نہیں پسند فرماتا اِترانے والوں کو)**، یعنی اللہ تعالیٰ ایسوں کو دوست نہیں رکھتا، جو کہ مالِ دُنیا پر نامعقول انداز سے خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ **(اور)** تیرے حق میں دانشمندی یہ ہے، کہ **(تلاش کر اُس مال میں جو دے رکھا ہے تجھے اللہ)** تعالیٰ **(نے، دارِ آخرت کو)**۔ یعنی اپنا مال راہِ خدا میں دے اور اِس ذریعہ سے اُس جہان کا ثواب حاصل کر۔ **(اور مت بھول میں رہ اپنے دُنیاوی حصّہ کے)** یعنی رحلت کے وقت اِس جہان سے فقط کفن ہی تجھے نصیب ہوگا، تو اُس حال کا خیال کر اور دُنیا کے مال ومنال پر گھمنڈ مت کر۔

بعضوں نے کہا اُس کا معنی یہ ہیں، کہ۔۔۔

اپنا حصہ بھول نہ جا، یعنی جس قدر مال تجھ کو کفایت کرے اُسی پر بس کر۔ **(اور)** باقی سے **(احسان کیا کر جس طرح کہ احسان بھیجا اللہ)** تعالیٰ **(نے تیری طرف)**۔ یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے تیری طرف نعمتیں بھیجی ہیں، اُسی طرح تُو بھی اُن نعمتوں سے دوسرے ضرورتمندوں کو مستفیض کر۔ **(اور مت چاہا کر فساد ملک میں)**، یعنی اپنی سرزمین پر تباہ کاری، ظلم اور زیادتی کا خواہشمند مت رہ، اور نہ ہی متکبرانہ انداز سے زمین پر چل۔ کیونکہ **(بے شک اللہ)** تعالیٰ **(نہیں پسند فرماتا فساد مچانے والوں کو)** جو دُنیا کے سبب سے تفاخر کرتے ہیں اور بڑائی ڈھونڈھتے ہیں۔

قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ ؕ اَوَ لَمْ یَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ

اُس نے جواب دیا کہ "مجھے دیا گیا ہے یہ، صرف میرے علم کی بنا پر جو میرے پاس ہے"۔ کیا اُس نے نہ جانا،

مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّ اَكْثَرُ جَمْعًا ؕ

کہ بلاشبہ اللہ نے برباد فرما دیا اُس کے پہلے کتنی قوموں کو، جو اُس سے زیادہ تھے زور میں، اور بہت جمع والے تھے،

وَ لَا یُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۷۸﴾

اور نہیں پوچھے جایا کرتے اپنے گناہوں کے بارے میں مجرم لوگ ●

(اُس نے) یعنی قارون نے اُس کا (جواب دیا، کہ مجھے دیا گیا ہے یہ صرف میرے علم کی بنا پر جو میرے پاس ہے)، یعنی علمِ توریت، اِس واسطے کہ بنی اسرائیل میں سب سے زیادہ میں توریت کا عالم ہوں، اور اُس کے رموز و اسرار کا سب سے بڑا عارف ہوں۔۔یا۔۔تجارت اور کاشت کاری اور دیگر پیشوں کا علم جس کو اعلیٰ پیمانے پر انجام دے کر میں نے یہ دولت اکٹھا کی۔۔یا۔۔حضرت یوسف کے خزانے اُسے معلوم ہو گئے اور وہ اُٹھا لایا تھا۔

اور بعضوں نے کہا کہ علم سے 'علمِ کیمیا' مراد ہے، کہ حضرت موسیٰ نے اپنی بہن کو بتا دیا تھا اور اُنہوں نے قارون کو تعلیم کیا تھا۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ معجزہ و کرامت سے تو پتھر وغیرہ کا سونا ہو جانا ممکن ہے، لیکن ایسا کوئی علم نہیں جس سے پتھر وغیرہ سونا بن سکے، یہ ایک تخلیقی عمل ہے جو قدرتِ خداوندی ہی سے ممکن ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر شے کا خالق ہے۔ قارون کو اپنی بے پناہ دولت اور خزانوں پر مغرور نہیں ہونا چاہیے تھا۔ فنا ہو جانے والی دولت کب کسی کے کام آسکی ہے؟ نہ دولت ہمیشہ باقی رہنے والی ہے اور نہ ہی دولت والے۔۔۔

(کیا اُس نے) یعنی قارون نے (نہ جانا) اور تورات میں نہیں پڑھا اور مورخوں سے نہیں سنا، (کہ بلاشبہ اللہ) تعالیٰ (نے برباد فرما دیا اِس) قارون (کے پہلے کتنی قوموں کو جو اُس سے زیادہ تھے زور میں)، یعنی ازروئے قوت، وہ اُس سے کہیں زیادہ قوی تھے۔ (اور) ازروئے مال و دولت (بہت جمع والے تھے)۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ قارون اپنی قوت اور کثرتِ مال پر کیوں مغرور ہوا، حالانکہ وہ جانتا ہے کہ جو لوگ اُس سے زیادہ قوی اور غنی تھے اُن کو ہم نے ہلاک کیا ہے۔ تو تہدید کی رُو سے فرماتا ہے (اور) آگاہ کرتا ہے، کہ (نہیں پوچھے جایا کرتے اپنے گناہوں کے بارے میں مجرم لوگ) یعنی مشرک لوگ، کہ اُنہیں اُن کی پیشانی کے نشان سے پہچان لیں گے۔۔یا۔۔اُن سے بتانے کا سوال نہ

ہوگا، اس واسطے کہ حق تعالیٰ مطلع ہے اُس پر۔۔یا۔۔عذاب کرنے میں اُن سے کچھ سوال نہ ہوگا، اِس واسطے کہ وہ بے حساب دوزخ میں جائیں گے۔۔الختصر۔۔قارون آسائشِ حیات کی کثرت کے نشے میں چُور رہا۔۔۔

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا

تو نکلا اپنی قوم پر اپنی سجاوٹ میں۔ بولے جو چاہتے ہیں دُنیاوی زندگی کو

یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ﴿۷۹﴾

کہ "اَے کاش! ہمارا ہوتا، جیسا کہ دیا گیا ہے قارون۔ بے شک وہ بڑے نصیبہ والا ہے"●

(تو نکلا) ہفتہ کے دن **(اپنی قوم پر اپنی سجاوٹ میں)**۔ یعنی اپنی آرائش کے ساتھ سفید خچر پر سوار، سنہرا زین کسے، زرد جوڑا پہنے، چار ہزار سوار اِسی کیفیت اور صفت پر اُس کے ساتھ۔

ایک روایت کے مطابق نوے ہزار آدمی سرخ لباس پہنے اُس کے ساتھ سوار تھے، اور اُس سے پہلے کسی نے 'کُسم' کا رنگ نہ دیکھا تھا۔ یہ بھی روایت ہے کہ ہزار لڑکیاں سفید خچروں پر اُس کے ساتھ سوار تھیں، سنہرے زین کسے، زرد جوڑے پہنے، سفید موزے چڑھائے۔

جب قارون اِس شوکت اور دبدبہ کے ساتھ قوم کے لوگوں میں داخل ہوا، تو **(بولے)** اُس کی قوم کے وہ لوگ **(جو چاہتے ہیں دُنیاوی زندگی کو)** اور اُس کی رغبت رکھنے والے ہیں، **(کہ اَے کاش! ہمارا ہوتا)**، یعنی ہمارے پاس بھی ایسا ہی مال ومنال ہوتا، **(جیسا کہ دیا گیا ہے قارون۔ بے شک وہ بڑے نصیبہ والا ہے)** اور بڑا ہی مزا لُوٹنے والا ہے۔۔۔

وَ قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ

اور کہا اُنہوں نے جن کو علم دیا گیا ہے کہ "تم پر افسوس ہے، اللہ کا ثواب بہتر ہے اُن کے لیے جو ایمان لائے

وَ عَمِلَ صَالِحًا ۚ وَ لَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿۸۰﴾

اور لیاقت والے کام کیے۔ اور نہیں پاتے یہ، مگر صبر کرنے والے"●

(اور) اُن کے برعکس **(کہا اُنہوں نے جن کو)** احوالِ آخرت کا **(علم دیا گیا ہے)**، اور جو لوگ قناعت کی برکت اور توکل کی عزت کو جانتے ہیں، جیسے حضرت یوشع علیہ السلام اور اُن کے اصحاب، **(کہ تم پر افسوس ہے)** اَے دُنیا کے طلب کرنے والو! کیا تمہیں خبر نہیں، کہ **(اللہ)** تعالیٰ **(کا ثواب

بہتر ہے) دُنیا کے مالوں سے (اُن کے لیے جو ایمان لائے اور لیاقت والے کام کیے، اور نہیں پاتے) ہیں (یہ) ، یعنی عالموں نے جو یہ بات کہی اُس کی تلقین نہ کریں گے اور دِل اور زبان پر نہ رکھیں گے، (مگر صبر کرنے والے) طاعت پر۔۔یا۔۔مصیبت پر۔۔المختصر۔۔اُن علماء کی باتوں کو سمجھنے والے اور اُن پر عمل کرنے والے صرف صابرین ہی ہیں، جن کی نگاہوں میں دُنیا کی آرائش کی کوئی حقیقت نہیں ۔۔الحاصل۔۔**خدا نیک کاموں کی توفیق نہیں دیتا مگر صابروں کو۔**

چونکہ قارون اپنے مال و دولت اور جاہ و حشم پر بہت فخر اور تکبر کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ بسا اوقات تکبر کرنے والوں کو زمین میں دھنسا دیتا ہے اور اُس کو نشانِ عبرت بنا دیتا ہے۔۔چنانچہ ۔۔قارون کے تعلق سے بھی حق تعالیٰ نے فرمایا، کہ جب وہ غرور و تکبر میں حد سے زیادہ بڑھ گیا۔۔۔

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۗ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ

تو دھنسا دیا ہم نے اُسے اور اُس کے گھر کو زمین میں۔۔تو نہ رہ گیا اُس کا کوئی گروہ، جو مدد کرے اُس کی

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿٨١﴾

اللہ کے مقابل۔اور نہ وہ خود بدلہ لے سکا●

(تو دھنسا دیا ہم نے اُسے اور اُس کے گھر کو) مال و متاع سمیت (زمین میں)۔

اُس کے زمین میں دھنسنے کی دوسری وجہ مفسرین اور مورخین نے یہ بیان کی ہے، کہ حضرت موسیٰ نے اُس کے خلاف دُعا کی تھی۔ اُس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت موسیٰ نے اُس پر زکوٰۃ دینا لازم کر دیا تھا، اس لیے وہ آپ کا دشمن ہو گیا تھا۔ دشمنی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ آپ پر حسد کرتا تھا اور کہتا تھا، کہ آپ نبی ہیں اور ہارون امام ہیں، میرے لیے کوئی منصب نہیں۔

پھر قارون نے ایک فاحشہ عورت کو رشوت دے کر اِس پر تیار کیا کہ جب حضرت موسیٰ بنی اسرائیل میں خطبہ دے رہے ہوں، تو وہ آپ سے کہے کہ تم وہی ہو نا جس نے میرے ساتھ فحش کام کیا تھا۔ حضرت موسیٰ یہ سن کر کانپ اُٹھے، اُسی وقت دو رکعت نماز پڑھی اور اُس عورت سے کہا، کہ میں تم کو اُس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے دریا میں تمہارے لیے خشک راستہ بنایا، جس نے تمہیں اور تمہاری قوم کو فرعون کے مظالم سے نجات دی، تم سچا واقعہ بیان کرو۔

دیتا ہم کو) بھی زمین میں۔(افوہ!) ہمیں یہ خیال ہی نہ رہا، کہ(نہیں کامیابی پاتے کافر لوگ)۔یعنی عذاب سے چھٹکارا نہیں پاتے کافر۔۔یا۔۔ناشکرے۔۔یا۔۔تکذیب کرنے والے۔رہ گئے۔۔۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ

یہ آخرت والے گھر ہم اُن کے لیے کرتے ہیں جو نہ چاہیں بڑا بننا زمین میں،

وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۸۳﴾

اور نہ فساد، اور انجام بخیر ہونا ڈر جانے والوں کے لیے ہے●

(یہ آخرت والے گھر) یعنی تمہاری سمجھی بوجھی بہشت، (ہم اُن کے لیے) مقدر (کرتے ہیں، جو نہ چاہیں بڑا بننا زمین میں)، یعنی زمین والوں کے ساتھ بڑائی اور تکبر سے پیش نہ آئیں۔(اور نہ) ہی زمین پر (فساد) برپا کریں، جیسا کہ قارون نے چاہا تھا۔(اور انجام بخیر ہونا) تو صرف (ڈر جانے والوں) یعنی پرہیزگاروں (کے لیے ہے)۔

بعض عارفین نے فرمایا، کہ رضا کا گھر اُس جماعتِ ارواح کے واسطے ہے جو صفاتِ نفسانیہ کے میلوں سے پاک ہوگئی ہے، اس لیے کہ زمینِ بشریہ میں وہ روحیں بڑائی اور برتری کی طالب نہیں ہوتیں، اور فرعونوں اور جابروں کے نفوس کی طرح فساد نہیں چاہتیں، یعنی یہ نفوسِ قدسیہ والے حضرتِ الٰہی کے سوا اُور سے نظر اُٹھا کر کسی آدمی اور کسی چیز کی طرف التفات نہیں کرتے، اور عالمِ ملک وملکوت کو مالک الملک کی نصرت میں چھوڑتے ہیں، کہ جو تصرف کون ومکاں میں چاہے کرے اور اُن کو اُس پر کچھ اعتراض نہیں ہوتا۔

اور جب یہ ظاہر ہو چکا کہ انجام بخیر ہونا پرہیزگاروں کے لیے ہے۔۔تو۔۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَیْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ

جو کر لایا نیکی، تو اُسے اُس سے بھی بہتر ہے۔اور جو کر لایا بُرائی،

فَلَا یُجْزَی الَّذِیْنَ عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾

تو نہ بدلہ دیے جائیں گے جنہوں بدکاری کی، مگر جو اُن کا کرتوت ہے●

(جو کر لایا نیکی)، نیک خصلت اپنائی۔۔یا۔۔توحیدِ ربانی کی معرفت حاصل کر لی۔۔یا۔۔ اخلاص کے ساتھ اطاعت شعار ہو گیا، (تو اُسے) آخرت میں (اُس) کی نیکی (سے بھی بہتر) ثواب

(ہے۔اور) اُس کے برعکس (جوکرلایابُرائی) اُسے اُس کی بُرائی کے مطابق سزادی جائے گی۔(تو نہ بدلہ دیے جائیں گے جنہوں نے بدکاری کی، مگر جواُن کا کرتوت ہے)۔یعنی مثل اُس کے جو تھے دُنیا میں عمل کرتے۔

ظاہر آیت اِس بات پر دلیل ہے کہ نیکی کا ثواب اُس سے بہتر ہوگا، اور بُرائی کی جزا اُس کے مثل ملے گی۔'ضمیر' کی جگہ 'اسم' ظاہر کولانا بدکاروں کے حال کی خرابی ظاہر کرنے کو ہے، اور اُن کی طرف بُرائی کی اسناد مکرر کرنے سے فائدہ یہ ہے، کہ عقلمندوں کو زجر ہو اور بُرائی سے باز رہیں۔اللہ تعالیٰ نے اِس سورت کو اِس بشارت پر ختم کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو غالب کر کے مکہ کی طرف لوٹائے گا۔۔چنانچہ۔۔ارشاد ہوتا ہے، کہ۔۔۔

اِنَّ الَّذِیۡ فَرَضَ عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ ؕ قُلۡ رَّبِّیۡۤ

بے شک جس نے تم پر ذمہ داری لگادی قرآن کی، ضرور واپس لانے والا ہے تمہیں، تمہاری واپسی کی جگہ پر۔ کہہ دو کہ "میرا رب

اَعۡلَمُ مَنۡ جَآءَ بِالۡهُدٰی وَ مَنۡ هُوَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۸۵﴾

خوب جانتا ہے، جو ہدایت لے کر آیا، اور جو کھلی گمراہی میں ہے"●

(بے شک جس نے تم پر ذمہ داری لگادی قرآن کی، ضرور واپس لانے والا ہے تمہیں تمہاری واپسی کی جگہ پر) فتح مکہ کے بعد۔اَے محبوب! آپ کے تعلق سے کافروں کا یہ کہنا، کہ آپ گمراہ ہیں، اُن کی ایک لایعنی بکواس ہے۔تو اَے محبوب! واضح لفظوں میں اعلان کردو اور (کہہ دو، کہ میرا رب خوب جانتا ہے جو ہدایت لے کر آیا)، یعنی جو صراطِ مستقیم۔۔یا۔۔توحید۔۔یا۔۔قرآن لے آیا۔اور سنو! وہ لانے والا میں ہی ہوں۔حق تعالیٰ اِس حقیقت کو بخوبی جانتا ہے۔(اور) وہ اُسے بھی جانتا ہے (جو کھلی گمراہی میں ہے) جیسے وہ لوگ جو میرے منکر ہیں۔

ذہن نشین رہے کہ رب کریم جب کسی پر اپنا فضل فرمانا چاہتا ہے، تو اُس کی طلب وتمنا اور انتظار وتوقع کے بغیر اُسے اپنے فضل سے نواز دیتا ہے، خواہ اُس شرف سے مشرف ہونے کا علم اُس کو مشرف ہونے سے پہلے ہو۔۔یا۔۔نہ ہو۔ہمارے نبی کریم ﷺ کی شان یہ تھی کہ نزولِ وحی سے پہلے ہی مختلف ذرائع سے آپ کو معلوم ہو چکا تھا، کہ آپ پر وحی نازل ہونے والی ہے، اور فریضۂ نبوت کی ادائیگی کا حکم من جانب اللہ ملنے والا ہے، مگر چونکہ آپ بذاتِ خود اُس کے امیدوار نہیں تھے، اِسی لیے حق تعالیٰ نے آپ کو مخاطب فرمایا، پھر ارشاد فرمایا۔۔۔

وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ

اور تم امید نہیں کرتے تھے کہ "پہنچائی جائے گی تم تک کتاب،" مگر رحمت ہے تمہارے رب کی طرف سے،

فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٨٦﴾

تو کبھی نہ ہونا مددگار کافروں کے ●

(اور) واضح کر دیا کہ (تم امید نہیں کرتے تھے کہ پہنچائی جائے گی تم تک کتاب، مگر) تم پر یہ کتاب کا نزول اور منصبِ نبوت سے تمہاری سرفرازی، صرف (رحمت ہے تمہارے رب کی طرف سے) ۔۔الحاصل۔۔آپ پر صرف آپ کے رب کی رحمت کی وجہ سے یہ کتاب نازل کی گئی ہے، اُور کسی وجہ سے یہ کتاب نازل نہیں کی گئی۔۔یا۔۔آپ پر رحمت کے سوا اور کسی حال میں یہ کتاب نازل نہیں کی گئی۔ (تو کبھی نہ ہونا مددگار کافروں کے) یعنی اُن کے ساتھ مدارا نہ کرو اور جو کچھ وہ چاہیں اُسے قبول نہ کرو۔

اِس آیت میں تعریض ہے۔ بہ ظاہر مشرکین کی مدد نہ کرنے کا خطاب نبی علیہ السلام کو ہے، اور مراد آپ کی امت ہے۔۔۔

یعنی آپ کی امت جب دُنیا میں تبلیغ کے لیے اُٹھے، تو مشرکین کے دباؤ سے اللہ کے پیغام سنانے میں کوئی نرمی نہ کرے، اور نہ کسی قسم کی تحریص اور ترغیب سے متاثر ہو کر مداہنت کرے۔۔۔

وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ

اور نہ کبھی وہ روک بن سکیں تمہارے، اللہ کی آیتوں سے، اُس کے بعد کہ نازل فرمائی گئیں تمہاری طرف، اور بُلاتے رہو

اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٨٧﴾ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ

اپنے رب کی طرف، اور کبھی نہ ہونا مشرکین سے ● اور نہ دُہائی دینا اللہ کے ساتھ

اِلٰهًا اٰخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۭ

دوسرے معبود کی۔۔نہیں ہے کوئی معبود اُس کے سوا۔۔ ہر چیز مٹنے والی ہے سوا اُس کی ذات کے۔

لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٨٨﴾

اُسی کا حکم ہے، اور اُسی کی طرف تم لوگ لوٹائے جاؤ گے ●

(اور نہ کبھی وہ روک بن سکیں تمہارے اللہ) تعالیٰ (کی آیتوں سے)، یعنی وہ آپ کو اللہ کی آیتوں کی تبلیغ سے نہ روک دیں (اِس کے بعد کہ نازل فرمائی گئیں تمہاری طرف)۔

جو ہمیشہ سے ہو اور ہمیشہ رہے۔ اور اُس کے سوا ہر ایک چیز ممکن ہے، اور ہلاک ہونے والی ہے۔ اور جو چیز ممکن ہو وہ اپنے ہونے میں کسی اور کی طرف محتاج ہوگی۔ اور جو اپنے وجود میں غیر کا محتاج ہو، وہ عبادت کا مستحق کب ہوسکتا ہے۔

پھر فرمایا کہ "اُسی کا حکم ہے۔" یہ اُس کے مستحقِ عبادت ہونے کی دوسری دلیل ہے۔ جس کا حکم چلتا ہو، اور جو حاکم علی الاطلاق ہو، وہی عبادت کا مستحق ہوسکتا ہے۔ اور فرمایا تم اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ یہ اُس کے مستحقِ عبادت ہونے کی تیسری دلیل ہے۔ تم نے زندگی میں جو بھی عمل کیے ہیں، آخرت میں تم سے اُس کی باز پُرس ہوگی۔ اور تمہارا اُس کی طرف لوٹایا جانا اِسی لیے ہوگا کہ تم سے سوال کیا جائے، کہ تم نے کس کی عبادت کی ہے۔ اور یہ سوال اور باز پُرس وہی کرے گا۔ اِسی لیے عبادت کا مستحق بھی وہی ہے۔ سو اُسی کی عبادت کرو اور اُس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو۔

بعونہٖ تعالیٰ وبفضلہٖ سبحانہٗ آج بتاریخ

۱۹؍ ذی القعدہ ۱۴۳۲ھ۔۔ مطابق۔۔ ۱۸؍۱ اکتوبر ۲۰۱۱ء

بروز سہ شنبہ، سورۃ القصص کی تفسیر مکمل ہوگئی۔ دُعا گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے باقی قرآنِ کریم کی تفسیر مکمل کرنے کی توفیقِ رفیق عطا فرمائے، اور فکر وقلم کو اپنی حفاظت میں رکھے۔

آمِیْنَ یَا مُجِیْبَ السَّائِلِیْنَ بِحَقِّ طٰهٰ وَ یٰسٓ بِحَقِّ نٓ وصٓ وَبِحَقِّ یَا بُدُّوْحُ وَ بِحُرْمَةِ سَیِّدِالْمُرْسَلِیْنَ **محمد** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

بعونہٖ تعالیٰ وبفضلہٖ سبحانہٗ آج بتاریخ

۲۰؍ ذی القعدہ ۱۴۳۲ھ۔۔ مطابق۔۔ ۱۹؍۱ اکتوبر ۲۰۱۱ء

بروز چہار شنبہ، سورۃ العنکبوت کی تفسیر کا آغاز کر دیا۔ مولیٰ تعالیٰ اس کی اور باقی قرآنِ کریم کی تفسیر کی تکمیل کی سعادت مرحمت فرمائے، اور فکر وقلم کو اپنی حفاظتِ خاص میں رکھے۔

آمِیْنَ یَا مُجِیْبَ السَّائِلِیْنَ بِحَقِّ طٰهٰ وَ یٰسٓ بِحَقِّ نٓ وصٓ وَبِحَقِّ یَا بُدُّوْحُ وَبِحُرْمَةِ سَیِّدِالْمُرْسَلِیْنَ **محمد** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

تک کافروں کے جوار میں رہو گے تمہارا اسلام پورا نہیں ہے، تو بعضے اُن میں ہجرت کی نیت کر کے نکلے اور مشرک آگاہ ہو گئے اور اُنہیں راہ سے پھیر لے گئے، تو حق تعالیٰ نے اُن کی تسلی کے واسطے یہ آیت بھیجی کہ یہ نہ تصور کرنا چاہیے، کہ بلا کشاکشِ بلاء دعویٰ ولا صحیح ہو۔

۔۔الختصر۔۔ ہر ایمان والے کو آزمائشِ خداوندی کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ رب کریم جو بھی کرے اُسے اُس کا اختیار ہے اور اُس میں اُس کی حکمت و مصلحت ہے۔

ایمان والے لوگو! خداوندِ کریم صرف تمہاری ہی آزمائش نہیں فرما رہا، بلکہ اُس کا فرمان۔۔۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا

اور بلاشبہ ہم نے آزمایا جو اِن سے پہلے ہوئے، تو ضرور بتادے گا اللہ اُنہیں جو سچے ہیں،

وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۝۳

اور ضرور بتادے گا جھوٹوں کو●

(اور) ارشاد ہے، کہ (بلاشبہ ہم نے آزمایا جو اِن سے پہلے ہوئے)۔ یعنی یہ صورت تو سب امتوں میں واقع تھی اور سب کے دعووں کو بلاء کے ذریعہ آزمایا گیا۔ (تو) اُس آزمائش کے ذریعہ (ضرور بتادے گا) اور سب پر ظاہر فرمادے گا (اللہ) تعالیٰ (اُنہیں جو سچے ہیں) اپنے دعویٰ ایمان میں۔ (اور ضرور بتادے گا) اور ظاہر فرمادے گا (جھوٹوں کو) جو دین میں جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں۔۔یا ۔۔دکھادے گا اُن دونوں کا حال خلق کو۔۔یا۔۔جزادے گا اُس چیز کی جو جانتا ہے اُن کا سچ اور جھوٹ۔ یعنی سچ کی اچھی جزا اور جھوٹ کی عبرتناک سزادے گا۔ تو کیا صرف زبان سے آمنا کہہ دینے والوں نے گمان کرلیا ہے، کہ اُن کی آزمائش نہ ہوگی۔۔۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ۭ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝۴

یا سمجھ بیٹھے ہیں جو کرتے ہیں بُرے کام، کہ "وہ ہم سے بڑھ نکلیں گے۔" کیسا بُرا فیصلہ کرتے ہیں●

(یا سمجھ بیٹھے ہیں جو کرتے ہیں بُرے کام) جیسے کفر اور گناہ، (کہ وہ ہم سے بڑھ نکلیں گے)، یعنی پیشی کریں گے ہم پر اور ہم کو عاجز کردیں گے اُن کو گناہوں کی جزا دینے سے۔ (کیسا بُرا فیصلہ کرتے ہیں)۔ یعنی وہ جو حکم کرتے ہیں وہ کتنا بُرا حکم ہے۔

اِس آیت کی یہ بھی توجیہہ کی گئی ہے، کہ۔۔۔

کیا گمان کرتے ہیں گنہ گار، کہ اپنے گناہوں کے سبب سے میری مغفرت اور شمول رحمت پر سبقت لے جائیں۔ یہ حکم ناپسند ہے اس واسطے کہ میری رحمت سبقت لے گئی ہے اُن کے گناہوں پر جو موجب غضب ہوتے ہیں۔۔تو۔۔

مَنۡ كَانَ يَرۡجُوۡا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ۝۵

جولَو لگائے ہے اللہ سے ملنے کی، تو یقیناً اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت ضرور آنے والا ہے، اور وہی سننے والا جاننے والا ہے ●

(جولَو لگائے اللہ) تعالیٰ (سے ملنے کی) بہشت میں۔۔یا۔۔ثواب پانے کی۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ جو کوئی ڈرتا ہے روزِ قیامت سے اور اِس بات سے کہ میں خدا کے سامنے حاضر کیا جاؤں گا۔

(تو) اُس سے کہہ دو کہ آمادہ رہے، (یقیناً اللہ) تعالیٰ (کا مقرر کیا ہوا وقت ضرور آنے والا ہے)۔ بے شک جو مدت کہ خدا نے مقرر کر دی ہے آخرت میں لقاءِ الٰہی کی، وہ یقیناً آنے والی ہے۔ (اور وہی سننے والا) ہے بندوں کی بات اور (جاننے والا ہے) اُن کے دِلوں کے ارادے اور خیالات۔

وَمَنۡ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفۡسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِىٌّ عَنِ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝۶

اور جس نے جہاد کیا، تو وہ اپنے بھلے کو جہاد کرتا ہے۔ کہ یقیناً اللہ بے پرواہ ہے سارے جہان سے ●

(اور جس نے جہاد کیا) کفار سے۔۔یا۔۔اپنے نفسِ غدار سے، (تو وہ اپنے) ہی (بھلے کو جہاد کرتا ہے)۔ یعنی اپنے ہی فائدے کے واسطے جہاد کرتا ہے۔ اِس واسطے کہ اُس کا ثواب اُسی کو ملے گا۔ کیوں (کہ یقیناً اللہ) تعالیٰ (بے پرواہ ہے سارے جہان سے)۔ یعنی اہلِ عالم کی طاعتوں اور مجاہدوں سے۔۔الختصر۔۔وہ بندوں کو عبادت کی تکلیف اُنہی کے احوال کی درستی کے واسطے دیتا ہے۔

وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَـنُكَفِّرَنَّ عَنۡهُمۡ سَيِّاٰتِهِمۡ

اور جو مان گئے اور کرنے کے کام کیے، تو ہم ضرور میٹ دیں گے اُن کے گناہوں کو،

وَلَنَجۡزِيَنَّهُمۡ اَحۡسَنَ الَّذِىۡ كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ۝۷

اور ضرور اُنہیں بدلہ دیں گے زیادہ بہتر، اس سے جو وہ عمل کرتے تھے ●

(اور جو مان گئے اور کرنے کے) لائق (کام کیے، تو ہم ضرور میٹ دیں گے اُن کے گناہوں

کو)۔یعنی اُن کے گناہوں کومٹا دیں گے۔(اورضرور اُنھیں بدلہ دیں گے زیادہ بہتراُس سے جو وہ عمل کرتے تھے)۔یعنی توحید کی جزا، کہ اُن کے سب عملوں میں یہی بہتر ہے، اور باقی کام چونکہ فضیلت میں اُس کے برابر نہیں ہیں، اُن کی جزا اُن کے موافق ہم دیں گے اُن کے عمل سے بہتر اور زیادہ، ایک کے بدلے دس اور اُس سے بھی زیادہ سات سوتک۔اِس واسطے کہ وہ محتاج ہیں اور میں بے نیاز ہوں۔اس لیے محتاج کو یہ زیب نہیں دیتا کہ مجھ بے نیاز کی اطاعت پر میرے کسی غیر کی اطاعت کو ترجیح دیں اور میری نافرمانی کر بیٹھیں۔گو والدین کی اطاعت بھی ایک خاص اہمیت رکھتی ہے۔۔۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۖ وَإِن جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ

اور ہم نے تاکید فرمادی انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کی۔اور اگر وہ دونوں دباؤ ڈالیں تم پر،

بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۚ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ

کہ شریک بناؤ میرا، جس کا تمھیں کسی طرح بھی علم نہیں، تو مت کہا مانو اُن کا۔میری طرف تم سب کا لوٹنا ہے،

فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ⑧

تو بتادوں گا تمھیں جو تم کرتے رہے●

(اور)اِسی لیے(ہم نے تاکید فرمادی انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کی)۔یعنی ایسے کام کی جو محض نیکی ہو۔لیکن والدین کی اطاعت کے تعلق سے اِس بات کا خیال (اور) لحاظ رہے، کہ (اگر وہ دونوں دباؤ ڈالیں تم پر کہ شریک بناؤ میرا جس کا تمھیں کسی طرح بھی علم نہیں)۔

یہاں 'علم نفی اُلوہیت' کی تعبیر 'نفی علم اُلوہیت' کے ساتھ کی گئی ہے۔۔۔

یعنی ماں باپ اگر تجھے حکم کریں اِس بات کا کہ اُس چیز کو میرا شریک ٹھہرا جس کی خدائی کو تُو نہ جانتا ہو، اور واقع میں خدائی میرے سوا کسی کے واسطے ثابت ہی نہیں۔۔المختصر۔۔اگر ماں باپ شرک کرنے کو کہیں (تو مت کہا مانو اُن کا)۔اِس واسطے کہ خالق کے گناہ میں مخلوق کی فرمانبرداری درست نہیں ہے۔

مذکورہ آیتِ کریمہ اُس وقت نازل فرمائی گئی، جب حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسولِ کریم ﷺ میں عرض کیا، کہ میری ماں نے اِس بات کی ضد کرلی ہے، کہ اُس وقت تک میں نہ تو سایے میں رہوں گی اور نہ ہی کچھ کھاؤں گی پیوں گی، جب تک تُو دین

محمدی کو ترک نہیں کر دیتا۔ تو آیتِ کریمہ نے ظاہر فرما دیا کہ ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک تو بہتر ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کسی حال میں بھی جائز نہیں۔ **تو والدین کی خدمت اور دِل جوئی میں اِس بات کا بہر حال خیال رکھا جائے، کہ ہمارے کسی عمل سے اللہ تعالیٰ کی** نافرمانی نہ ہونے پائے۔۔ الحاصل۔۔ ارشادِ خداوندی ہے، کہ۔۔۔

میری معصیت کر کے کسی کی اطاعت کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے۔ جبکہ حقیقی صورتِ حال یہ ہے، کہ (**میری طرف**) ہی (**تم سب کا لوٹنا ہے**)۔ مؤمن ہو۔۔ یا۔۔ مشرک، فرمانبردار بیٹا ہو۔۔ یا۔۔ نافرمان، قیامت کے دن سب کو میری جزا کی طرف ہی پلٹنا ہے، (**تو بتا دوں گا تمہیں جو تم کرتے رہے**)۔۔ المختصر۔۔ سب روزِ قیامت اپنے اعمال نامے سے باخبر ہو جائیں گے، اور وہ دُنیا میں جو کرتے رہے ہیں اُس کا اُنہیں علم ہو جائے گا۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ ۝۹

اور جو مان گئے اور کرنے کے کام کیے، تو ضرور ہم داخل کریں گے اُنہیں لیاقت والوں میں ●

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ

اور کچھ لوگ ہیں کہ "کہتے ہیں کہ ہم مان گئے اللہ کو"، پھر جب دکھ دیا گیا اللہ کی راہ میں،

فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ

تو بنانے لگے لوگوں کے فتنہ کو، اللہ کے عذاب کے برابر۔ اور اگر آ گئی مدد تمہارے رب کی طرف سے، تو ضرور کہیں گے

اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ؕ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰

کہ "ہم آپ کے ساتھی تھے۔" کیا اللہ خوب نہیں جانتا؟ جو سارے جہان کے سینوں میں ہے ●

(**اور جو مان گئے اور کرنے کے**) لائق (**کام کیے، تو ضرور ہم داخل کریں گے اُنہیں لیاقت والوں میں**) یعنی نیکوں کے گروہ میں۔۔ یا۔۔ لائیں گے ہم اُنہیں اُن کے داخل ہونے کی جگہ میں، کہ وہ بہشت ہے۔ اُن صالحین کے برعکس (**اور کچھ لوگ ہیں**) جو (**کہ کہتے ہیں کہ ہم مان گئے اللہ**) تعالیٰ (**کو**)۔

یہ منافق۔۔ یا۔۔ ضعیف الایمان لوگ تھے جو کہتے تھے کہ ہم بھی ایمان رکھتے ہیں۔

(**پھر**) اُنہیں (**جب دکھ دیا گیا اللہ**) تعالیٰ (**کی راہ میں**)، یعنی راہِ خدا میں اپنے دین کے

سبب سے، یعنی جب کافر اُن پر سختی کرنے لگے، (تو بنانے لگے لوگوں کے فتنہ کو) یعنی اُن کی طرف سے رنج اور سختی کو (اللہ) تعالیٰ (کے عذاب کے برابر)۔ یعنی خلق کی تکلیف اور ایذاء رسانی کے سبب سے ایمان چھوڑ دیتے ہیں، جس طرح عذابِ الٰہی کے خوف سے کفر ترک کر دینا چاہیے۔ (اور اگر آ گئی مدد تمہارے رب کی طرف سے) یعنی فتح و غنیمت حاصل ہو گئی، (تو ضرور کہیں گے کہ ہم آپ کے ساتھی تھے) دین اور ملت میں، تو ہمیں بھی غنیمت میں حصہ ملنا چاہیے۔ (کیا اللہ) تعالیٰ (خوب نہیں جانتا جو سارے جہان کے سینوں میں ہے) یعنی جو آدمیوں کے دِلوں میں ہے۔ اخلاص کی صفائی۔۔۔یا۔۔ دلوں کا مَیل۔

وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ﴿۱۱﴾

اور ضرور بتا دے گا اللہ ایمان لانے والوں کو، اور ضرور معلوم کرا دے گا منافقوں کو●

(اور ضرور بتا دے گا اللہ) تعالیٰ (ایمان لانے والوں کو، اور ضرور معلوم کرا دے گا منافقوں کو)۔ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے منافقوں کو، تو اُن کو دُنیا میں ممتاز کر دے گا رنج میں مبتلا کر کے اور بلاء میں ڈال کر اُن کا امتحان لے کر۔ اِس واسطے کہ بلاء و مصیبت میں مَردوں کا جوہر پہچانا جاتا ہے، جس طرح آگ میں سونے چاندی کا کھرا کھوٹا پن کھل جاتا ہے۔ یہ کفار بھی عجیب کج فہمی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔۔۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ؕ

اور بولے کفر کرنے والے ایمان لانے والوں کو کہ "چل پڑو ہماری راہ، اور ہم اپنے ذمہ لیں گے تمہارے گناہوں کو۔"

وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۲﴾

حالانکہ وہ اُن کے گناہوں کے ذمہ دار کچھ بھی نہیں ہیں۔ بلاشبہ وہ جھوٹے ہیں●

(اور) بے عقلی سے کام لیتے ہیں۔۔ چنانچہ۔۔ (بولے کفر کرنے والے ایمان لانے والوں کو، کہ چل پڑو ہماری راہ، اور ہم اپنے ذمہ لیں گے تمہارے گناہوں کو)۔ یعنی اگر تم اپنے باپ دادا کے طریقے پر رہو اور ہماری متابعت کرو، تو ہم تمہارے گناہ اُٹھا لیں اور اُس کے ذمہ دار ہو جائیں۔ (حالانکہ وہ اُن کے گناہوں کے ذمہ دار کچھ بھی نہیں ہیں) اور نہ ہو سکتے ہیں۔ (بلاشبہ وہ جھوٹے ہیں) اپنی اِس

بات میں جو کہتے ہیں، کہ ایمان والے کے گناہوں کا بوجھ ہم اُٹھالیں گے۔ اور وہ اُسے اُٹھانے پر قادر نہ ہوں گے۔ نہ تھوڑے کے نہ بہت کے، اپنے گناہوں کے بار کی جہت سے، اور اُن کے گناہوں کے بوجھ کے باعث سے بھی، کہ اُنہیں کافروں کے سبب سے وہ گمراہ ہوئے اور اُن کافروں کی متابعت کی، جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔۔۔

وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

اور ضرور اپنا بھاری بوجھ وہ اُٹھائیں گے، اور اُن بوجھوں کے ساتھ اور بوجھ۔ اور ضرور پوچھے جائیں گے قیامت کے دن،

عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿١٣﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ

جو گڑھا کرتے تھے ● اور بے شک بھیجا ہم نے نوح کو اُن کی قوم کی طرف، تو رہے اُن میں

اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ

ایک ہزار برس، پچاس سال کم۔ تو پکڑا اُنہیں طوفان نے،

وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿١٤﴾

اور وہ اندھیر والے تھے●

(اور) واضح فرمادیا ہے، کہ (ضرور) بالضرور (اپنا بھاری بوجھ وہ اُٹھائیں گے) قیامت کے دن، (اور اُن بوجھوں کے ساتھ) دوسرے (اُور بوجھ) بھی۔ یعنی جن لوگوں کو اِن کافروں نے گمراہ کیا ہے اُن کے وبال کے بوجھ کو اِن کافروں کے گناہوں کے بوجھ پر اضافہ کریں گے، بغیر اس بات کے کہ گمراہوں کے گناہوں میں سے کچھ کم ہو۔ (اور ضرور پوچھے جائیں گے) تابع اور متبوع لوگ (قیامت کے دن) اُس چیز کے تعلق (جو) افتراء کرتے تھے اور (گڑھا کرتے تھے) باطل باتیں اور حیلے جس کے سبب سے خلق گمراہ ہوتی ہے۔

اب آگے حضرت نوح کا قصہ اِس جہت سے بیان فرمایا، کہ حضرت سیّدِ انام ﷺ کے دِلِ مبارک کو تسکین ہو اور قوم کی ایذاء اور ظلم اُٹھانے پر آپ کو آگاہی ہوجائے، اور طوفانِ نوح کا حال سن کر تکذیب کرنے والوں کو دھمکی ہوجائے۔۔ چنانچہ۔۔ ارشاد ہوتا ہے۔۔۔

(اور) فرمایا جاتا ہے کہ (بے شک بھیجا ہم نے نوح کو اُن کی قوم کی طرف تو) قوم کے لوگوں کو راہِ حق کی طرف بُلانے کے واسطے (رہے اُن میں ایک ہزار برس پچاس سال کم)۔

حضرت نوح کے تعلق سے یہ روایت بہت مشہور ہے، کہ آپ چالیس[٤٠] برس کے سن میں مبعوث ہوئے اور نو سو پچاس برس خلق کو خدا کی طرف پکارا، اور طوفان کے بعد ساٹھ[٦٠] برس زندہ رہے۔ حضرت وہب سے منقول ہے کہ حضرت نوح 'علیہ السلام' کی عمر چودہ[١٤٠٠] سو برس کی ہوئی۔ ایک قول یہ ہے کہ تین[٣٧٠] سو ستر برس میں مبعوث ہوئے، اور نو سو[٩٥٠] پچاس برس دعوت کی اور طوفان کے بعد تین[٣٥٠] سو پچاس برس زندہ رہے۔ قبضِ روح کے وقت ملک الموت علیہ السلام نے پوچھا، کہ اَے سب پیغمبروں میں بڑی عمر والے، آپ نے دُنیا کو کیسا پایا؟ فرمایا کہ جیسے دو[٢] دروں کا ایک گھر، کہ ایک سے آئیں دوسرے سے نکل جائیں۔۔ الختصر۔۔ حضرت نوح 'علیہ السلام' نے نو سو[٩٥٠] پچاس برس تک قوم کی ایذا سہی اور دعوتِ اسلام کرتے رہے اور کوئی ایمان نہ لایا۔

(تو پکڑا اُنہیں طوفان نے اور وہ اندھیر والے تھے) کفر کے سبب سے۔۔۔

فَاَنْجَیْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِیْنَةِ وَجَعَلْنٰهَاۤ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿١٥﴾ وَاِبْرٰهِیْمَ

پھر بچالیا ہم نے نوح اور سارے کشتی والوں کو، اور کر دیا ہم نے اُس کو نشانی سارے جہان کے لیے ● اور ابراہیم،

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿١٦﴾

جب کہ کہا اپنی قوم کو، کہ "پوجو اللہ کو، اور اُسے ڈرو، یہی بہتر ہے تمہارے لیے اگر علم سے کام لو ●

(پھر بچالیا ہم نے نوح اور سارے کشتی والوں کو) یعنی جو کوئی اُن کے ساتھ تھا ایمان والے آدمی اور اقسامِ جانور **(اور کر دیا ہم نے اُس کو)** یعنی کشتی کو۔۔ یا۔۔ حضرت نوح کے واقعے کو، **(نشانی سارے جہان کے لیے)**۔ یعنی سارے اہلِ عالَم کے لیے۔ تاکہ اُس سے دلیل پکڑیں۔۔ یا۔۔ نصیحت مانیں۔ **(اور)** ایسے ہی ہدایت و رہبری کے لیے بھیجا ہم نے **(ابراہیم)** کو، **(جبکہ کہا اپنی قوم کو کہ پوجو)** صرف **(اللہ)** تعالیٰ **(کو اور اُسے)** یعنی اُس کے عذاب سے **(ڈرو، یہی)** عبادتِ خداوندی اور خوفِ الٰہی **(بہتر ہے تمہارے لیے)** تمہارے خود ساختہ دین و آئین سے **(اگر علم سے کام لو)**، اور سمجھ سکو کہ خیر کیا ہے شر کیا ہے، اور نفع کس میں اور ضرر کس میں ہے۔ تمہارا تو جاہلانہ کردار یہ ہے۔۔۔

اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ

تم بس پوجا کرتے ہو اللہ کے مقابل بتوں کی، اور گڑھنت گڑھتے ہو۔ بے شک جنہیں

تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا

تم پوجتے ہو اللہ کے مقابل، نہیں مالک ہیں تمہاری روزی کے، تو تلاش کرو

عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾

اللہ کے یہاں روزی، اور پوجو اُسے اور شکر کرتے رہو اُس کا۔ اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے●

کہ (تم) تو (بس پوجا کرتے ہو اللہ) تعالیٰ (کے مقابل بتوں کی اور گڑھنت گڑھتے ہو)، یعنی جھوٹ بولتے ہو اور اُس کا نام خدا رکھتے ہو، یعنی جھوٹا خدا اپنے دِل سے پیدا کرتے ہو۔ (بے شک جنہیں تم پوجتے ہو اللہ) تعالیٰ (کے مقابل)، وہ (نہیں مالک ہیں تمہاری روزی کے)۔ یعنی اُن میں تمہیں روزی دینے کی سکت اور قدرت نہیں۔ (تو) سمجھ سے کام لو اور (تلاش کرو اللہ) تعالیٰ (کے یہاں روزی)، کہ وہ رزق کھانے والوں کو رزق پہنچانے کی قدرت رکھتا ہے، (اور پوجو اُسے) اُس کو وحدہٗ لاشریک مانتے ہوئے، (اور شکر کرتے رہو اُس کا) اِس واسطے کہ شکر سے نعمتِ حال باقی رہتی ہے، اور آئندہ نعمت بڑھتی ہے۔ اور اچھی طرح سے جان لو، کہ (اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے)، تو پھر اُسی سے کیوں نہ لَو لگاؤ جس کی طرف پلٹ کے جانا ہے اور جس کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے؟

یہاں تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول تھا۔ اب حق تعالیٰ کفارِ قریش کو تہدید فرماتا ہے اور دھمکی سناتا ہے۔۔۔

وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ

اور اگر تم نے جھٹلایا، تو بے شک جھٹلا چکی ہیں امتیں تم سے پہلے۔ اور نہیں ہے رسول کے ذمہ،

اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۸﴾

مگر صاف صاف پہنچا دینا"●

(اور) فرماتا ہے کہ (اگر تم نے جھٹلایا، تو) یہ کوئی نئی بات نہ ہوگی، بلکہ (بے شک جھٹلا چکیں ہیں امتیں تم سے پہلے) اپنے اپنے پیغمبروں کو، جیسے قومِ نوح، قومِ ہود، اور قومِ صالح علیہم السلام۔ اور اُن کی تکذیب سے پیغمبروں کو کوئی ضرر نہیں پہنچا، بلکہ اُن کی بھی مضرت اُنہیں امتوں کے لاحق حال ہوئی، کہ وہ لوگ دُنیا اور آخرت میں مستحقِ عذاب ہوئے۔ تو اَے کفارِ قریش! تمہاری تکذیب سے میرے حبیب کو کیا نقصان؟ (اور) اِس میں ہمارے رسول کے لیے کسی نقصان کا سوال ہی کیا ہے، اس لیے

کہ (نہیں ہے) ہمارے (رسول کے ذمہ مگر صاف صاف پہنچادینا)۔اور وہ کام اُنہوں نے کردیا
۔۔چنانچہ۔۔اُنہوں نے پیغام پہنچا کر،خوف اور امید دلا کر تم کوراہِ حق کی طرف بُلایا اور عذابِ آخرت
سے تم کوڈرایا،اورتم حشر ونشر کے منکر ہوئے۔۔تو۔۔

اَوَلَمْ یَرَوْا کَیْفَ یُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ ؕ

کیا اُنہیں نہیں سوجھا، کہ کیسے ابتدا فرماتا ہے اللہ خلق کی، پھر دوبارہ بنائے گا اُسے۔

اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ ﴿۱۹﴾

بے شک یہ اللہ کو آسان ہے●

(کیا اُنہیں) یعنی ان حشر ونشر کے منکروں کو (نہیں سوجھا، کہ کیسے ابتداء فرماتا ہے اللہ) تعالیٰ (خلق کی) اور کس طرح نیست کو ہست کرتا ہے، اور (پھر دوبارہ بنائے گا اُسے)، یعنی موت کے بعد زندگی عطا فرمائے گا۔ (بے شک یہ) یعنی پہلے پہل پیدا فرمانا اور دوبارہ زندہ فرمانا (اللہ) تعالیٰ (کو آسان ہے)۔اِس حقیقت کو بالکل سمجھانے کے لیے اَے محبوب! اُن کو۔۔۔

قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ

بتاؤ کہ "سیر کرڈالو زمین میں، پھر دیکھو کہ کس طرح شروع کیا خلق کو، پھر اللہ

یُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۰﴾ۚ

پیدا فرمادے گا دوبارہ۔" بے شک اللہ ہر چاہے پر قادر ہے●

(بتاؤ کہ سیر کرڈالو زمین میں، پھر دیکھو کہ کس طرح شروع کیا خلق کو) اور پیدا کیا اُن کو مختلف شکلوں، مختلف فعلوں، اور مختلف حالوں پر، اور اُس کام میں اُس کو کوئی دشواری نہیں ہوئی، اُسی طرح (پھر اللہ) تعالیٰ (پیدا فرمادے گا دوبارہ) اور اُس کام کے لیے بھی اُسے کیا مشکل پیش آئے گی؟ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جب تم نے دیکھا اور جان لیا کہ ابتداء میں سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہے، تو تم پر دوبارہ پیدا کرنے کی دلیل اور حجت لازم ہوجائے گی اور خواہی نخواہی جان لوگے، کہ جو ابتداء میں خلائق کا پیدا کرنے والا ہے، ہوسکتا ہے کہ وہ دوبارہ پیدا کرنے والا بھی ہو۔ (بے شک اللہ) تعالیٰ (ہر چاہے پر قادر ہے) جو چاہے کرے۔ابتداءً پیدا کرنے پر بھی قدرت ہے اور دوبارہ زندگی بخشنے پر

بھی قدرت ہے۔

اِس کو یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ قدرت اُس کی صفتِ ذاتی ہے، اوراُس کی ذات سب ممکنات کے ساتھ نسبت کر کے یکساں ہے۔تو جب وہ پہلی بار پیدا کرنے پر قادر ہے، تو یقینی دوبارہ پیدا کرنے سے بھی عاجز نہ ہوگا۔۔الختصر۔۔وہ ہر چاہے پر قادر ہے۔۔تو۔۔

يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ﴿۲۱﴾

عذاب دے جسے چاہے، اور رحم فرمائے جس پر چاہے۔اوراُسی کی طرف تم سب پھیرے جاؤ گے●

(عذاب دے جسے) عذاب دینا (چاہے، اور رحم فرمائے جس پر) رحم کرنا (چاہے۔اوراُسی) کے حکم (کی طرف) روزِ جزا میں (تم سب پھیرے جاؤ گے)۔

بعضوں نے کہا ہے کہ عذاب کرتا ہے چھوڑ دینے اور کفران کے ساتھ، اور رحم کرتا ہے توفیقِ ایمان دے کر۔بعض عارفین کا کہنا ہے کہ عذاب اُس کا عدل کی راہ سے ہے، اور رحمت اُس کے فضل کی رُو سے۔جس کے ساتھ چاہتا ہے عدل کرتا ہے اور سامنے سے ہنکا دیتا ہے، اور جس پر چاہتا ہے فضل کرتا ہے اور مہربانی کے ساتھ بُلا تا ہے۔ایک قول یہ ہے کہ عذاب بدخوئی کے سبب سے ہے اور رحمت حسنِ خلق کے باعث سے۔اور بعضوں نے نزدیک عذاب دُنیا کی طرف مَیل اور رغبت کرنے سے، اور رحمت دُنیا کو ترک اور نفرت کرنے سے۔۔یا۔۔عذاب ورحمت حرص وقناعت کے باعث۔۔یا۔۔عذاب بدعت کی وجہ سے، اور رحمت ملازمتِ سنت کے سبب سے۔۔یا۔۔عذاب پریشانی خاطر اور رحمت جمعیت دل کے ساتھ۔بعض عارفین کا کہنا ہے کہ عذاب یہ ہے کہ بندے کو اُسی پر چھوڑ دے اور رحمت یہ ہے کہ خود بندے کے کاموں کا کفیل ہو جائے۔

تو اَے لوگو! سنو۔۔۔

وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اور نہ تم ہرا سکنے والے زمین میں، اور نہ آسمان میں، اور نہ تمہارا اللہ کے مقابل

مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۲۲﴾ ع

کوئی یار اور نہ مددگار●

ع ۲ ۱۴

(اور) یاد رکھو! کہ (نہ تم ہرا سکنے والے) ہو خدا کو (زمین میں اور نہ آسمان میں)، کہ وہ تمہیں عذاب دینے سے عاجز آجائے اور عذاب نہ دے سکے، اور تم کہیں چھپ کر اپنے کو اُس کے عذاب سے خود کو بچالو۔۔ الختصر۔۔ زمین والی مخلوق زمین میں اور آسمان والی مخلوق آسمان میں، دونوں ہی خدا کی قدرت ومشیت کے تحت ہیں، اور کوئی بھی اُن میں خدا کو عاجز کرنے پر قادر نہیں۔ (اور نہ تمہارا اللہ) تعالیٰ (کے مقابل کوئی یار اور نہ مددگار) ہے، جو تمہیں عذابِ الٰہی سے بچائے۔۔یا۔۔ تم پر سے عذابِ الٰہی اٹھائے۔ تمہیں معلوم ہے کہ عذابِ الٰہی کے مستحق کون ہیں؟ تو آؤ سن لو۔۔۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ

اور جنہوں نے انکار کر دیا اللہ کی آیتوں کا، اور اُس کے ملنے کا، وہ سب ناامید ہو چکے میری رحمت سے،

وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٢٣﴾

اور اُنہیں کے لیے ہے دکھ والا عذاب ●

(اور) یاد رکھو! کہ (جنہوں نے اِنکار کر دیا اللہ) تعالیٰ (کی آیتوں کا)، یعنی اُس کی کتابوں کا ایمان نہ لائے۔۔یا۔۔ اُس کی حکمت اور وحدانیت کی دلیلیں نہ مانیں، (اور اُس کے ملنے کا) یعنی اُس کی ملاقات اور دیدار کا، یعنی آخرت اور حشر ونشر کے منکر ہوئے، (وہ سب ناامید ہو چکے میری رحمت سے) اِس دُنیا میں، اور قیامت میں بھی ناامید ہوں گے۔ (اور) سن لو! کہ (اُنہیں کے لیے ہے دکھ والا عذاب)، یعنی وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے اپنے کفر کے سبب سے۔

جملہ معترضہ کے طور پر مذکورہ باتیں ارشاد فرمانے کے بعد حضرت ابراہیم کے قصے کا باقی حصہ بیان فرمایا جاتا ہے، کہ جب حضرت ابراہیم اپنی قوم کو بت پرستی سے منع فرما چکے اور بت توڑ دیے۔۔۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ

پس نہ تھا اُن کی قوم کا کوئی جواب، مگر یہ کہ بول پڑے کہ "مار ڈالو اُنہیں، یا جلا دو اُن کو،" تو بچا لیا

اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٢٤﴾

اللہ نے اُنہیں آگ سے۔ بے شک اِس میں ضرور نشانیاں ہیں اُن کے لیے جو مانیں ●

(پس نہ تھا اُن کی قوم کا کوئی جواب، مگر یہ کہ) اُن کے بعض (بول پڑے، کہ مارڈالو اُنہیں یا جَلا دو اُن کو)، اور جلانے پر متفق ہو کر اُنہیں آگ میں ڈال دیا۔ (تو بچالیا اللہ) تعالیٰ (نے اُنہیں آگ) کے ضرر (سے)، اور آگ اُن پر سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی کر دی۔ (بے شک اُس) نجات دینے (میں ضرور نشانیاں ہیں) اُس کی قدرت کی، کہ آگ کو بجھایا، خلیل کو سلامت بچایا، اُن کی تفریح کے واسطے آتش کدہ کو گل کدہ بنا دیا۔ یہ قدرت کی نشانیاں کن کے واسطے ہیں؟ (اُن کے لیے جو مانیں)۔ اس لیے کہ ماننے والے ہی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام' کا قصہ سن کر اُس پر غور و فکر کرتے ہیں اور فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَیْنِكُمْ

اور ابراہیم نے کہا کہ "تم لوگوں نے بنا رکھا ہے اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو، اپنی آپس کی محبت سے

فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ ثُمَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ

یہی دُنیاوی زندگی میں۔ پھر قیامت کے دن اِنکار کرے گا تمہارا ایک دوسرے سے،

وَّیَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۫ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿٢٥﴾ۙ

اور لعنت بھیجے گا ایک دوسرے پر۔ اور تمہارا ٹھکانہ جہنم ہوگا، اور نہ ہوگا تمہارا کوئی مددگار"●

(اور ابراہیم نے کہا، کہ تم لوگوں نے بنا رکھا ہے اللہ) تعالیٰ (کو چھوڑ کر بتوں کو) خدا (اپنی آپس کی محبت سے)، اپنے درمیان دوستی ہونے کے سبب سے، یعنی تاکہ تم اور بت پرست باہم مل جاؤ اور بتوں کی پرستش میں اجتماع کرلو (یہی دُنیاوی زندگی میں)، یعنی جب تک دُنیا میں رہو وہ دوستی باقی ہے، اور (پھر قیامت کے دن اِنکار کرے گا تمہارا ایک دوسرے سے اور لعنت بھیجے گا ایک دوسرے پر)۔ بعضے تمہارا، یعنی پیروی کرنے والے اور رذیل لوگ اُن پر جو آگے چلنے والے رئیس لوگ ہیں۔ (اور) اُس وقت حال یہ ہوگا کہ (تمہارا) یعنی تم سب کا (ٹھکانہ جہنم ہوگا، اور نہ ہوگا تمہارا کوئی مددگار) جن کی مدد سے تم آتشِ جہنم سے نجات پاؤ۔ اور جب حضرت ابراہیم آگ سے نکلے۔۔۔

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ ؕ

تو مان گئے اُن کو لوط۔۔۔ اور ابراہیم بولے کہ "میں سب کو چھوڑ کر چلا اپنے رب کی طرف۔

وقف لازم

اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۶﴾

بے شک وہی غلبہ والا حکمت والا ہے●

(تو) تصدیق کی اُن کی اور **(مان گئے اُن کو لوط)** جو حضرت ابراہیم کے بھانجے۔۔یا۔۔بھتیجے تھے۔**(اور ابراہیم بولے)** حضرت لوط علیہ السلام سے اور حضرت سارہ سے جو کہ اُن کی چچازاد بہن تھیں اور اُن کا ایمان لائی تھیں، **(کہ میں سب کو چھوڑ کر چلا اپنے رب کی طرف)**۔یعنی میں ہجرت کرنے والا ہوں اُس قوم سے اُس جگہ جہاں میرے رب کا حکم ہو۔**(بے شک وہی غلبہ والا)** ہے جو مجھے دشمنوں سے مغلوب نہ کرے گا، اور **(حکمت والا ہے)** یعنی حکمت کے ساتھ میرا کام بنانے والا ہے۔

پھر لوط علیہ السلام اور سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اتفاق کر کے پہاڑ پر سے جو کوفہ کے سامنے ہے نجران کو گئے، اور وہاں سے ملک شام میں داخل ہوئے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام تو فلسطین میں ٹھہرے، اور لوط علیہ السلام موتفکہ میں گئے۔ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اُس وقت پچھتر ۷۵ برس کے تھے، اور اُسی سال حق تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کو اُن کے گھر پیدا کیا حضرت ہاجرہ سے، جو ایک قول کے مطابق حضرت سارہ کی لونڈی تھیں، اور جب حضرت ابراہیم کا سن شریف ایک سو بارہ ۱۱۲۔۔یا۔۔ایک سو بیس ۱۲۰ کا ہوا، تو حق تعالیٰ نے حضرت سارہ سے بھی اُنہیں فرزند عطا کیا۔جیسا کہ ارشادِ خداوندی۔۔۔

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ

اور بخشا ہم نے اُنہیں اسحاق اور یعقوب، اور کر دیا اُن کی نسل میں نبوت اور کتاب کو،

وَاٰتَیْنٰهُ اَجْرَهٗ فِی الدُّنْیَا ۚ وَاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۲۷﴾

اور دیا ہم نے اُنہیں اُن کا اجر دُنیا میں۔اور بلاشبہ آخرت میں ہماری اہلیت والوں سے ہیں●

(اور) فرمانِ الٰہی ہے، کہ **(بخشا ہم نے اُنہیں)** بڑھاپے میں ایک فرزند **(اسحاق)** نامی **(اور)** ایک پوتا **(یعقوب)** نامی، **(اور کر دیا اُن کی نسل میں)** یعنی بنی اسرائیل اور بنی اسماعیل میں **(نبوت اور کتاب کو)**، یعنی توریت، انجیل، زبور، اور قرآن کو۔**(اور دیا ہم نے اُنہیں)** یعنی ابراہیم کو **(اُن)** کی ہجرت **(کا اجر دُنیا میں)** اس طرح، کہ ہم نے اُنہیں فرزند عطا کیا بڑھاپے میں بانجھ بڑھیا سے۔۔یا۔۔ہم نے ذریت پاکیزہ عطا فرمائی اور پیغمبری اور کتابیں اُنہیں مرحمت کیں۔۔یا۔۔انہیں ہم

نے مقبول خلق اور ہر دل عزیز کر دیا، کہ سب ملتوں والے اُن کی طرف اپنی نسبت ٹھیک کرتے ہیں۔۔یا ۔۔ہم نے حکم کر دیا اُن پر درود پڑھنے کا آخر زمانہ تک۔

ایک قول کے مطابق دُنیا میں اُن کا اجر اُن کی ضیافت باقی رہنا ہے، یعنی جس طرح اُن کی زندگی میں اُن کے مہمان خانہ میں دعوت کا دستر خوان بچھا رہتا تھا، اب بھی ہے اور سب خاص و عام اُس دستر خوان سے بہرہ مند ہیں۔

(اور بلاشبہ آخرت میں ہماری اہلبیت والوں سے ہیں)، یعنی مقربانِ بارگاہِ الٰہی سے ہیں۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۫ مَا سَبَقَكُمْ

اور لوط، جب کہ کہا اپنی قوم کو کہ "تم کرنے آتے ہو بے شرمی کو، نہیں پہلے کیا تم سے

بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾

کسی نے سارے جہان سے●

(اور) اَے محبوب! یاد کرو **(لوط)** کو جن کا ضمناً ذکر ابھی اوپر ہو چکا ہے، **(جبکہ کہا اپنی قوم کو)** جو موتفکات کے رہنے والے تھے، **(کہ تم کرنے آتے ہو بے شرمی کو؟)** یعنی کیا تم وہ کام کرتے ہو جو نہایت بُرا ہے اور اُس کی بُرائی کے سبب سے **(نہیں پہلے کیا تم سے کسی نے سارے جہان سے)**، تو تم اُس بُرے کام کو انجام دینے میں سب پر سبقت لے گئے۔

اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ۬ وَتَاْتُوْنَ

کیا تم بدکاری کرتے ہو مَردوں سے، اور روک کاٹ کرتے رہتے ہو راستہ کی۔۔اور اپنی

فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا

بھری مجلس میں ناشائستہ کام کرتے ہو،" تو نہ تھا اُن کی قوم کا کوئی جواب، مگر یہ کہ بولے کہ

بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾

"لے آؤ اللہ کا عذاب اگر سچے ہو"●

(کیا تم بدکاری کرتے ہو مَردوں سے) یعنی اُن سے مباشرت کرتے ہو، **(اور روک کاٹ کرتے رہتے ہو راستہ کی)**، یعنی راہ ماری کرتے ہو راہ چلتوں پر، یعنی اُن کا مال لے کر اُنہیں قتل

کر ڈالتے ہو۔۔یا۔۔غریبوں پر اُس کام کے واسطے جبر کرتے ہو، اور اِسی سبب سے لوگوں نے دریا کی راہ سے آمد و رفت اختیار کی ہے اور خشکی کی راہ بند ہو گئی ہے۔

(اور اپنی بھری مجلس میں ناشائستہ کام کرتے ہو)، یعنی ایسے کام جو عاقلوں اور عارفوں کے نزدیک اچھے نہیں ہیں، جیسے گالی دینا، فحش آمیز ہنسی کرنا، سیٹی بجانا اور انگلی سے ایک کا دوسرے کو کنکری مارنا، اور راہ چلتوں کو مٹی کی گولی۔۔یا۔۔کنکری سے مارنا، شراب پینا، اور مسافروں سے مسخراپن کرنا وغیرہ وغیرہ۔

(تو نہ تھا اُن کی قوم کا کوئی جواب، مگر یہ، کہ بولے) اور مطالبہ کر بیٹھے **(کہ)** اَے لوط! **(لے آؤ اللہ)** تعالیٰ **(کا عذاب اگر سچے ہو)** اس بات میں کہ یہ کام بُرے ہیں، اور اُس کے سبب سے تم پر عذاب نازل ہوگا۔ یعنی ہم یہ کام نہ چھوڑیں گے اَے لوط! اگر تم سچ کہتے ہو کہ خدا ہے اور تم اُس کے پیغمبر ہو، تو اُس سے کہو کہ عذاب ہم پر بھیجے۔

جب حضرت لوط علیہ السلام اُن کافروں سے ناامید ہوئے کہ یہ ایمان نہ لائیں گے، تو حضرت لوط خاموش نہ رہ گئے، جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے، کہ۔۔۔

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ عَلَی الْقَوْمِ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۳۰﴾ وَلَمَّا جَآءَتْ

لوط نے دُعا کی کہ "پروردگارا! مجھ کو فتح دے فساد مچانے والی قوم پر" ● اور جب آپہنچے

رُسُلُنَآ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰی ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ ۚ

ہمارے قاصد ابراہیم کے پاس خوش خبری لے کر، تو بولے کہ "ہم ضرور برباد کر دینے والے ہیں اِس بستی والوں کو۔

اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِیْنَ ﴿۳۱﴾

بلاشبہ، یہاں کے لوگ اندھیر والے تھے" ●

ع ۸ / ۳ ‏ ۱۵

(لوط نے دُعا کی کہ پروردگارا! مجھ کو فتح دے) عذاب نازل فرما کے **(فساد مچانے والی قوم پر●** اور) پھر **(جب)** حکمِ الٰہی پا کر **(آپہنچے ہمارے قاصد)** یعنی فرشتے **(ابراہیم کے پاس)** فرزند کی **(خوشخبری لے کر، تو بولے کہ ہم ضرور برباد کر دینے والے ہیں)** سدوم نام کی **(اُس بستی)** کے رہنے **(والوں کو)** کیونکہ اَے ابراہیم! **(بلاشبہ یہاں کے لوگ اندھیر)** مچانے **(والے تھے)**، جو آپ کے بھانجے لوط علیہ السلام کی تکذیب کرتے رہے۔ حضرت ابراہیم نے۔۔۔

قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ؕ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ٞ لَنُنَجِّيَنَّهٗ

کہا کہ ''اُسی میں لوط ہیں''۔ سب بولے، ''ہم خوب جانتے ہیں جو اُس میں ہیں۔۔ ہم اُنہیں ضرور بچالیں گے

وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ٞ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿٣٢﴾

اور اُن کے والوں کو، مگر اُن کی عورت کو جو پچھڑ جانے والی تھی''●

(کہا کہ اُسی میں لوط) بھی تو (ہیں)، اور وہ تو ظالموں میں سے نہیں ہیں۔ (سب) آنے والے فرشتے (بولے، ہم خوب جانتے ہیں جو اُس میں ہیں)۔ اُس بستی میں رہنے والے مؤمن وکافر سب ہی ہمارے علم میں ہیں۔۔ الغرض۔۔ ہم لوط علیہ السلام کے حال سے غافل نہیں ہیں (ہم اُنہیں ضرور بچالیں گے اور اُن کے والوں کو، مگر اُن کی عورت کو جو پچھڑ جانے والی تھی) اور عذاب سے باقی رہ جانے والی تھی۔۔ یا۔۔ گاؤں میں رہ جانے والی تھی۔ یعنی ہم کہہ دیں گے، کہ لوط علیہ السلام قوم میں سے نکل جائیں اپنے لوگوں سمیت اور اُن کے سب لوگ نکل جائیں گے، مگر اُن کی جورو قوم کے لوگوں میں رہے گی، اور اُن کے ساتھ ہلاک ہوجائے گی۔

وَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا

اور جب یہ ہوا کہ آگئے ہمارے قاصد لوط کے پاس، تو بُرا لگا اُنہیں اُن کا آنا، اور دل تنگ ہوئے اُن سے،

وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ٙ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ

اور سب بولے کہ ''مت ڈرو اور نہ رنجیدہ ہو۔۔ ہم بچانے والے ہیں تم کو اور تمہارے لوگوں کو،

اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿٣٣﴾

سوا تمہاری عورت کے''، کہ پچھڑ جانے والوں سے تھی●

(اور جب یہ ہوا کہ آگئے ہمارے قاصد لوط کے پاس، تو بُرا لگا اُنہیں اُن کا آنا اور دل تنگ ہوئے اُن سے) اِس خیال سے کہ مبادا اُن کی قوم کے لوگوں سے اِن تازہ واردوں کو رنج پہنچے۔۔ بایں وجہ۔۔ کہ قوم کے لوگ غریبوں، مسافروں سے متعرض ہوتے تھے۔ فرشتوں نے رنج کے آثار حضرت لوط کے چہرے پر دیکھ کر انہیں تسلی دی، (اور سب بولے، کہ) اَے لوط! (مت ڈرو اور نہ رنجیدہ ہو۔۔۔ ہم بچانے والے ہیں تم کو اور تمہارے لوگوں کو، سوا تمہاری عورت کے)، جو (کہ) خود ہی (پچھڑ جانے والوں سے تھی) اور اَے لوط! آپ سن لیں، کہ۔۔۔

کم ناپ تول کر کے، (تو جھٹلا دیا سب نے اُنہیں) اور تباہی اور خرابی سے باز نہ آئے، (تو پکڑا اُنہیں زلزلہ نے)۔۔۔یا۔۔۔جبرائیل علیہ السلام کی چیخ نے، جس کے سبب سے اُن کے دِل تھرا گئے (تو صبح کی اپنے گھروں میں گھٹنے کے بل اوندھے)۔

وَعَادًا وَّثَمُوْدَا۟ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۟ وَزَيَّنَ لَهُمُ

اور عاد وثمود، اور روشن ہو چکے تمہیں اُن کے گھر۔۔۔اور بھلا لگا دیا اُن کی نظر میں

الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿۳۸﴾

شیطان نے اُن کے کرتوتوں کو، تو روک دیا اُنہیں راہ سے۔ حالانکہ وہ آنکھ والے تھے●

(اور) اَے لوگو! یاد کرو (عاد وثمود) کی قوموں کو (اور روشن ہو چکے تمہیں اُن کے گھر) جو حجاز ویمن میں واقع ہیں، کہ وہاں تمہارا گزر ہوتا ہے اور عذاب کے آثار دیکھتے ہو۔ (اور بھلا لگا دیا اُن کی نظر میں شیطان نے اُن کے کرتوتوں کو)۔۔۔چنانچہ۔۔۔اُنہوں نے کفر وتکذیب ہی کو اچھا سمجھ لیا (تو روک دیا اُنہیں راہ سے) جس کی طرف انبیاء علیہم السلام اُنہیں بلاتے ہیں (حالانکہ وہ آنکھ والے تھے)۔ دیدۂ بصیرت سے ملاحظہ اور نظر وفکر کر سکتے تھے، مگر اُس طرف متوجہ اور مشغول نہ ہوئے۔۔۔یا۔۔۔اپنے گمان میں ہوشیار اور باریک بیں تھے، مگر پیغمبروں کی باتوں کو نامعقول جانا۔

وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۟ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ

اور قارون وفرعون وہامان۔۔۔اور بلاشبہ آئے اُن کے پاس موسیٰ نشانیوں کے ساتھ،

فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ﴿۳۹﴾

تو یہ سب بڑے بنے ملک میں، اور نہ تھے بڑھ نکلنے والے●

(اور) یاد کرو اَے محبوب! (قارون وفرعون وہامان) کو۔ ہامان فرعون کا وزیر تھا۔ حق تعالیٰ نے اُن کو راہ دکھائی (اور) حکمِ الٰہی سے (بلاشبہ آئے اُن کے پاس موسیٰ نشانیوں کے ساتھ، تو یہ سب بڑے بنے ملک) مصر (میں)۔۔۔الغرض۔۔۔سرکشی اختیار کی اور اپنی بڑائی چاہی۔ (اور) حقیقت یہ ہے کہ وہ (نہ تھے بڑھ نکلنے والے)۔ یعنی نہ تھے سبقت لے جانے والے حکمِ الٰہی پر بلکہ حکمِ الٰہی اُن میں جاری۔۔۔

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ

تو ہرایک کو پکڑا ہم نے اُس کے گناہ کے سبب۔تو کوئی وہ ہے جس پر چھوڑا ہم نے پتھریلی آندھی،اور کوئی وہ

مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ

جس کو لے لیا چنگھاڑ نے،اور کوئی وہ ہے جس کو دھنسا دیا ہم نے زمین میں،اور کوئی وہ

مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٤٠﴾

جس کو ڈبو دیا ہم نے،اور یہ بات نہ تھی کہ اللہ ظلم کرے ان پر،لیکن وہ خود اپنے اوپر اندھیر مچاتے تھے●

(تو ہرایک کو) اُن میں سے جن کا ذکر کیا، (پکڑا ہم نے اُن کے گناہ کے سبب۔تو کوئی وہ ہے جس پر چھوڑا ہم نے پتھریلی آندھی) کہ اُس میں سنگریزے تھے اور یہ قومِ لوط تھی، (اور کوئی وہ جس کو لے لیا چنگھاڑ نے)، یعنی قومِ ثمود اور اہلِ مدین کو، (اور کوئی وہ ہے جس کو دھنسا دیا ہم نے زمین میں) جیسے قارون کو، (اور کوئی وہ جس کو ڈبو دیا ہم نے) جیسے قومِ نوح اور فرعون کو۔

(اور یہ بات نہ تھی کہ اللہ) تعالیٰ (ظلم کرے اُن پر) اور بغیر جرم کے اُن پر عذاب نازل فرمادے، (لیکن وہ خود اپنے اوپر اندھیر مچاتے تھے) اور جہل وعناد کے سبب سے کفر ومعصیت کر کے اپنے کو عذابِ الٰہی کا مستحق بناتے تھے۔۔الغرض۔۔وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم وزیادتی کرنے والے تھے۔اُن لوگوں نے اپنی جہالت وحماقت سے بتوں اور شیاطین کو اپنا یارومددگار سمجھ لیا ہے اور اس خام خیالی میں مبتلا ہیں کہ یہ مصیبت ومشکل کے وقت میں ہمارے کام آئیں گے۔۔تو۔۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ

اُن کی مثال جنہوں نے بنا رکھا ہے اللہ سے بے تعلق ہوکر اپنے یار،مکڑی کی مثال کی طرح ہے۔

اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۖ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤١﴾

وقف لازم

کہ بنالیا گھر،اور بلاشبہ گھروں سے زیادہ کمزور مکڑی کا گھر ہے۔۔اگر علم رکھتے ہوتے●

(اُن کی مثال جنہوں نے بنا رکھا ہے اللہ) تعالیٰ (سے بے تعلق ہوکر اپنے یار) ومددگار (مکڑی کی مثال کی طرح ہے)، جس نے (کہ) اپنے واسطے (بنالیا گھر) یعنی جالا لگالیا، (اور بلاشبہ سب گھروں سے زیادہ کمزور مکڑی کا گھر ہے) جس میں نہ چھت ہوتی ہے، نہ دیوار، اور جو نہ گرمی سے بچائے نہ ہی سردی سے۔

یہ کفار (اگر علم) وشعور (رکھتے ہوتے)، تو اِتنا تو سمجھ ہی لیتے کہ اُن کے دین کی مثال ایسی ہی ہے جیسے مکڑی کا جالا، کہ بے اصل ہے اور کسی کے کام کے لائق نہیں۔ اِسی لیے تو مکڑی جس گھر میں جالا لگاتی ہے، گھر والے اُسے صاف کرتے رہتے ہیں۔ اِسی طرح اُن کا دین بھی ذلیل وخوار اور بے مقدار ہے، جس سے کسی طرح کی بھلائی حاصل نہیں ہوتی۔

یہ بھی سب پر روشن ہے کہ مکڑی جتنا اپنے اوپر جالا تنتی ہے اپنی ذات کے واسطے قید خانہ بناتی ہے اور اپنے ہاتھ پاؤں پھنساتی ہے، تو اُس کا گھر اُس کا قید خانہ ہے، تو جو لوگ خدائے برحق کے سوا اُور معبود ٹھہراتے ہیں، یعنی ہَوا پرستی، اور محبتِ دُنیا اور متابعتِ شیطان کی طرف میل کرتے ہیں، وہ طوق زنجیروں ۔۔یا۔۔ اُور وبال میں مقید ہو کر خلاص ہونے کا منہ اور نجات کی راہ نہیں رکھتے، اور وہ بالآخر عاقبت کو دوزخ کے ہلاکت خانہ اور دوری ومحرومی کے گڑھے میں پڑ کر مبتلائے عذاب ہوں گے۔

اور بعضوں نے ہوائے نفسانی کو بے اعتباری اور بے ثباتی میں مکڑی کے جالے سے تشبیہ دی ہے۔

حق تعالیٰ کافروں کے کرتوتوں سے بے خبر نہیں۔۔اور۔۔

إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ مِن شَيْءٍ ۚ

بلا شبہ اللہ جانتا ہے، وہ لوگ جس چیز کی معبود جان کر دُہائی دیتے ہیں، اُس کے مقابلہ پر۔

وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٤٢﴾

اور وہی عزت والا حکمت والا ہے●

(بلاشبہ اللہ) تعالیٰ (جانتا ہے وہ لوگ جس چیز کی معبود جان کر دُہائی دیتے ہیں اُس کے مقابلہ پر) جیسے بت، فرشتے، آدمی، ستارے، اللہ تعالیٰ اُن میں سے کسی سے بھی بے خبر نہیں۔ اور یہ سب کے سب اُس کے آگے مغلوب ہیں۔ (اور وہی) حق تعالیٰ ہی (عزت والا) ہے، یعنی غالب ہے اور اپنی بادشاہی میں شریک نہیں رکھتا۔ اور (حکمت والا ہے) یعنی حکمت کے ساتھ کام کرنے والا ہے۔ کسی حکمت سے مشرکوں پر عذاب نازل کرنے میں تاخیر کرتا ہے۔

وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۖ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ ﴿٤٣﴾

اور یہ مثالیں ہیں کہاوت بناتے ہیں ہم لوگوں کے لیے۔ اور نہیں سمجھتے اُسے، مگر علم والے●

مذکورہ بالا مکڑی کے جالے کی مثال (اور) اُس کے سوا دوسری قرآنی مثلیں، (یہ مثالیں ہیں) جنہیں (کہاوت بناتے ہیں) اور ضرب المثل قرار دیتے ہیں (ہم لوگوں کے لیے، اور) فہم وشعور رکھنے والوں کے لیے۔ مگر (نہیں سمجھتے اُسے) یعنی اُس کے ثمرہ نتیجہ کو، (مگر علم) وشعور (والے)۔ جو غور کرتے ہیں چیزوں کی حقیقتوں میں، وہ خوب اچھی طرح جانتے ہیں، کہ۔۔۔

خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ

پیدا فرمایا اللہ نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک۔ بے شک اس میں ضرور

لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۴﴾ ع

نشانی ہے ایمان والوں کے لیے●

(پیدا فرمایا اللہ) تعالیٰ (نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک)، جو باطل اور کھیل نہیں، اور اُن کی تخلیق برحق ہے، اور اظہارِ حق کے لیے ہے، کھیل تماشے کے لیے نہیں۔ (بے شک اُس) کے پیدا کرنے (میں ضرور) کھلی ہوئی (نشانی ہے)۔۔یا۔۔ مثال دینے میں عبرت ہے (ایمان والوں کے لیے)، جو اپنی فراستِ ایمانی سے نصیحت قبول کرنے والے، عبرت پکڑنے والے، اور سبق حاصل کرنے والے ہیں۔

حَامِداً وَ مُصَلِّیاً وَمُبَسْمِلاً

بعونہٖ تعالیٰ وبفضلہٖ سبحانہ آج بتاریخ

۲۷ر ذی القعدہ ۱۴۳۲ھ۔۔ مطابق۔۔ ۲۶ر اکتوبر ۲۰۱۱ء

بروز چہار شنبہ کو بیسویں پارہ کی تفسیر مکمل ہوگئی۔ دُعا گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ باقی قرآنِ کریم کی تفسیر مکمل کرنے کی توفیقِ رفیق مرحمت فرمائے اور فکر وقلم کو اپنی خاص حفاظت میں رکھے۔

آمِیْنَ یَا مُجِیْبَ السَّائِلِیْنَ بِحَقِّ طٰهٰ وَ یٰسٓ بِحَقِّ نٓ وصٓ

وَبِحَقِّ یَا بُدُّوْحُ وَ بِحُرْمَةِ سَیِّدِالْمُرْسَلِیْنَ

سَیِّدِنَا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

رکوع ۱۴

حامداً ومصلیاً و مبسملاً

بعونہٖ تعالیٰ وبفضلہٖ سبحانہٗ آج بتاریخ

۱۵؍ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ۔۔مطابق۔۔۱۲؍نومبر ۲۰۱۱ء

بروز شنبہ، اکیسویں ۲۱ پارہ کی تفسیر کا آغاز کردیا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ

اِس کی اور اِس کے سوا پورے قرآنِ کریم کی تفسیر مکمل کرنے کی

توفیقِ رفیق عطا فرمائے، اور فکر و قلم کو اپنی خاص حفاظت میں رکھے۔

آمِیْن یَامُجِیْبَ السَّآئِلِیْنَ بِحَقِّ طٰهٰ وَ یٰسٓ، بِحَقِّ نٓ وصٓ،

وَبِحَقِّ یَابُدُّوْحُ وَبِحُرْمَةِ حَبِیْبِكَ سَیِّدِنَا

محمد صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَبِرَحْمَتِكَ یَاارْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

۲۱

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اب اگلی آیت میں حق تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی ہے، کہ اگر آپ کو اِس بات سے رنج اور افسوس ہوتا ہے کہ آپ کے پیہم تبلیغ کرنے کے باوجود اہلِ مکہ ایمان نہیں لاتے۔۔تو۔۔

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوۃَ

پڑھتے رہو جو وحی کی گئی ہے تمہاری طرف کتاب، اور پابند رہو نماز کے۔ کہ نماز

تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ؕ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ ؕ وَاللّٰہُ

روکتی رہتی ہے بے شرمی اور ناگوار کام سے۔ اور بے شک اللہ کا ذکر بہت بڑا ہے۔ اور اللہ

یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾

جانتا ہے جو تم لوگ کرو●

آپ (پڑھتے رہو جو وحی کی گئی تمہاری طرف کتاب) یعنی قرآنِ کریم، جس میں حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح اور حضرت ابراہیم علیہم السلام وغیرہم کے قصص نازل کیے گئے ہیں۔ اُنہوں نے اللہ کا پیغام آپ سے بہت زیادہ عرصہ تک لوگوں کے پاس پہنچایا، معجزات پیش کیے اور دلائل بیان کیے، اِس کے باوجود اُن کی قوم سے بہت کم لوگ ایمان لائے، اور وہ اپنی گمراہی، جہالت اور کفر و شرک سے باز نہیں آئے۔۔الختصر۔۔ اِن کافروں کے ایمان لانے سے مایوس ہونے کے بعد جب آپ اِن آیات کی تلاوت کریں گے، تو آپ کا غم دُور ہوگا اور آپ کو تسلی ہوگی، کہ آپ کے ساتھ کوئی نیا معاملہ پیش نہیں آیا، بلکہ تاریخ حسبِ سابق اپنے کو دُہرا رہی ہے۔

اَے محبوب! اپنے دِل و دماغ کے اطمینان و سکون کے لیے ذکرِ الٰہی کرتے رہو (اور پابند رہو نماز کے)، کیوں (کہ نماز روکتی رہتی ہے بے شرمی)، یعنی ایسے کاموں سے جو عقل کے نزدیک بُرے ہوتے ہیں (اور ناگوار کام سے)، یعنی ایسے کام سے جس کی ممانعت حکم شرع کی رُو سے ہے۔۔الحاصل ۔۔نماز گناہوں سے باز رہنے کا سبب ہوتی ہے، اس لیے کہ نماز کی مداومت دوامِ ذکر کا سبب ہے، اور دوامِ ذکر کا نتیجہ کمالِ خوفِ الٰہی ہے۔ اور جس دِل میں خوف ہو، تو اُس میں ارادۂ گناہ نہیں ہوسکتا۔ تو نماز کی خصوصیت یہ ہے کہ بندے کو گناہ سے باز رکھتی ہے۔

﴿۱﴾۔۔لطیفۂ نفس: ناف کے مقام سے لفظ اللہ نکالنا۔

﴿۲﴾۔۔لطیفۂ قلب: جس کا محل دِل ہے۔

﴿۳﴾۔۔لطیفۂ روح: جس کا مقام سینے میں دائیں طرف ہے۔

﴿۴﴾۔۔لطیفۂ سرّ: جس کا مقام فمِ معدہ ہے۔

﴿۵﴾۔۔لطیفۂ خفی: جس کا محل پیشانی ہے۔

﴿۶﴾۔۔لطیفۂ اخفی: جس کا مقام کاسۂ سر ہے۔

۔۔۔اور ظاہر ہے کہ اگر یہ سارے لطائف اپنی اپنی نمازوں میں مشغول ہو جائیں اور ان نمازوں کے تقاضوں کو اپنا لیں، تو پھر پیکرِ انسانی میں کسی طرح کی بھی گندگی اور آلودگی کا سوال ہی کہاں رہ جاتا ہے۔ بلاشبہ یہ عبادتیں انسان کو مجلیٰ و مصفی کر دیتی ہیں ۔۔المختصر۔۔ جس نماز کے بارے میں فرمایا جارہا ہے کہ وہ انسان کو فواحش ومنکرات سے پاک کر دیتی ہے، وہ وہی کماحقہٗ اخلاص کے ساتھ ادا کی جانے والی نماز ہے، جسے حقیقی نماز کہا جا سکے۔ جو صرف صورتِ نماز اور نماز کی نقالی نہ ہو۔۔بلکہ۔۔حقیقتِ نماز ہو۔ حقیقی نماز از اوّل تا آخر ذکرِ الٰہی ہے۔

(اور بے شک اللہ) تعالیٰ **(کا ذکر بہت بڑا ہے)** سب چیزوں کے ذکر سے، اِس واسطے کہ اُس کا ذکر عبادت ہے، اور غیر خدا کا ذکر عبادت نہیں۔۔ہاں۔۔اگر غیر خدا کا ذکر ذکرِ خداوندی کے ضمن میں ہو اور رضائے خدا کے لیے ہو، تو وہ بھی خدا کی عبادت ہے۔

اِسی لیے نماز کے جملہ ارکان اور اس میں مذکور نبی کریم پر درود وسلام، نبی کریم پر لفظ 'یا' کے ذریعہ خطاب کر کے سلام عرض کرنا، تمام صالحین پر خصوصی طور پر سلام پیش کرنا، تمام مؤمنین ومؤمنات ۔۔نیز۔۔مسلمین ومسلمات کے لیے دُعائے مغفرت کرنا، خصوصاً اپنے والدین اور اعزہ واقارب کے لیے دُعا کرنا، وغیرہ وغیرہ جو کچھ نماز میں ہے، وہ سب عبادتِ الٰہی اور ذکرِ خداوندی ہی ہے ۔۔یا۔۔اللہ کا ذکر بہت بڑھ کر اِس بات سے ہے، کہ کوئی اُس کی قدر پہچانے ۔۔یا۔۔بہت بڑھ کر ہے اِس بات سے ہے کہ کسی اور کا ذکر اُس کے ساتھ برابری کرے۔

اب اگر یہاں ذکر سے مراد خصوصی طور پر نماز لے لیا جائے، تو معنی یہ ہونگے کہ نماز بہت بڑی عبادت ہے سب عبادتوں سے ۔۔یا۔۔اِس سبب سے بہت بڑی ہے کہ نماز پڑھنے والوں

کوسببِ عذاب سے باز رکھتی ہے، یعنی شرعاً اور عقلاً جو بُری باتیں ہیں اُن سے روکتی ہے۔

اِس آیت زیرِ تفسیر کی توجیہہ میں یہ بات بھی کہی گئی ہے، کہ یاد کرنا خدا کا بندہ کو، بہت بڑھ کر ہے اِس بات سے، کہ بندہ خدا کو یاد کرے۔ اس واسطے کہ بندے کا خدا کو یاد کرنا غرضوں کے ساتھ ملا ہوا ہے، اور بندہ کو خدا کا یاد فرمانا صاف ہے بے غرض اور بے غایت۔۔ یا۔۔ بندے کا یاد کرنا خدا کو اب ہے اور جلد فنا ہو جائے گا، اور خدا کا یاد کرنا بندے کو باقی ہے، کبھی زائل ہی نہ ہوگا۔

بعض عارفین کا قول ہے کہ خدا کا بندے کو یاد فرمانا اِس سبب سے بہت بڑا امر ہے، کہ جب وہ پہلے تجھے یاد کر لیتا ہے تو تُو اُسے یاد کرتا ہے۔ ایسے ہی بعض اہلِ دِل حضرات کا کہنا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے جو اَزل میں تمھیں یاد فرمایا ہے، یہ یاد فرمانا بہت بہتر ہے اِس سے کہ اب تم اُس کو یاد کرتے ہو۔ بعض بزرگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ خدا کا یاد کرنا بہت بڑھ کر ہے، نہ اِس طرح کہ تُو اُسے یاد کرتا ہے بلکہ وہ تجھے یاد فرماتا ہے، اِس سبب سے اُس کا ذکر بہت بڑھ کر ہے۔ تیرا یاد کرنا پیدا ہوا ہے، کہاں تک رہے گا؟

(اور اللہ) تعالیٰ (جانتا ہے جو تم لوگ کرو)، نماز اور روزہ وغیرہ۔۔ چنانچہ۔۔ تمہارے اعمال کے مطابق جزا ہوگی۔ لہٰذا تمہارے لیے ضروری ہے کہ اپنے اقوال و افعال میں محتاط رہو۔

وَلَا تُجَادِلُوٓا اَهۡلَ الۡكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا

اور تم لوگ مت جھگڑ و اہلِ کتاب سے، مگر خوبصورت طریقہ سے۔ مگر جس نے اندھیر مچایا

مِنۡهُمۡ وَقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا بِالَّذِىۡۤ اُنۡزِلَ اِلَـيۡنَا وَاُنۡزِلَ اِلَـيۡكُمۡ وَاِلٰهُنَا

اُن میں سے، اور کہہ دیا کرو کہ "ہم نے مان لیا ہے جو نازل کیا گیا ہے ہماری طرف، اور جو نازل کیا گیا تمہاری طرف، اور ہمارا

وَاِلٰهُكُمۡ وَاحِدٌ وَّنَحۡنُ لَهٗ مُسۡلِمُوۡنَ ﴿۴۶﴾

تمہارا معبود ایک ہے، اور ہم اُسی کے آگے گردن ڈالے ہیں"●

(اور تم لوگ مت جھگڑو) اِن (اہلِ کتاب سے) جو تمہارے عہد میں ہیں۔۔ یا۔۔ جنھوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا ہے، (مگر خوبصورت طریقہ سے)۔ یعنی ایسے طریقے سے جو سنجیدہ ہو۔۔ مثلاً: سختی کی بجائے نرمی سے، جوش اور غیظ و غضب کی بجائے حوصلہ سے، شر انگیزی کی بجائے پند و نصیحت سے، اور عجلت کی بجائے تاخیر و احتیاط سے معاملات سلجھاؤ، تاکہ درمیان میں اُلجھنیں نہ پیدا ہو جائیں، اور نہ ہی

اُن کے ساتھ دُنیوی امور کے بڑے بڑے معاملات کا لین دین کرو۔۔الغرض۔۔اُن کے ساتھ خوش خوئی اور تحمل کا مظاہرہ کرو۔۔۔

(**مگر جس نے اندھیر مچایا اُن میں سے**) اور عہد شکنی کی۔۔یا۔۔جزیہ روک لیا، تو ایسے ظالموں کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا جائے جس کے وہ اہل ہیں۔۔مثلاً: زبانی گفتگو سختی سے ہو۔۔یا۔۔تلوار سے۔۔یا۔۔ تیروں سے۔اب اگر اہلِ کتاب اپنی کتابوں کو عربی میں ترجمہ کر کے سنائیں، تو اُن کی تصدیق کرو اور نہ ہی تکذیب کرو۔تصدیق اس لیے نہیں، کہ اُنہوں نے اپنی کتابوں میں تحریف کر رکھی ہے، تو ممکن ہے کہ تحریف شدہ مضمون پیش کر رہے ہوں۔اور تکذیب اس لیے نہیں، کہ اُن کی کتابوں میں بعض باتیں حق بھی ہیں، تو کہیں حق کی تکذیب نہ ہو جائے۔۔۔تو بہتر شکل (اور) محتاط صورت یہ ہے کہ اُن سے (**کہہ دیا کرو کہ ہم نے مان لیا ہے جو نازل کیا گیا ہے ہماری طرف**) یعنی قرآن کریم کو، (**اور جو نازل کیا گیا تمہاری طرف**)، یعنی توریت وانجیل اور زبور کو۔(**اور**) ہم نے تسلیم کر لیا ہے کہ (**ہمارا تمہارا معبود ایک ہے، اور ہم اُسی کے آگے گردن ڈالے ہیں**)، یعنی اُسی کے مخلص اور موحد ہیں۔اور تمہارا حال ہمارے حال سے برعکس ہے، کیونکہ تم نے اپنے عالموں اور راہبوں کو اپنا رب بنا لیا ہے۔۔المختصر۔۔اَے محبوب!۔۔۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ

اور اسی طرح نازل فرمایا ہم نے تمہاری طرف کتاب۔تو جنہیں ہم دے چکے ہیں کتاب، وہ اِس کو بھی مانیں۔

وَمِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۷﴾

اور اُن مکہ والوں سے بھی کوئی مان جاتے ہیں اِس کو۔اور نہیں اِنکار کرتے ہماری آیتوں کا، مگر کافر●

جس طرح ہم نے اُتاریں (اور) نازل فرمائیں انبیاء علیہم السلام پر اپنی کتابیں، (**اُسی طرح نازل فرمایا ہم نے تمہاری طرف کتاب**) یعنی قرآن، جو اصولِ دین میں اگلی کتابوں کے موافق ہے۔(**تو جنہیں ہم دے چکے ہیں کتاب**)، جیسے ابن سلام اور اُن کے یار لوگ، اُن کی شان یہ ہے کہ (**وہ اِس**) قرآن (**کو بھی مانیں**) جیسا کہ وہ اپنے اوپر نازل شدہ کتاب پر ایمان لا چکے۔۔چنانچہ۔۔وہ اِس پر ایمان لا چکے ہیں۔

یہاں وہ لوگ مراد ہیں جو آنحضرت ﷺ کے مبعوث ہونے کے قبل آپ پر اور قرآن پر ایمان لائے، جیسے قس بن ساعدہ، بحیرا نسطورا، ورقہ اور اُن کے مثل۔۔۔

(اور اِن مکہ والوں سے بھی کوئی مان جاتے ہیں اِس) قرآن (کو) یا پیغمبرِ اسلام کو، (اور نہیں اِنکار کرتے ہماری) کتاب کی (آیتوں کا) یا پیغمبر کے پیش کردہ دلائل کا، (مگر کافر) لوگ۔ یہود میں سے جیسے کعب بن اشرف اور عرب میں سے جو عناد رکھتے ہیں، جیسے ابوجہل اور اس کے مثل۔

وَمَا كُنتَ تَتْلُوا مِن قَبْلِهِ مِن كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِينِكَ

اور نہیں پڑھا کرتے تھے تم اِس کے پہلے کوئی کتاب، اور نہ لکھتے تھے کچھ اپنے ہاتھ سے،

اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿٤٨﴾

کہ اُس وقت تو شک نکالتے باطل والے●

(اور) اَے محبوب! یہ حقیقت کس قدر واضح ہے کہ (نہیں پڑھا کرتے تھے تم اِس) قرآن (کے) نازل ہونے سے (پہلے کوئی کتاب) جو نازل شدہ ہو، (اور نہ) ہی (لکھتے تھے کچھ اپنے ہاتھ سے)۔ کیوں (کہ) اگر ایسا ہوتا، تو (اُس وقت تو شک نکالتے باطل والے)، یعنی ٹیڑھی چال چلنے والے مشرکانِ عرب۔ اور کہتے کہ جب محمد عربی 'صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم' لکھتے پڑھتے ہیں، تو قرآن کو اگلی کتابوں میں سے چھانٹ کر ہم پر پڑھ دیتے ہیں اور لکھ دیتے ہیں۔۔یا۔۔ یہود شک میں پڑتے کہ ہم نے تو کتابوں میں پڑھا ہے کہ پیغمبر آخرالزماں لکھتے پڑھتے نہ ہوں گے، اور یہ تو لکھتے پڑھتے ہیں۔

اِس مقام پر یہ ذہن نشین رہنا چاہیے، کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سوا اور لوگوں کے واسطے لکھنا پڑھنا بزرگی اور فضیلت کی بات ہے، اور نہ لکھنا پڑھنا آنحضرت ﷺ کا معجزہ اور آپ کے حق میں فضیلت کی بات۔ اور جب معجزہ ظاہر ہو چکا اور آپ کے اُمّی ہونے میں کوئی شک وشبہ نہ رہا، تو حق تعالیٰ نے اخیر عمرِ شریف میں لکھنے پڑھنے کی فضیلت بھی آپ کو عطا فرمائی، تاکہ یہ دوسرا معجزہ ہو۔

۔۔الحاصل۔۔ آپ کا پہلا معجزہ یہ رہا ہے کہ بغیر کسی سے پڑھے لکھے معلم کائنات ہوگئے، اور دوسرا معجزہ یہ رہا کہ اخیر عمر میں بغیر مشق وتمرین پڑھنے اور لکھنے والے بھی ہوگئے۔ صحت و صواب کے قریب یہی بات ہے کہ بنیادی طور پر آپ اوّل عمر سے آخر تک اُمّی ہی تھے، لیکن اگر کبھی آپ سے لکھنا پڑھنا ظاہر ہوگیا، تو یہ بطورِ اعجاز تھا۔

۔۔الغرض۔۔ یہ قرآنِ کریم نہ تو اگلی کتابوں سے کیا ہوا خلاصہ ہے۔۔اور نہ ہی۔۔ دُنیاوی معلمین کی تعلیم کا نتیجہ ہے۔۔۔

بَلْ هُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ

بلکہ یہ روشن آیتیں ہیں اُن کے سینوں میں، جنہیں علم دیا گیا ہے۔

وَ مَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾

اور نہیں دانستہ انکار کرتے ہماری آیتوں سے، مگر ظلم والے●

(بلکہ یہ روشن آیتیں ہیں اُن کے سینوں میں جنہیں علم دیا گیا ہے)۔

یعنی اہل کتاب میں سے جو ایمان لائے۔۔یا۔۔صحابہ کرام، کہ وہ اِسے یاد کرتے تھے تاکہ اِس میں کوئی تبدیل اور تحریف نہ کرسکے۔اور دِل سے حفظِ قرآن پڑھنا امّتِ محمدی کا خاصہ ہے، اس واسطے کہ اگلی اور آسمانی کتابیں اوراق میں لکھ کر دیکھ کر پڑھتے تھے۔ایک قول کے مطابق آیتِ کریمہ کا معنی یہ ہے، کہ۔۔۔

اَے محبوب!" آپ، آپ کے کام اور آپ کا علم، باوصف اِس کے کہ آپ اُمّی ہیں، کھلی ہوئی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے واسطے جو اگلی کتابوں کے عالم ہیں اور آپ ﷺ کی صفتوں اور نشانیوں سے واقف ہیں۔**(اور نہیں دانستہ اِنکار کرتے ہماری آیتوں سے)**، یعنی قرآن وصاحبِ قرآن سے **(مگر ظلم والے)**، جو اپنے ظلم پر کامل ہیں کہ مناظرہ اور مکابرہ کرتے ہیں، باوصف اِس کے کہ کھلے ہوئے معجزے دیکھتے ہیں۔

وَ قَالُوْا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ

اور بکنے لگے کہ" کیوں نہیں اُتاری جاتیں اُن پر عذاب کی نشانیاں اُن کے رب کی طرف سے۔جواب دو کہ" وہ نشانیاں

عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اِنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۵۰﴾

اللہ کے پاس ہیں، اور میں بس صاف صاف ڈر سنانے والا ہوں"●

(اور) اِس طرح کے ظالم **(بکنے لگے کہ" کیوں نہیں اُتاری جاتیں ان پر عذاب کی نشانیاں ان کے رب کی طرف سے")**، یعنی" ایسے معجزے ان پر کیوں نہیں نازل کیے جاتے جو انبیاءِ سابقین پر نازل فرمائے گئے۔۔مثلاً: حضرت صالح کو اونٹنی اور حضرت موسیٰ کو عصا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مائدہ عطا ہوا تھا"۔اَے محبوب! ان کو **(جواب دو کہ" وہ نشانیاں اللہ)** تعالیٰ **(کے پاس ہیں)** جس وقت جس پر جو معجزہ چاہتا ہے اُتارتا ہے اور بذاتِ خود وہ میرے اختیار اور اقتدار میں نہیں۔**(اور میں)** تو **(بس صاف صاف ڈر**

سنانے والا ہوں) اور تم کو خوف دلاتا ہوں اس زبان میں جس کو تم خوب سمجھتے ہو"۔ ان سے پوچھو، کہ۔۔۔

اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ

کیا اُنہیں کافی نہیں کہ ہم نے اُتاری تم پر کتاب جو پڑھی جاتی ہے اُن پر۔ بے شک اِس میں

لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۵۱

یقیناً رحمت اور نصیحت ہے، اُن کے لیے جو مانیں●

(کیا انہیں) یہ کھلی ہوئی دلیل اور ظاہر معجزہ (کافی نہیں، کہ ہم نے اُتاری تم پر کتاب جو پڑھی جاتی ہے ان پر) انہیں کی زبان میں۔ اور وہ بڑے فصیح لوگ ہیں، بلاغت کے اسرار اور فصاحت کے اطوار ان پر پوشیدہ نہیں ہیں۔ اور تم نے انہیں اپنے پاس بُلایا اور سب سے چھوٹی سورت جو قرآن کی ہے اُس کے مثل عبارت ان سے چاہی، تو وہ اس کے مثل عبارت بنانے میں مشغول نہ ہوئے۔ جنگ وجدال کرنا اور جان و مال کو ہارنا اور گنوا دینا انہیں آسان لگا، اور قرآنِ کریم کا جواب لانا انہیں اپنے بس سے باہر نظر آیا۔ اِس سے زیادہ کھلا ہوا اور کون سا معجزہ ہوگا، اور کہاں سے آئے گا۔

اس آیت کی شانِ نزول کے تعلق سے ایک قول یہ بھی ہے کہ کچھ لوگ آنخضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہود کے بعضے کلمات لکھ کر لائے اور اس کا مقصد یہ ظاہر کیا، کہ ہم ایسی چیز چاہتے ہیں جس سے اپنے علم کو بڑھائیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ پچھلی قوم کی یہی گمراہی ہے، کہ جو کچھ اُن کا نبی اُن پر لایا اُسے چھوڑ کر رغبت کرتے ہیں ایسی چیز کی طرف جو اُن کے نبی کے سوا دوسرا لایا۔ اور اس وقت یہ آیتِ مذکور نازل ہوئی جس کا حاصل یہ ہے، کہ کیا انہیں یہ قرآن کفایت نہیں کرتا جو اُن پر پڑھا جاتا ہے۔

(بے شک اِس) کتاب (میں یقیناً) بڑی (رحمت) اور نعمت ہے اُس شخص کے لیے جو قرآن کی متابعت کرے (اور نصیحت ہے اُن کے لیے جو مانیں) اور تصدیق کریں۔

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِیْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

کہہ دو کہ "کافی ہے اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ۔" وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۵۲

اور جو مان گئے باطل کو، اور اِنکار کر دیا اللہ کا، وہی گھاٹے والے ہیں●

(کہہ دو، کہ کافی ہے اللہ) تعالیٰ (میرے اور تمہارے درمیان گواہ) میری بات پر۔ اس واسطے کہ معجزات عطا فرما کر میری تصدیق فرماتا ہے، اور (وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے)۔ تو میرا اور تمہارا حال بھی اُس پر پوشیدہ نہ رہے گا۔ (اور) اچھی طرح ذہن نشین کرلو، کہ (جو مان گئے باطل کو) اور ایمان لائے ناحق پر، جیسے یہودی اور نصرانی۔۔یا۔۔ایمان لائے ہیں باطل معبودوں کا (اور اِنکار کردیا اللہ) تعالیٰ (کا)، یعنی خدائے برحق کے منکر ہوگئے، (وہی گھاٹے والے) اور نقصان اُٹھانے والے (ہیں)، کیونکہ انہوں نے کفر کو ایمان پر ترجیح دی۔

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ۭ

اور جلدی مچاتے ہیں تم سے عذاب کی۔ اور اگر نہ ہوتا اُس کا مقرر وقت، تو ضرور آجاتا اُن تک عذاب۔

وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾

اور ضرور آئے گا اُن کے پاس اچانک، اور وہ بے خبر ہوں گے●

(اور) اس پر نضر بن حارث وغیرہ کی دیدہ دلیری تو دیکھو، کہ (جلدی مچاتے ہیں تم سے عذاب کی۔ اور اگر نہ ہوتا) مشیتِ خداوندی میں (اس کا) یعنی ہر قوم پر عذاب اُتارنے کا (مقرر وقت، تو ضرور آجاتا ان تک عذاب) جس کا وعدہ ہے۔ (اور) انشاء اللہ تعالیٰ وہ (ضرور آئے گا اُن کے پاس اچانک)، دُنیا میں موت کے وقت۔۔یا۔۔آخرت میں۔ (اور) حال یہ ہوگا کہ (وہ) عذاب کے آنے سے (بے خبر ہوں گے)۔ اور اَے محبوب! یہ کافر لوگ۔۔۔

يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۴﴾

جلد بازی کرتے ہیں تم سے عذاب کی۔ اور بلاشبہ جہنم گھیرے میں لیے ہے کافروں کو●

(جلد بازی کرتے ہیں تم سے عذاب کی، اور) حال یہ ہے کہ (بلاشبہ جہنم گھیرے میں لیے ہے کافروں کو)۔ بہر صورت انہیں جہنم میں جانا ہی ہے، گویا ابھی سے انہیں جہنم نے اپنے چنگل میں لے رکھا ہے، جبھی تو وہ کفر کے دائرے میں محصور ہیں۔

۔۔یا۔۔آیت میں اسم فاعل مستقبل کے معنی میں ہے، یعنی۔۔۔

يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ

جس دن ڈھانپ لے گا اُنہیں عذاب اُن کے اُوپر سے اور اُن کے پاؤں تلے سے،

وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۵﴾

اور فرمائے گا، کہ "چکھو مزا اپنے کرتوت کا"●

گھیرے گا انہیں عذاب (جس دن ڈھانپ لے گا انہیں عذاب ان کے) سروں کے (اوپر سے اور ان کے پاؤں تلے سے، اور فرمائے گا) حق تعالیٰ۔

۔۔یا۔۔فرشتہ کہے گا خدا کے حکم سے۔۔یا۔۔کوئی آدمی کہے گا دوزخیوں سے۔۔۔

(کہ چکھو مزا اپنے کرتوت کا)، یعنی دُنیا میں جو کرتے تھے اب اُس کا بدلہ لو۔ اس لیے کہ دُنیا عمل کرنے کا گھر ہے اور عقبیٰ جزا پانے کا گھر۔ جو وہاں تم بو آئے ہو یہاں کاٹو۔

روایت ہے کہ کچھ مسلمانوں نے مکہ معظّمہ ہی میں قیام کیا۔ خرچ راہ کم ہونے۔۔یا۔۔ قوتِ استعداد کی قلت۔۔یا۔۔وطن کی محبت۔۔یا۔۔بھائیوں کی صحبت کے خیال سے ہجرت نہ کرتے تھے، اور خوف وہراس کے ساتھ خدا کی عبادت پوشیدہ کرتے تھے، تو حق تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی، کہ۔۔۔

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾

اَے میرے وہ بندو! جو مان چکے ہو، بلاشبہ میری زمین لمبی چوڑی ہے، تو مجھی کو معبود مانتے رہو●

(اَے میرے وہ بندو! جو مان چکے ہو)، مشرکوں سے الگ ہو جاؤ اور مؤمنوں کا ساتھ ڈھونڈو۔ اگر مکہ میں میری عبادت علانیہ نہیں کر سکتے ہو، تو دیکھ لو کہ (بلاشبہ میری زمین لمبی چوڑی ہے) اور بہت کشادہ ہے، (تو) تم خوف کی جگہ سے امن کے مقام پر ہجرت کر جاؤ، اور (مجھی کو معبود مانتے رہو)، اور اطمینان وسکون سے سراپا اخلاص ہو کر میری عبادت کرتے رہو۔ اور سن لو! کہ اگر اہل وعیال کی محبت کے سبب سے اپنا شہر نہیں چھوڑ سکتے، تو ایک دن مفارقت ضرور ہونا ہے، کیوں کہ۔۔۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۟ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۷﴾

ہر نفس مزا چکھنے والا ہے موت کا۔۔ پھر ہماری طرف تم لوگ لوٹائے جاؤ گے●

(ہر نفس مزہ چکھنے والا ہے موت کا) اور مَر کر ہر جگہ اور ہر شخص سے چھوٹنا ہوگا، (پھر ہماری طرف تم لوگ لوٹائے جاؤ گے) جزا پانے کو۔ تو مشرکوں کے شہر میں ذلیل وخوار ہو کر اور خوف وہراس

کے سایے میں نہیں رہنا چاہیے، اور کعبۂ امان یعنی آستانِ پیغمبرِ آخرالزماں کی طرف رخ کرنا چاہیے
۔۔المختصر۔۔ایک نہ ایک دن آخرت کی طرف لوٹنا تو ہے سبھی کو۔۔۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ

اور جو ایمان لائے اور لیاقت کے کام کیے، تو ضرور ہم ٹھکانہ دیں گے اُنہیں جنت کے بالا خانے، بہہ رہی ہیں

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝۵۸

جن کے نیچے نہریں، ہمیشہ رہنے والے اُس میں۔کتنا اچھا ثواب ہے عمل والوں کا●

(اور) ہر ایک کو بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہونا ہے، تو (جو) ان میں (ایمان لائے اور لیاقت کے کام کیے) اور اپنے فرائض ادا کرتے رہے، (تو ضرور ہم ٹھکانہ دیں گے انہیں جنت کے بالا خانے) یعنی اونچے اونچے مکان، (بہہ رہی ہیں جن) مکانوں (کے نیچے نہریں، ہمیشہ رہنے والے اُس میں۔کتنا اچھا ثواب ہے) نیک (عمل والوں کا) جنت اور اُس میں عالی شان مکان۔یہ نیک عمل والے وہی ہیں۔۔۔

الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝۵۹

جنہوں نے صبر سے کام لیا اور اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھیں●

(جنہوں نے) مشرکوں کی اذیت پر اور وطنوں سے ہجرت پر (صبر سے کام لیا اور) ان کی شان یہ ہے، کہ یہ (اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھیں)، اُس کے سوا کسی اور پر نہیں۔

۔۔الغرض۔۔اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرتے ہیں اور اپنا کام اُسی کو سونپتے ہیں۔مکہ کے مسلمانوں نے یہ آیتیں سنیں اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کی عزیمت اور نیت کی، تو دوسرا دغدغہ پیدا ہوا، کہ جس شہر میں ہمارے لیے اسبابِ معیشت مہیا نہیں ہیں وہاں کیونکر جاسکتے ہیں، تو یہ آیت نازل ہوئی۔۔۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَاۗبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ڰ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ښ

اور کتنے جاندار ہیں کہ نہیں اُٹھائے رکھتے اپنی روزی۔اللہ اُنہیں روزی دے اور تم کو بھی۔

وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۶۰

اور وہی سننے والا علم والا ہے●

(اور) ارشاد ہوا کہ (کتنے جاندار ہیں کہ نہیں اٹھائے رکھتے اپنی روزی)، یعنی اُسے اٹھانے کی طاقت اور قوت نہیں رکھتے۔۔یا۔۔جمع نہیں کرر کھتے اور کسی وجہ سے اکٹھا کر کے اُسے محفوظ نہیں کرتے۔

جمع کر کے رکھنے والے صرف تین[۳] جاندار ہیں: ﴿۱﴾۔آدمی، ﴿۲﴾۔چوہا، ﴿۳﴾۔چیونٹی اور بعضوں نے کہا کہ جنگلی کوّا بھی جمع کر کے رکھتا ہے اور بھول بھی جاتا ہے۔بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ بلبل کو میں نے دیکھا کہ اپنی خوراک بازو کے نیچے چھپاتی ہے۔غرضیکہ بہت جانور ایسے ہیں وحوش وطیور درندوں کیڑوں مکوڑوں میں کہ اپنے کھانے کو جمع نہیں کر رکھتے اور اپنے اوپر لادے نہیں پھرتے ،اور۔۔۔

(اللہ) تعالیٰ ہی ہے جو (انہیں) بھی (روزی دے اور تم کو بھی)، لہٰذا تم غربت و مسافت میں اسبابِ معیشت نہ ہونے کے سبب سے اندیشہ نہ کرو، (اور) جان لو کہ بے شک (وہی سننے والا) ہے تمہاری بات جو تم کہتے ہو، کہ پردیس میں ہجرت کر کے ہم جائیں گے تو روزی کہاں سے کھائیں گے، اور (علم والا ہے) یعنی اُسے بخوبی معلوم ہے کہ وہ تمہیں روزی کہاں سے دے گا۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ

اور اگر تم سوال کرواُن سے کہ "کس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو، اور قابو میں رکھا سورج

وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۱﴾

اور چاند کو؟" تو ضرور جواب دیں گے کہ "اللہ" تو پھر کہاں اوندھے جاتے ہیں●

(اور) اَے محبوب! (اگر تم سوال کروان سے) یعنی اہلِ مکہ سے، (کہ کس نے پیدا فرمایا) ہے (آسمانوں اور زمین کو اور قابو میں رکھا سورج اور چاند کو؟ تو ضرور جواب دیں گے کہ اللہ) تعالیٰ۔ چونکہ یہ مسئلہ سب کی عقلوں میں جما ہوا ہے، کہ انتہا سب ممکنات کی اُس ایک کی طرف واجب ہے جس کی ذات واجب الوجود ہے، اور چونکہ یہ سب جانتے ہیں کہ آسمان اور زمین کا پیدا کرنے والا بھی وہی ہے، (تو پھر کہاں اوندھے جاتے ہیں) اور توحید سے منہ پھیرے جاتے ہیں۔۔الغرض۔۔راہِ حق سے کیوں منہ پھیرتے ہیں اور باطل کی طرف کیوں دوڑتے ہیں۔بے شک وہ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۔۔۔

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ؕ

اللہ کشادہ کرے روزی جس کی چاہے اپنے بندوں سے، اور تنگی کرے جس کی چاہے،

اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۶۲﴾

بے شک اللہ ہر ایک کا جاننے والا ہے●

(اللہ) تعالیٰ **(کشادہ کرے روزی جس کی چاہے اپنے بندوں سے، اور تنگی کرے جس کی چاہے)**۔ اور اللہ تعالیٰ اِس پر بھی قادر ہے کہ ایک ہی بندے پر کبھی رزق کشادہ فرمادے، اور کبھی اس پر رزق کی تنگی فرمادے۔ **(بے شک اللہ)** تعالیٰ **(ہر ایک کا جاننے والا ہے)**۔۔ چنانچہ۔۔ روزی کی تنگی اور فراخی اور بندوں کی مصلحت اُس پر پوشیدہ نہیں۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ

اور اگر تم پوچھو اُن سے کہ "کس نے اُتارا آسمان کی طرف سے پانی، پھر زندہ فرمادیا اُس سے زمین کو اُس کے

بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ ع

مرجانے کے بعد؟" ضرور کہہ دیں گے کہ اللہ۔ بولو، الحمد للہ۔ بلکہ اُن کے بہتیرے عقل نہیں رکھتے●

(اور) ایسے ہی اَے محبوب! **(اگر تم پوچھو ان)** عرب کے مشرکین **(سے، کہ کس نے اُتارا آسمان کی طرف سے پانی، پھر زندہ فرمادیا اُس سے زمین کو اُس کے مَر جانے کے بعد)** یعنی مُردہ اور افسردہ ہوجانے کے بعد؟ تو جواب میں **(ضرور کہہ دیں گے، کہ اللہ)** تعالیٰ۔۔ الحاصل۔۔ اِس بات کا انہیں اقرار ہے کہ ممکنات کا پیدا کرنے والا وہی ہے، اور باوجود اِس کے بعضے مخلوقات اُس کی عبادت میں اوروں کو شریک کرتے ہیں۔ تو اَے محبوب! **(بولو "الحمد للہ")**، یعنی حمد و شکر خدا کے واسطے ہے کہ اُس نے گمراہی سے محفوظ رکھا مجھے اور میری اتباع کرنے والوں کو۔ **(بلکہ اُن کے بہتیرے عقل نہیں رکھتے)**، اِسی لیے اگر ایک طرف خدائے برحق کے خالق ہونے کا اعتراف کرتے ہیں، تو دوسری طرف مخلوق کو اُس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ اِس سے بڑھ کر اور بے عقلی کیا ہوسکتی ہے۔

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ

اور نہیں ہے یہ دُنیا والی زندگی مگر کھیل کود۔ اور بے شک آخرت والا گھر،

لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۴﴾

وہی زندگی ہے۔۔۔اگر وہ جان سکتے●

ان بے عقلوں (اور) ناسمجھوں کو یہ بھی خبر نہیں، کہ (نہیں ہے یہ دُنیاوالی زندگی مگر کھیل کود)۔ بے کار کی مشغولیت اور جھٹ پٹ گزر جانے میں لڑکوں کے کھیل کے مثل ہے، کہ ایک جگہ جمع ہوتے ہیں اور گھڑی بھر کھیل سے خوش ہوتے ہیں اور پھر دم بھر میں تھک کر اور رنجیدہ ہوکر متفرق ہوجاتے ہیں۔ (اور) اِس کے برعکس (بے شک آخرت والا گھر، وہی زندگی ہے) اور حیاتِ ابدی کی جگہ ہے۔ وہی ایسی جگہ ہے جہاں ہمیشہ زندگی ہوگی۔ (اگر وہ جان سکتے) تو سرائے جاودانی پر دُنیائے فانی کو ترجیح نہ دیتے۔

فَاِذَا رَكِبُوْا فِى الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ

تو جہاں سوار ہوئے کشتی میں، پکارنے لگے اللہ کو، اخلاص رکھتے ہوئے اُس کے ساتھ عقیدہ کا۔۔

فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۵﴾

پھر جب بچالایا اُنہیں خشکی کی طرف، اب وہ شریک بنانے لگے●

ان بے عقلوں کا (تو) حال یہ ہے، کہ دریائی سفر میں (جہاں سوار ہوئے کشتی میں) اور موج وطغیانی سے مضطرب ہوئے، تو (پکارنے لگے اللہ) تعالیٰ (کو اخلاص رکھتے ہوئے اُس کے ساتھ عقیدہ کا)، یعنی ظاہر میں مخلصوں کی ایسی صورت بناتے ہیں۔ اس واسطے کہ اُس وقت خدا ہی کو یاد کرتے ہیں اور خوف واضطراب دفع کرنے کو اُسی کی پناہ ڈھونڈھتے ہیں۔ (پھر جب بچالیا انہیں) اللہ تعالیٰ نے اور (خشکی کی طرف) میدان میں پہنچادیا، (اب وہ شریک بنانے لگے) اور اپنی سابقہ عادت کی طرف پھر گئے۔۔۔

لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚ وَلِيَتَمَتَّعُوْا فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾

تا کہ ناشکری کریں جو ہم نے دیا اُنہیں، اور اُسے برتیں۔۔تو جلد خمیازہ جان ہی لیں گے●

(تا کہ ناشکری کریں) اُس چیز کے ساتھ (جو ہم نے دیا) ہے (انہیں)، یعنی نجات کی نعمت کا عملاً انکار کر کے ناشکرے ہوجائیں (اور اُسے برتیں)، یعنی بت پرستی پر اکٹھا ہوکر فائدہ اٹھائیں۔۔یا

۔۔اس جہان کی زندگی سے پھل کھائیں، **(تو جلد خمیازہ جان ہی لیں گے)** اور عذاب کے وقت اپنے کام کا انجام انہیں معلوم ہی ہو جائے گا۔

اِس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ مشرکین جب دریاؤں اور سمندروں میں سفر کرتے ہیں اور جب طوفانی ہوائیں چلتی ہیں اور اُن کی سلامتی خطرہ میں پڑ جاتی ہے، تو وہ اخلاص کے ساتھ گڑگڑا کر صرف اللہ کو پکارتے ہیں اور شرک کو ترک کر دیتے ہیں اور اللہ اُن کو سلامتی سے پار لے آتا ہے۔

اب اِس اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ یہ بتا رہا ہے، کہ جس اللہ نے سمندروں میں تم کو زندگی دینے کا احسان کیا تھا، وہی اللہ مکہ کی سرزمین میں بھی تم پر سلامتی اور زندگی کی حفاظت کرنے کا احسان فرما رہا ہے۔ کیونکہ تم جس شہر میں رہتے ہو اُس کے آس پاس کے علاقوں میں قتل اور اغواء کی وارداتیں ہوتی رہتی ہیں اور ہم نے سرزمینِ مکہ کو حرم بنا دیا ہے اور وہاں کے رہنے والوں کو قتل کیے جانے اور اغواء کیے جانے سے محفوظ کر دیا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ سمندروں میں تم کو غرق ہونے کا خطرہ ہو تو تم صرف اللہ کو پکارتے ہو، اور خشکی میں اللہ تعالیٰ تم کو قتل و غارت گری اور اغواء اور پکڑ دھکڑ سے محفوظ رکھے، تو تم اُس کا احسان نہیں مانتے۔ پھر تم بتوں کو کیوں مانتے ہو اور اُن پر ایمان لا کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیوں شرک کرتے ہو؟ اخلاص کے ساتھ صرف اللہ پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟۔۔ چنانچہ۔۔ارشاد فرمایا جارہا ہے، کہ۔۔۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ۭ

کیا اُنہیں سوجھا نہیں کہ "ہم نے بنا رکھا ہے حرم کو امن کی جگہ، اور اچک لیے جاتے ہیں لوگ اُن کے اردگرد کے۔"

اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ۝۶۷

تو کیا باطل تو مانیں، اور اللہ کی نعمت کی ناشکری ہی کرتے رہیں●

(کیا انہیں سوجھا نہیں کہ ہم نے بنا رکھا ہے حرم کو امن کی جگہ) یعنی وہاں کے لوگ لوٹ مار سے بے خوف ہیں۔ **(اور)** حال یہ ہے کہ **(اچک لیے جاتے ہیں لوگ ان کے اردگرد کے)**۔ یعنی شہرِ مکہ کے اطراف میں رہنے والے لوگوں کو قتل اور قید کرتے ہیں، لیکن مکہ والوں سے کوئی تعرض نہیں کرتا۔ **(تو کیا)** جو اِن کی روش ہے، یہ انصاف ہے اور معقول بات ہے، کہ بُت اور شیطان جیسے **(باطل)** کو

(تو مانیں اور اللہ) تعالیٰ (کی نعمت) جیسے حرم میں مکان بنانا، خوف سے محفوظ ہو جانا، وغیرہ (کی ناشکری ہی کرتے رہیں)۔ اور ان کے کفرانِ نعمت کی دلیل شرک ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ؕ

اور اُس سے زیادہ اندھیر والا کون، جو گڑھے اللہ پر جھوٹ، یا جھٹلائے حق، جب وہ پاس آجائے۔

اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ۞۶۸ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا

کیا نہیں ہے جہنم میں ٹھکانہ کافروں کا● اور جنہوں نے جھیلا ہماری راہ میں،

لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۞۶۹

تو ضرور ہم راہ دیں گے اُنہیں اپنی۔ اور بے شک اللہ یقیناً اخلاص والوں کے ساتھ ہے●

ع ۲

(اور اِس سے زیادہ اندھیر والا کون ہے جو گڑھے اللہ) تعالیٰ **(پر جھوٹ)**، اور گمان کرے کہ خدا کا شریک ہے، **(یا جھٹلائے حق)**، یعنی تکذیب کرے قرآن کی۔۔یا۔۔رسول کی **(جب وہ پاس آجائے۔ کیا نہیں ہے؟)** یعنی ہے **(جہنم میں ٹھکانہ کافروں کا)**، اور ضرور ہے۔ **(اور)** ان کے برخلاف **(جنہوں نے جھیلا ہماری راہ میں)** اور ہمارے کلمہ حق کو بلند کرنے اور ہمارے دین کو قائم رکھنے کے لیے مشقتیں اٹھائیں، **(تو ضرور ہم راہ دیں گے انہیں اپنی۔ اور بے شک اللہ)** تعالیٰ **(یقیناً اخلاص والوں)** یعنی مجاہدینِ فی سبیل اللہ **(کے ساتھ ہے)** اور انہیں فتح ونصرت عطا فرمانے والا ہے۔

یہاں مجاہدہ کا لفظ مطلق فرمایا تا کہ ظاہری اور باطنی دونوں جہادوں کو شامل رہے، تو اِس آیت کے یہ معنی ہوئے، کہ۔۔۔

جو لوگ جہاد کرتے ہیں میری راہ میں دین کے دشمنوں کے ساتھ، اور نفس اور خواہش کے ساتھ، تو دکھاتے ہیں ہم انہیں دولتِ لقا کو پہنچنے کی راہ۔

بعض عارفین کا کہنا ہے، کہ۔۔۔

جو لوگ کوشش کرتے ہیں اقامتِ سنت میں، راہیں دکھاتے ہیں ہم انہیں جنت کی۔

بعض کاملین کا ارشاد ہے کہ اِس کلام کا معنی یہ ہے، کہ۔۔۔

جو لوگ آراستہ کرتے ہیں اپنا ظاہر مجاہدات سے، آراستہ کر دیتے ہیں ہم اُن کا باطن مشاہدات سے۔

بعض آیت کے معنی یوں فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، کہ۔۔۔
جو کوشش کرتا ہے میرے واسطے، تو میں راہ دیتا ہوں اُسے اپنی طرف۔
بعض عارفین کا یہ بھی قول ہے کہ اِس آیت میں ارشاد ہوتا ہے، کہ۔۔۔
جو کوئی کوشش کرتا ہے میری طلب میں، تو میں اُسے اپنے پا جانے کی راہ بتاتا ہوں، یعنی آگاہ ہو جاؤ کہ جس نے مجھے ڈھونڈا اُس نے مجھے پایا۔

بعونہٖ تعالیٰ وبفضلہٖ سبحانہٗ آج بتاریخ
۲۱/ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ۔۔مطابق۔۔۱۸/نومبر ۲۰۱۱ء
بروز جمعہ مبارک، سورہ العنکبوت کی تفسیر مکمل ہوگئی۔ دُعاگو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ باقی قرآنِ کریم کی تفسیر مکمل کرنے کی سعادت مرحمت فرمائے، اور فکر وقلم کی حفاظت فرماتا رہے۔
آمِین یَامُجِیبَ السَّائِلِینَ بِحَقِّ طٰهٰ وَ یٰسٓ،
بِحَقِّ ن وص، بِحَقِّ یَابُدُّوحُ بِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِینَ
سَیِّدِنَا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

حامداً ومصلیاً ومبسملاً
بعونہٖ تعالیٰ وبفضلہٖ سبحانہٗ آج بتاریخ
۲۳/ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ۔۔مطابق۔۔۲۰/نومبر ۲۰۱۱ء
بروز یکشنبہ، سورہ الروم کی تفسیر کا آغاز کردیا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اِس کی اور باقی قرآنِ کریم کی تفسیر کو مکمل کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے، اور فکر وقلم کو اپنی خاص حفاظت میں رکھے۔
آمِین یَامُجِیبَ السَّائِلِینَ بِحَقِّ طٰهٰ وَ یٰسٓ،
بِحَقِّ ن وص، بِحَقِّ یَابُدُّوحُ بِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِینَ
سَیِّدِنَا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

سُوۡرَةُ الرُّوۡم ۳۰ مَکِّیَّةٌ ۸۴ | اٰیَاتُهَا ۶۰ رُکُوۡعَاتُهَا ۶

سُوۡرَةُ الرُّوۡم

سورۂ روم۔۔۳۰ مکیہ ۸۴ | آیاتہا ۶۰۔۔رکوعاتہا ۶

اِس سورت کا نام ’الروم‘ ہے۔ نبی کریم اورآپ کے اصحاب کے عہد میں اِس سورت کا یہی نام تھا اور یہ نام اِسی سورت کی دوسری آیت سے ماخوذ ہے۔ اِس سورت کو اپنے ماقبل والی ’سورت العنکبوت‘ سے پہلی مناسبت یہ ہے کہ ان دونوں کو ’ال م‘ سے شروع کیا گیا اور اِن حروفِ مقطعات کے بعد اِن دونوں سورتوں میں قرآن، کتاب اور تنزیل کا ذکر نہیں کیا گیا، ورنہ ’سورہ القلم‘ کے علاوہ ہر سورہ میں حروفِ مقطعات کے بعد قرآن، کتاب اور تنزیل میں سے کسی ایک کا ذکر کیا گیا ہے۔ اِن دونوں میں دوسری مناسبت یہ ہے: ’سورہ العنکبوت‘ کا اختتام جہاد کے ذکر پر ہوا ہے، اور ’سورہ الروم‘ کی ابتداء غلبہ اورنصرت کے ذکر سے کی گئی ہے، جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اورتیسری مناسبت یہ ہے کہ ’سورہ العنکبوت‘ میں اجمالی طور پرتوحید پر دلائل بیان کیے گئے ہیں، اور اِس سورت میں توحید پر دلائل کوتفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ ایسی بصیرت افروز، چشم کشا اور ہدایت آفریں سورۂ مبارکہ کو۔۔یا۔۔قرآنِ حکیم کوشروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو اپنے سارے بندوں پر (بڑا) ہی (مہربان) ہے اور ایمان والوں کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

الٓمّٓ ﴿۱﴾

ال م●

(ال م)

حضرت عبداللہ ابن عباس سے منقول ہے کہ حروف مقطعہ آیت ربانیہ ہیں۔ ہر ایک حرف اشارہ ہے اُس کی صفت کی طرف جس کے ساتھ خدا کی ثنا کرتے ہیں، جیسے کہ ’ال م‘ میں ’الف‘ الوہیت سے کنایہ ہے، اور ’لام‘ لطف سے، اور ’میم‘ ملک سے۔ اور بعضوں نے کہا کہ ’الف‘

اشارہ ہے اسم اللہ کی طرف، اور 'لام' جبرائیل کی جانب، اور 'میم' اسم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جبرائیل امین کے ذریعہ وحی بھیجی محمد ﷺ کی طرف، کہ۔۔۔

غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ۝

ہار گئے رومی ● قریب کی زمین میں، اور وہ اپنی ہار کے بعد جلد جیتیں گے ●

فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ۬ؕ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ؕ وَیَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ

چند سال میں۔۔۔ اللہ ہی کا حکم ہے پہلے اور پیچھے۔ اور اُس دن خوش ہو جائیں گے

الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۝

ایمان والے ● اللہ کی مدد سے۔ وہ مدد فرمائے جس کی چاہے۔ اور وہ غلبہ والا رحم والا ہے ●

(ہار گئے رومی) اور فارسی اُن پر غالب آئے (قریب کی زمین میں) یعنی اُس زمین میں جو بہت نزدیک ہے عرب سے زمینِ روم کی بہ نسبت۔

ایک قول کے مطابق وہ شہر اُردن اور فلسطین تھا۔ اور وہ غلبہ اِس طرح پر تھا، کہ خسرو پرویز نے شہر یار اور فرخان کہ اُس کے ٢ دو امیر تھے اُن کو بڑے لشکر کے ساتھ بھیجا اور ملک روم میں سے انہوں نے کچھ فتح کرلیا اور روم کے لوگ شکست کھا گئے۔ رسولِ مقبول ﷺ کے مبعوث ہونے کے نویں ٩ برس یہ خبر مکہ میں پہنچی، تو کافر خوش ہوئے اور مسلمانوں سے بدخواہی کے طور پر بولے، کہ تم اور نصاریٰ دونوں اہلِ کتاب ہو اور ہم اور فارسی دونوں اُمّی ہیں، تو روم پر فارس کے غلبہ سے ہم یہ فال نکالتے ہیں کہ ہم تم پر غالب ہوں گے، تو حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔۔۔

(اور) ارشاد فرمایا، کہ (وہ اپنی ہار کے بعد جلد جیتیں گے چند سال میں)۔ یعنی رومی اپنے مغلوب ہونے کے بعد تھوڑے برسوں میں یعنی تین ٣ اور نو ٩ برس کے درمیان فارس پر غالب ہوں گے۔

اِس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت ابوبکر نے مشرکوں سے کہا، کہ تمہاری آنکھیں روشن نہ ہوں، قسم ہے خدا کی! کہ روم کے لوگ چند سال میں فارس پر غالب ہوں گے۔ ابی ابن خلف بولا کہ ایسا نہیں ہے، ہم تمہارے ساتھ شرط کرتے ہیں، پس تین ٣ برس کی مدت مقرر کر کے دس ١٠ دس ١٠ جوان اونٹ شرط لگائے، پھر حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حال عرض کیا۔ پس آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ

بِضۡعِ تین۳ اور نو۹ کے درمیان ہے، تم جاؤ مال اور مدت بڑھاؤ۔ حضرت صدیق پھر آئے اور نو۹ برس تک کی مدت مقرر کر کے سو۱۰۰ اونٹ پر شرط کی، اور باہم ضمانت لی۔

جنگِ بدر کے دن جب مسلمان، کفارِ قریش پر غالب ہوئے، تو فارسیوں پر رومیوں کے غلبہ کی بھی خبر پہنچی اور بعضوں نے کہا کہ یہ خبر جنگِ حدیبیہ کے دن تحقیق ہوئی۔ پہلے قول کے موافق حضرت صدیق نے سو۱۰۰ اونٹ ابی بن خلف سے لیے، اور دوسرے قول پر اُس کے ضامن سے۔ اس واسطے کہ ابی جنگِ احد میں قتل ہو گیا تھا۔ اور حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ بہتر ہے، یعنی صدقہ دے دو۔ غرضیکہ یہ آیت خبر دینا ہے ہونے والے امور سے اور یہ اعجازِ قرآن کے اقسام میں سے ہے۔ اِن معرکوں سے ظاہر ہو گیا کہ۔۔۔

(اللہ) تعالیٰ **(ہی کا حکم ہے پہلے)** جب فارس پر روم کا غلبہ نہ ہوا تھا، **(اور پیچھے)** جب روم فارس پر غالب ہو گیا۔ یعنی ہر وقت اللہ تعالیٰ ہی کا حکم جاری ہے اور سب کام اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔

بعض بزرگوں نے کہا کہ قبل 'ازل' ہے اور بعد 'ابد'، یعنی 'امرِ ازلی وابدی' اُسی کو ہے، اس واسطے کہ وہ خداوند ازلی وابدی ہے۔

(اور اُس دن) یعنی جب رومی فارسیوں پر غلبہ کریں گے **(خوش ہو جائیں گے ایمان والے اللہ)** تعالیٰ **(کی مدد)** کے سبب **(سے)**، کہ وہ اہلِ کتاب کو مدد اور فتح دے گا اُس قوم پر جو کتاب نہیں رکھتے۔

اِس واسطے کہ فارس کی فتح کا اُلٹ جانا نیک فال ہے مسلمانوں کے واسطے، اور ایمان والوں کی دی ہوئی خبر کا صدق ظاہر کرنا ہے، اور کی ہوئی شرط کا لینا ہے، اور صحابۂ کرام کے یقین کا زیادہ ہونا ہے، تو ضرور ایمان والے خوش وخرم ہوں گے۔

اور بعضوں نے کہا کہ مسلمانوں کی خوشی کا باعث یہ ہے کہ رومیوں اور فارسیوں کی لڑائی میں بعضے دین کے دشمنوں نے بعض پر غلبہ کیا۔ ایک جماعت کو نیست و نابود کر دیا، اور اُس کی کیفیت اِس طرح پر ہے کہ شہریار اور فرخان ملک روم کے بعضے شہروں پر غالب ہوئے، اور پرویز بعض اہلِ غرض کی غمازی اور چغلی کھانے سے دونوں بھائیوں سے ناراض ہوا، اور اُس نے چاہا کہ ایک کو دوسرے کے ہاتھ سے ہلاک کرے۔ دونوں بھائی اِس حال کی حقیقت سے واقف ہو گئے اور قیصرِ روم کو یہ کیفیت لکھی اور نصاریٰ ہو گئے، اور پھر لشکرِ روم کے سپہ سالار

ہو کے فارسیوں کو مغلوب کیا اور اُن کے بعضے شہر فتح کر لیے۔ قصہ مختصر اللہ تعالیٰ کی نصرت سے اہلِ کتاب کو غلبہ حاصل ہو گیا، اور۔۔۔

(وہ) ربِّ کریم (مدد فرمائے جس کی چاہے اور وہ غلبہ والا) ہے انتقام لیتا ہے ایک گروہ سے اور (رحم والا ہے)۔۔چنانچہ۔۔غلبہ دیتا ہے ایک گروہ کو دوسرے گروہ پر۔

وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ⑥

اللہ کا وعدہ۔ نہ خلاف کرے گا اللہ اپنے وعدے کا۔ لیکن بہتیرے لوگ بے علم ہیں●

(اللہ) تعالیٰ (کا وعدہ) غلبۂ رُوم کا ۔۔یا۔۔ مسلمانوں کی خوشی کا، برحق ہے جو پورا ہو کے رہے گا، کیونکہ (نہ خلاف کرے گا اللہ) تعالیٰ (اپنے وعدے کا)۔ اس لیے کہ جھوٹ اُس پر محال ہے بلکہ وہ اپنا وعدہ سچ ہی کرتا ہے، (لیکن بہتیرے لوگ بے علم ہیں) جو نہیں جانتے اُس کے وعدہ کی صحت اور سچائی۔

يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ښ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ⑦

وہ لوگ جانتے ہیں دُنیاوی زندگی کے ظاہر حال کو، اور آخرت سے وہ سب لوگ غافل ہیں●

(وہ لوگ) تو (جانتے ہیں) صرف (دُنیاوی زندگی کے ظاہر حال کو) یعنی دُنیاوی زندگی میں سے دُنیا کا مال و متاع، جاہ و دولت ۔۔یا۔۔ معیشتوں اور تجارتوں کے اسباب۔

ایک تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے، کہ دُنیا سے مراد مکان بنانا، کھیتی کرنا، نہریں جاری کرنا اور کھیت اور باغ میں پانی لانا، کیونکہ اکثر دُنیا کے لوگ اُس کے قواعد جانتے ہیں۔

(اور آخرت سے) کہ غایت مقصود وہی ہے، (وہ سب لوگ غافل ہیں) اور بے خبر ہیں۔

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۣ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

کیا اُنہوں نے نہیں سوچا اپنے دلوں میں۔۔کہ "نہیں پیدا فرمایا اللہ نے آسمانوں اور زمین کو،

وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ

اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے مگر درست، اور مقرر میعاد کے لیے۔" اور بے شک بہتیرے لوگ

بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ⑧

اپنے رب کے ملنے سے انکار کرنے والے ہیں●

(کیا انہوں نے نہیں سوچا اپنے دِلوں میں) اور اپنی ذاتوں میں، جو ممکنات کا آئینہ ہے، یعنی جو کچھ آفاق میں ہے اُس کی نمود نفسوں میں پاسکتے ہیں۔

۔۔یا یہ معنی، کہ۔۔

اپنے کاموں میں کیوں تفکر نہیں کرتے، تاکہ اپنے پہلے پہل پیدا ہونے سے دوبارہ قیامت کے دن اٹھنے پر دلیل پکڑیں۔ کیوں (کہ نہیں پیدا فرمایا اللہ) تعالیٰ (نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ اِن کے درمیان ہے مگر درست)، حکمت کے ساتھ۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ زمین آسمان اور جو کچھ ان دونوں میں ہے، اُس کا پیدا کرنا کھیل کے واسطے نہیں، بلکہ اُس کا پیدا کرنا اس واسطے ہے کہ حضرتِ باری تعالیٰ کی توحید پر اُس سے دلیل پکڑیں۔

(اور) یہ سب (مقرر میعاد کے لیے) ہیں۔ جب وقت آپہنچے گا تو یہ سب نہایت کو پہنچ جائیں گے۔ اِس سے قیامت کا دن مراد ہے۔ (اور بے شک بہتیرے لوگ اپنے رب کے ملنے سے) یعنی قیامت کے دن سے، جو کہ لقاءِ الٰہی کا وقت ہے (اِنکار کرنے والے ہیں)، اِس پر ایمان لانے والے نہیں۔ اور یہ اِس لیے کہ وہ اپنے اِس کفر و اِنکار کے انجام سے غافل و بے خبر ہیں۔ یہ لوگ اپنے پہلوں کے انجام سے بھی عبرت حاصل نہیں کرتے۔۔تو۔۔

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ

کیا اُنہوں نے سیر نہ کی زمین میں، کہ دیکھیں کہ " کیسا ہوا انجام اُن سے

مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ

پہلوں کا؟" تھے وہ ان سے زیادہ زور میں، اور اُنہوں نے زمین توڑی، اور اس کو بسایا تھا

اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ فَمَا كَانَ اللّٰهُ

اس سے زیادہ جو اُنہوں نے بسایا ہے، اور لائے تھے اُن کے پاس اُن کے رسول نشانیاں، تو اللہ نہیں تھا

لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ۭ۹

کہ ظلم کرتا اُن پر، لیکن ہاں وہ اپنے اوپر خود ظلم کرتے تھے ●

(کیا انہوں نے سیر نہ کی زمین میں) اور تجارت کے وقت عاد و ثمود کے علاقوں اور اُن کے رہنے کے مکانوں کی تباہی کے آثار کا مشاہدہ نہیں کیا؟۔۔الغرض۔۔انہوں نے ان کے علاقوں کی سیر

اِس ارادے سے نہیں کی (کہ دیکھیں کہ کیسا ہوا انجام اِن سے پہلوں کا)، درآنحالیکہ (تھے وہ اِن) اہلِ مکہ (سے زیادہ زور میں)، جیسے قومِ عاد اور ثمود کے لوگ (اور) مثل ان کے، کہ (انہوں نے زمین توڑی) یعنی بیج بونے، درخت لگانے، کھانے نکالنے اور پانی لینے کے واسطے زمین پھاڑی (اور اس کو بسایا تھا اس سے زیادہ جو اِنہوں نے) یعنی مکہ والوں نے (بسایا ہے)۔

اس لیے کہ مکہ والے اس میدان کے رہنے والے ہیں کہ یہاں کھیت نہ تھا۔۔یا یہ کہ۔۔

وہ لوگ عمر رکھتے تھے دُنیا میں کفارِ قریش کی عمروں سے زیادہ۔

(اور لائے تھے اُن کے پاس اُن کے رسول نشانیاں)۔ کھلی ہوئی آیات۔۔یا۔۔ظاہر معجزے، تو وہ کافر اُن پر ایمان نہیں لائے، تو حق تعالیٰ نے اُن سب کو ہلاک کر دیا۔ (تو اللہ) تعالیٰ (نہیں تھا کہ ظلم کرتا اُن پر) کہ بغیر رسول بھیجے اور بغیر کفر و تکذیب کے اُن کو ہلاک کر دیتا۔ (لیکن ہاں!) عذابوں کے موجبات اور اسباب کے باعث، (وہ اپنے اوپر خود ظلم کرتے تھے)۔

ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰۤى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

پھر ہو گیا انجام اُن کا، جنہوں نے خوب بُرائی کی، کہ جھٹلانے لگے اللہ کی آیتیں،

وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۰﴾ ع

اور اُن سے ٹھٹھے کرتے تھے●

(پھر ہو گیا) بُرا (انجام اُن کا جنہوں نے خوب بُرائی کی) کیوں (کہ جھٹلانے لگے اللہ) تعالیٰ (کی آیتیں)، یعنی انہوں نے قرآن کو نہ مانا۔۔یا۔۔دلائلِ قدرت کے سبب سے اُنہوں نے عبرت نہ پکڑی۔ (اور ان) آیتوں (سے ٹھٹھے کرتے تھے) اور اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ خاص طور پر جب بعث وحشر کا ذکر سنتے، تو بطورِ استہزا اپنی حیرت و استعجاب کا اظہار کرتے، حالانکہ پیدا فرمانا، پھر موت طاری کرنا، اور پھر دوبارہ زندگی دینا، اُن میں سے کوئی بھی چیز قدرتِ الٰہی سے باہر نہیں ہے۔۔چنانچہ۔۔

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَيَوْمَ

اللہ ابتدا فرمائے خلق کی، پھر دوبارہ لائے گا اس کو، پھر اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے● اور جس دن

تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۲﴾

کھڑی ہو جائے گی قیامت، تو مایوس ہوں گے مجرم لوگ●

(اللہ) تعالیٰ وہ ہے جو (ابتداءِ فرمائے خلق کی)، پھر اُسے جب چاہے فنا کردے گا، (پھر دوبارہ لائے گا اس کو) اور اُسے وجود بخشے گا موت وفنا کے بعد، (پھر اُسی کی) جزا اور اس کے حکم کی (طرف لوٹائے جاؤگے ○ اور جس دن کھڑی ہوجائے گی قیامت، تو مایوس ہوں گے مجرم لوگ) یعنی مشرکین ناامید ہوجائیں گے اور حجت منقطع ہوجائے گی۔

وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳﴾

اور نہ رہے اُن کے لیے اُن کے معبودوں سے، کوئی سفارش والے۔ اور وہ خود اپنے معبودوں کے منکر ہوگئے●

(اور) صاف نظر آئے گا کہ (نہ رہے اُن کے لیے اُن کے معبودوں سے کوئی سفارش والے)۔ یعنی خداؤں میں سے جن کا نام انہوں نے شریک رکھا تھا، جیسے فرشتے اور بت، اُن میں سے اُن کا کوئی نہ ہوگا جو اُن کی شفاعت کرے۔ یعنی یہ کافر دُنیا میں کہتے تھے کہ ہمارے خدا ہماری شفاعت کریں گے اور اُس دن کافر اُن کی شفاعت سے محروم رہیں گے۔ بلکہ صورتِ حال یہ ہوگی (اور) یہ منظر سامنے ہوگا کہ (وہ خود اپنے معبودوں کے منکر ہوگئے)۔ یعنی جب وہ اپنے مطلوب سے ناامید ہوں گے، تو اپنے خداؤں سے بیزار ہوجائیں گے۔

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴿۱۴﴾

اور جس دن قائم ہوگی قیامت، تو اُس دن سب الگ الگ ہوجائیں گے●

(اور) یہ حقیقت ظاہر ہوجائے گی کہ (جس دن قائم ہوگی قیامت، تو اُس دن سب الگ الگ ہوجائیں گے) یعنی لوگ ایک دوسرے سے جدا ہوجائیں گے۔ ایک گروہ اَعْلٰی عِلِّیِّیْن کی طرف جائے گا اور ایک گروہ اَسْفَلَ سٰفِلِیْن میں گر پڑے گا۔ ایک تو 'درجہ وصلت' پر ہوگا، اور ایک 'درکہ فرقت' میں پڑے گا۔ کچھ تو محبت کے تخت پر ہوں گے اور کچھ محنت ومصیبت کی چٹان پر۔ بعض کو طرح طرح کا ثواب ہوگا اور بعض پر قسم قسم کا عذاب ہوگا۔۔ الغرض۔۔ ایک گروہ 'دولتِ مواصلت' سے نازش کرے گا، اور ایک گروہ 'آتشِ مفارقت' میں جلے بھنے گا۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ﴿۱۵﴾

تو جو ایمان لاچکے اور صلاحیت کے کام کیے، تو وہ جنت کی کیاری میں ہیں، وہ خوش کیے جائیں گے●

(تو جو ایمان لا چکے اور صلاحیت کے کام کیے، تو وہ جنت کی کیاری میں ہیں، وہ خوش کیے جائیں گے) یعنی وہ ایسے باغ میں خوش کیے گئے ہوں گے جو پھلا پھولا سرسبز وشاداب ہوگا، نہریں اُس میں چھلکتی ہوں گی، اور وہ نیک لوگ اُس میں ایسے خوش ہوں گے، کہ خوشی کا اثر اُن کے چہروں سے ظاہر ہوگا۔۔یا۔۔بزرگی کیے گئے اور نعمت دیے گئے۔۔یا۔۔انہیں حلّوں سے آراستہ کیا جائے گا۔ اُن کو تاج پہنائے جائیں گے، اور اُن کو ایسی اچھی آواز سنائی جائے گی، کہ اُس کے سننے کے برابر کسی چیز میں لذت نہ ہوگی۔

۔۔المختصر۔۔خدا کے دوست بہشت کے باغوں میں چمنستانِ انس کے درمیان خوشی کے ساتھ یہ سماع کریں گے کہ **فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ** اور حضرت داوٗد علیہ السلام کو حکم پہنچے گا، کہ وہ دلپذیر نغمہ اور شوق انگیز تر آواز جو ہم نے تم کو عطا کی ہے، اُس سے زبور پڑھو۔ اَے موسیٰ! تم توریت پڑھو۔ اَے عیسیٰ! تم انجیل پڑھنے میں مشغول ہو۔ اَے طوبیٰ! دِل آراستہ کرنے والی آواز میری تسبیح کے ساتھ نکال۔ اَے اسرافیل! تُو قرآن شروع کر۔

امام ثعلبی امام اوزاعی رحمہما اللہ سے نقل کرتے ہیں، کہ حضرت اسرافیل سے زیادہ کوئی خوش آواز نہیں۔ جب وہ خوش آوازی کرتے ہیں، تو سب فرشتے اپنے اوراد اور افکار سے باز رہتے ہیں۔ حاصلِ کلام یہ ہے کہ انوارِ تجلی کے مشاہدہ کے بعد جنت میں سب سے بہتر لذت سماع کی ہوگی۔

وَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ

اور جنہوں نے نہ مانا، اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو، اور آخرت کے ملنے کو،

فَاُولٰٓئِكَ فِی الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۱۶﴾

تو وہ سب عذاب میں دھر لیے جائیں گے●

(اور) ایمان والوں کے برعکس (جنہوں نے نہ مانا اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو)، یعنی قرآن کو ۔۔یا۔۔قدرت کی دلیلوں کو، (اور) نہ تسلیم کیا (آخرت کے ملنے کو) یعنی حشر ونشر کو، (تو وہ سب عذاب میں دھر لیے جائیں گے)۔

اوپر کے بیان سے ظاہر ہوگیا کہ خدا کی تسبیح وتحمید جنتیوں کا پسندیدہ عمل ہے، اور تسبیحِ ربانی اور تحمیدِ خداوندی کی آواز بہشتیوں کے لیے سب سے پسندیدہ اور پیاری آواز ہے۔۔۔

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَ حِیْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾

تو پاکی ہے اللہ کی جس وقت تم لوگ شام کرو، اور جس وقت صبح کرو●

(تو) دِل کے اخلاص کے ساتھ کہتے رہو، کہ (پاکی ہے اللہ) تعالیٰ (کی جس وقت تم لوگ شام کرو) یعنی مغرب وعشاء کی نماز پڑھتے رہو، (اور جس وقت صبح کرو)۔اس سے نمازِ فجر مراد ہے۔

وَلَهُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ عَشِیًّا وَّ حِیْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾

اور اُسی کی حمد ہے آسمانوں اور زمین میں، اور سرِشام، اور جب دوپہر کرو●

(اور) جان لو کہ (اُسی کی حمد ہے آسمانوں میں اور زمین میں) یعنی جو کوئی آسمان اور زمین میں ہے وہ اُس کی حمد کرتا ہے، زبانِ حال سے بھی اور زبانِ قال سے بھی۔(اور) نماز پڑھو (سرشام) یعنی آخر دن کے کنارے عصر کی۔(اور جب دوپہر کرو) اور ظہر کے وقت میں داخل ہو جاؤ، تو نمازِ ظہر پڑھو۔

مذکورہ بالا ارشاد میں مغرب وعشاء اور نماز فجر یعنی جہری نمازوں کے ذکر کو تسبیح کے ذکر سے ملایا ہے، کیوں کہ تسبیح کا معنی ہے بلند آواز کرنا، تو یہ جہری نمازوں کے مناسب ہے۔اور حمد کے لیے بلند آواز ضروری نہیں ہے، تو اسے سِرّی نمازوں سے ملانے میں کافی مناسبت ہے۔
اوپر حمد وتسبیح کا ذکر ہے اور اختیاری خوبیوں پر تعریف کرنے کو حمد کہتے ہیں۔اور چونکہ اللہ تعالیٰ تمام کمالاتِ جمالیہ وجلالیہ والا ہے، تو حقیقتاً وہی حمد کے لائق ہے۔۔یوں ہی۔۔وہی حقیقی طور پر تمام عیوب ونقائص سے پاک ہے، اِسی لیے صرف وہی حقیقتاً تسبیح وتنزیہہ کا مستحق ہے، تو آگے کے ارشادات میں اُسی کی قدرتِ کاملہ اور اختیارِ کلی کے جلوے پیش کیے گئے ہیں اور جا بجا اُسی سے حشر ونشر پر دلیل قائم کی گئی ہے۔۔چنانچہ۔۔ارشاد ہوتا ہے، کہ۔۔۔

یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ یُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ

وہ نکالے زندہ کو مُردہ سے، اور نکالے مُردہ کو زندہ سے،

وَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ وَ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۹﴾ ع

اور جلا دے زمین کو اُس کے مرنے کے بعد۔اور اُسی طرح تم لوگ بھی نکالے جاؤ گے●

(وہ نکالے زندہ کو مُردہ سے) جیسے بڑے پیڑ گٹھلی سے اور چھوٹے بوٹے بیج سے، اور پرند

انڈے سے اور انسان نطفہ سے۔۔یا۔۔مصلح کو مفسد سے اور موٴمن کو کافر سے اور عالم کو جاہل سے پیدا کرنا ہے۔(اور نکالے مُردہ کو زندہ سے) جیسے اس کا عکس جو مذکور ہوا، یعنی بڑے پیڑ سے گٹھلی اور چھوٹے بوٹے سے بیج، اور پرندے سے انڈا اور انسان سے نطفہ۔۔یا۔۔مصلح سے مفسد، عالم سے جاہل، موٴمن سے کافر وغیرہ۔(اور جِلا دے زمین کو اُس کے مرنے کے بعد) یعنی اس کے مُردہ اور افسردہ ہو جانے کے بعد اس کو سبزہ زار بنا دے، تو جس طرح وہ مُردہ زمین کو دوبارہ زندہ کر دیتا ہے، اسی طرح مُردہ انسانوں کو بھی دوبارہ زندہ فرمائے گا (اور) اُنہیں حیات بخشے گا۔۔الغرض۔۔(اِسی طرح تم لوگ بھی نکالے جاؤ گے) اپنی قبروں سے۔

اِس رکوع میں جتنی آیات ہیں اِن سب میں بھی یہی دلائل دیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے بعد تمام مُردہ انسانوں کو دوبارہ زندہ فرمائے گا، اور اس کے ساتھ یہ دلائل بھی ہیں، کہ یہ پوری کائنات کوئی اتفاقی حادثہ نہیں، اور نہ بہت سے خداؤں کی اجتماعی کوشش کا نتیجہ ہے۔۔بلکہ۔۔یہ کائنات اُس خدائے واحد کی تخلیق کا عظیم شاہکار ہے۔اِس مطلوب پر اللہ تعالیٰ نے پہلے انسان کی پیدائش سے استدلال ذکر فرمایا ہے۔۔چنانچہ۔۔ارشاد ہوتا ہے۔۔۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ﴿۲۰﴾

اور اُس کی نشانیوں سے ہے کہ پیدا فرمایا تمہیں مٹی سے، پھر اب تم چہرے مہرے والے ہو، پھیلتے جاتے ہو●

(اور) فرمایا جاتا ہے، کہ (اُس کی نشانیوں سے ہے کہ پیدا فرمایا تمہیں) یعنی تمہاری اصل آدم علیہ السلام کو (مٹی سے، پھر اب تم چہرے مہرے والے ہو، پھیلتے جاتے ہو) زمین میں اسبابِ معیشت میں تصرف کرنے کے واسطے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا

اور اُس کی نشانیوں سے ہے کہ پیدا فرمایا تمہارے لیے، تمہیں سے جوڑے، کہ آرام پاؤ اُن کی طرف۔

وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

اور کر دیا تمہارے درمیان محبت اور رحمت۔بے شک اِس میں ضرور نشانیاں ہیں

لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾

اُن کے لیے جو سوچیں●

(اور اُس کی) قدرت کی (نشانیوں سے ہے کہ پیدا فرمایا تمہارے لیے تمہیں سے) یعنی تمہاری جنس سے (جوڑے)، عورتیں، تا (کہ آرام پاؤ اُن کی طرف) یعنی تا کہ ہم جنس ہونے کے سبب تم اُن کی طرف میل کرو اور اُن سے آرام وسکون حاصل کرو۔ اس واسطے کہ ہم جنس ہونا باہم میل کرنے کا سبب ہے، اور مخالفت باہم نفرت کرنے کا باعث ہے۔ (اور) کرم بالائے کرم دیکھو! کہ (کردیا تمہارے درمیان محبت اور رحمت) یعنی ظاہر کی تمہارے اور تمہاری عورتوں کے درمیان دوستی اور مہربانی۔

خیال رہے کہ عورتوں کے ساتھ محبت تو فقط عقد تزویج ہوتے ہی ہو جاتی ہے اور مہربانی لڑکا جننے کے سبب سے ہوتی ہے۔۔یا۔محبت تو کمسنوں کے ساتھ ہوتی ہے اور مہربانی بوڑھیوں پر۔

(بے شک اِس میں) یعنی عورتوں کو بشریت میں مَردوں کے مشابہ اور ہم شکل پیدا کرنے میں (ضرور نشانیاں ہیں اُن کے لیے جو سوچیں)۔یعنی جو فکر ونظر سے کام لیتے ہیں اور پھر اُس کی حکمت پر مطلع ہو جاتے ہیں۔

اِس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید پر وہ نشانیاں بتائی تھیں جو انسان کے اپنے نفس میں ہیں۔اب اپنی توحید کی وہ نشانیاں بتا رہا ہے جو اس خارجی کائنات میں ہیں۔۔چنانچہ۔۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ

اور اُس کی نشانیوں سے ہے پیدا فرمانا آسمانوں اور زمین کو، اور جُدا جُدا ہونا تمہاری زبانوں

وَاَلْوَانِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿۲۲﴾

اور رنگتوں کا۔ بے شک اِس میں یقیناً نشانیاں ہیں جاننے والوں کے لیے●

حق تعالیٰ (اور) ربِّ قدیر ارشاد فرماتا ہے، کہ (اُس کی نشانیوں سے ہے پیدا فرمانا) عظیم الشان (آسمانوں اور) طویل وعریض (زمین کو، اور جدا جدا ہونا تمہاری زبانوں) کا۔تو تم میں سے کوئی بلند آواز سے بات کرتا ہے، کوئی آہستہ سے، کوئی فصاحت کے ساتھ کوئی ہکلا کے۔مختلف زبانوں میں، عربی فارسی ترکی ہندی وغیرہ ہیں۔

منقول ہے کہ سب مختلف زبانوں کی اصل بہتر [۷۲] ہیں۔انیس [۱۹] اولادِ سام میں، ستر‌ہ [۱۷] حام کی اولاد میں، اور چھتیس [۳۶] اولادِ یافث میں۔اُس کے بعد شاخ درشاخ جو زبانیں نکلتی گئیں

اُن کا شمار مشکل ہے اور غیر مفید بھی ہے، جس سے کوئی خاص فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

(اور) جس طرح زبانوں کا اختلاف قدرتِ خداوندی کی ایک نشانی ہے، اسی طرح **(رنگتوں کا)** اختلاف بھی خدا کی قدرت کی عظیم نشانی ہے۔۔ چنانچہ۔۔ کوئی سرخ ہے تو کوئی سفید، کوئی زرد ہے تو کوئی سیاہ۔۔ یا۔۔ اعضا اور ہیئتوں اور شکلوں میں، کہ کوئی آدمی سب چیزوں میں دوسرے کے مشابہ نہیں، یہاں تک کہ جو دولڑ کے جڑواں پیدا ہوتے ہیں، باوجود اِس کے کہ ایک ہی ماڈے اور ایک ہی ماں باپ سے پیدا ہوتے ہیں، مگر اُن کی بھی کسی نہ کسی چیز میں فرق ہوتا ہے۔

(بے شک اِس میں) یعنی آدمیوں کی زبانیں اور رنگ مختلف ہونے میں، باوصف اِس کے کہ ایک ہی ماں باپ سے پیدا ہوئے ہیں، **(یقیناً نشانیاں ہیں جاننے والوں کے لیے)**، جو ان میں غور وفکر کرتے ہیں اور اس کی کنہ تک پہنچتے ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان میں نشانیاں ہے اہلِ عالم یعنی فرشتہ، جن اور انسان کے لیے۔۔ الختصر۔۔ کسی عقل والے پر یہ بات پوشیدہ نہیں، کہ اِس اختلاف میں حکمتِ کلی مندرج اور شامل ہے، اس واسطے کہ اگر اس وجہ پر اختلاف نہ ہوتا، تو شخصوں میں امتیاز مشکل پڑتا اور بہت کام نہ ہو سکتے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ

اور اُس کی نشانیوں سے ہے تمہارا سونا، رات اور دن، اور تمہارا تلاش کرنا اُس کے فضل کو۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝۲۳

بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں اُن کے لیے جو گوش ہوش رکھتے ہوں●

(اور) یوں ہی **(اُس کی)** قدرتِ کاملہ کی **(نشانیوں سے ہے تمہارا سونا رات اور دن)** میں، قوائے نفسانی کی استراحت اور قوائے طبیعی کی قوت کے واسطے، **(اور تمہارا تلاش کرنا اُس کے فضل کو)** یعنی اُس کے فضل سے اپنی روزی کو۔۔ الختصر۔۔ رات و دن معاش ڈھونڈنا۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ سونا مخصوص ہے رات کے ساتھ، اور روزی ڈھونڈنا دن کے ساتھ۔ دن کی ابتداء رات سے ہوتی ہے، تو اُس کا ذکر پہلے ہے کہ وہ آرام کے لیے ہے، اور دن رات کے بعد آتا ہے اس لیے اس کا ذکر بعد میں ہے کہ وہ کام کے لیے ہے۔ ہاں دن میں بھی مختصر سے وقت کے

لیے قیلولہ کرنا، تو وہ بھی باقی اوقات میں تازہ دم ہوکر کام کی استعداد پیدا کرنے کے لیے ہے، اس لیے اس کا بھی شمار دن ہی کے مشاغل ومقاصد میں ہوگا۔ (بے شک اس) رات کے سونے اور دن کو معیشت ڈھونڈنے (میں ضرور نشانیاں) عبرتیں اور دلالتیں (ہیں اُن کے لیے جو گوش ہوش رکھتے ہوں) اور سماعِ قبول سے سنتے ہوں اور حکیمانہ نظر سے دیکھتے ہوں۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

اور اُس کی نشانیوں سے ہے کہ دکھاتا رہتا ہے تمہیں بجلی، ڈراتی اور لالچ لگاتی، اور اُتارتا ہے آسمان کی طرف سے پانی،

فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿٢٤﴾

تو زندہ کردیتا ہے اِس سے زمین کو اُس کے مرنے کے بعد۔ بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں اُن کے لیے جو عقل رکھتے ہیں●

(اور اُس کی) حکمت کی (نشانیوں سے ہے کہ دکھاتا رہتا ہے تمہیں بجلی) جو بطورِ خاص تمہارے مسافروں کو (ڈراتی) ہے۔۔ چنانچہ۔۔ انہیں اپنے اوپر گرنے کا اندیشہ ہوجاتا ہے۔ (اور) تمہارے مقیم لوگوں کو (لالچ لگاتی) ہے اور بارش کی امید دلاتی ہے۔ (اور اُتارتا ہے آسمان کی طرف سے پانی، تو زندہ کردیتا ہے اُس سے زمین کو) یعنی اس میں تروتازہ گھاس اُگتی ہے (اس کے مرنے) یعنی افسردہ وپژمردہ ہونے (کے بعد۔ بے شک اِس) برق وباراں (میں ضرور نشانیاں ہیں) قدرتِ الٰہی پر (اُن کے لیے جو عقل رکھتے ہیں) اور سمجھتے ہیں کہ ہرنئی پیدا ہوئی چیز میں حق تعالیٰ کے کمالِ قدرت کا ظہور ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ

اور اُس کی نشانیوں سے ہے یہ، کہ قائم ہیں آسمان وزمین اُس کے حکم سے۔ پھر جہاں اُس نے ایک پکار تمہیں

دَعْوَةً ۖۗ مِّنَ الْاَرْضِ ۖۗ اِذَاۤ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿٢٥﴾

پکارا۔ زمین سے، فوراً تم نکل پڑوگے●

(اور اُس کی) قدرت کی (نشانیوں سے ہے یہ، کہ قائم ہیں آسمان) بے ستون، (وزمین) پانی پر (اُس کے حکم سے) اور اُس کی نگہبانی سے جو ان کے ساتھ علاقہ رکھتی ہے۔ (پھر جہاں اُس نے) بذریعہ صورِ اسرافیل (ایک پکار تمہیں پکارا)، کہ اَے مُردو! نکلو (زمین سے)، تو (فوراً تم نکل پڑوگے) اپنی قبروں سے۔ خلق کا قبروں سے نکلنا بھی اُس کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

وَلَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۲۶﴾

اور اُسی کا ہے جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں۔ سب اُس کے فرمانبردار ہیں●

(اور اُسی کا ہے جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں)۔ سب کا خالق و مالک اور رب وہی ہے، اور (سب) موت و زندگی، حشر و نشر میں (اُس کے فرمانبردار ہیں) جو اِن احوال میں اُس کے حکم سے سرکشی نہیں کر سکتے۔

وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ

اور وہی ہے جو ابتدا فرماتا ہے خلق کی، پھر دوبارہ لائے گا اُنہیں، اور یہ زیادہ آسان ہے اُس پر۔ اور اُسی کی شان

الْاَعْلٰی فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۷﴾

بلند و بالا ہے آسمانوں اور زمین میں۔ اور وہ غلبہ والا حکمت والا ہے●

(اور وہی) قادرِ مطلق (ہے جو ابتداء فرماتا ہے خلق کی، پھر دوبارہ لائے گا انہیں۔ اور یہ) دوبارہ زندہ کرنا (زیادہ آسان ہے اُس پر) جیسا کہ پہلی بار پیدا کرنا اُس پر آسان تھا۔۔ الحاصل۔۔ ربِّ قدیر پر دونوں باتیں آسانی میں یکساں ہیں۔۔ یا۔۔ تمہارے اعتقاد کے موافق دوبارہ بنانا پہلی مرتبہ بنانے سے زیادہ آسان ہے۔ پھر جب تم اِس بات کے قائل ہو کہ پہلی بار اُس نے پیدا کیا، تو دوبارہ پیدا کرنے سے کیوں منکر ہو۔

۔۔ المختصر۔۔ پہلی بار اور دوبارہ پیدا کرنا اُس کی قدرت کے آگے یکساں ہے۔ (اور) یہ اِس لیے کہ (اُسی کی شان بلند و بالا ہے)۔ وہ قدرتِ کاملہ، حکمتِ شاملہ، وحدتِ ذات، اور عظمتِ صفات والا ہے۔ (آسمانوں اور زمین میں) ہر جگہ اُسی کی قدرتِ کاملہ کا ظہور ہے۔ (اور وہ غلبہ والا) ہے، یعنی وہ غالب ہے عاجز نہیں، کہ ممکن کو پیدا نہ فرما سکے۔۔ یا۔۔ پیدا فرما کر موت دے کر پھر دوبارہ زندہ نہ کر سکے۔ اور وہ (حکمت والا ہے) اور صواب و درست کو خوب جاننے والا ہے، اِس واسطے کہ اُس کے افعال اُس کی حکمت کے موافق ہوتے ہیں۔

اِس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے شرک کے ابطال پر متعدد دلائل قائم فرمائے تھے، اور اب اگلی آیتوں میں شرک کے رَد پر ایک واضح حسّی دلیل بیان فرما رہا ہے۔۔ چنانچہ۔۔

ضَرَبَ لَكُمۡ مَّثَلًا مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ ؕ هَلۡ لَّكُمۡ مِّنۡ مَّا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ

ایک تمہاری ضرب المثل بنائی خود تمہیں سے کہ "کیا تمہارا کوئی زیردست غلاموں سے،

مِّنۡ شُرَكَآءَ فِىۡ مَا رَزَقۡنٰكُمۡ فَاَنۡتُمۡ فِيۡهِ سَوَآءٌ تَخَافُوۡنَهُمۡ كَخِيۡفَتِكُمۡ

کوئی شریک ہے، اُس مال میں جو ہم نے تمہیں دے رکھا ہے، کہ تم اُس میں برابر برابر ہو، اُن سے ڈرتے رہے ہو، جیسے اپنوں سے

اَنۡفُسَكُمۡ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الۡاٰيٰتِ لِقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ ۝۲۸

تمہارا ڈرنا ہے؟ اِس طرح ہم مفصل بیان کرتے ہیں آیتوں کو اُن کے لیے جو عقل سے کام لیں●

حق تعالیٰ نے (**ایک تمہاری ضرب المثل بنائی خود تمہیں سے**) یعنی تمہاری ذاتوں کے احوال سے، (کہ) اَے آزادلوگو! (**کیا تمہارا کوئی زیردست غلاموں سے کوئی شریک ہے اُس مال میں جو ہم نے تمہیں دے رکھا ہے، کہ تم اُس میں برابر برابر ہو**)۔ یعنی جس طرح تم اپنے مال اور ملک میں تصرف کرتے ہو اس طرح وہ بھی کر سکتے ہوں۔ اور (**اُن سے ڈرتے رہتے ہو**) کہ کہیں وہ تصرف میں مستقل نہ ہو جائیں، (**جیسے اپنوں سے تمہارا ڈرنا ہے**)۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اَے لونڈی اور غلاموں کے مالکو! کیا تم اپنے لونڈی غلاموں کو اپنے ملک و مال میں شریک کرتے ہو، کہ اُس پر تسلط اور تصرف کرنے میں تم اور وہ برابر ہو، اور اُن کے ہمیشہ مستقل قابض و متصرف ہونے سے ڈرتے ہو۔

بعض تفسیروں میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے یہ آیت سردارانِ قریش کے سامنے پڑھی، تو وہ بولے کہ ہرگز نہیں۔ واللہ نہ ہوگا ایسا کبھی۔ پس آنحضرت نے فرمایا کہ تم اپنے لونڈی غلاموں کو اپنی ملک میں شرکت نہیں دیتے ہو، تو مخلوق جو خدا کے بندے ہیں انہیں اُس کی ملک میں کیونکر شریک کرتے ہو۔

(**اس طرح**) یعنی اسی تفصیل کے مطابق (**ہم مفصل بیان کرتے ہیں**) اپنی وحدانیت کی (**آیتوں**) اور دلیلوں (**کو اُن کے لیے جو عقل سے کام لیں**) یعنی اس گروہ کے واسطے جو لوگ اپنی عقل مثالیں سوچنے سمجھنے میں لگاتے ہیں۔ مگر منکر اور ظالم لوگ ان باتوں کی حقیقت سے بے خبر ہیں۔۔۔

بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَهۡوَآءَهُمۡ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ ۚ فَمَنۡ يَّهۡدِىۡ

بلکہ پیچھے لگ گئے ظالم لوگ اپنی خواہشوں کے، بے جانے بوجھے۔ تو کون راہ دے اُسے

مَنۡ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَا لَهُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِيۡنَ ۝۲۹

جسے بے راہ رکھا اللہ نے، اور نہیں ہے اُن کا کوئی مددگار●

مُنِیۡبِیۡنَ اِلَیۡهِ وَ اتَّقُوۡهُ وَ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوةَ وَ لَا تَكُوۡنُوۡا

اُس کی طرف جھکتے ہوئے اور اُسے ڈرو، اور پابندی کرتے رہو نماز کی، اور نہ ہو کبھی

مِنَ الۡمُشۡرِكِیۡنَ ﴿۳۱﴾

شرک کرنے والوں سے●

(اس کی طرف جھکتے ہوئے) اور غیرِ حق سے منہ پھیرتے ہوئے اور اعراض کرتے ہوئے نظر آؤ۔

انابت خلق سے حق کی طرف رجوع کرنا ہے اور منیب اُسے کہتے ہیں جس کو حق تعالیٰ کے سوا کسی اور طرف رجوع نہ ہو۔

۔۔الغرض۔۔ اَے رسول کے امتیو! اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہو (اور اُسے ڈرو اور پابندی کرتے رہو نماز کی، اور نہ ہو کبھی شرک کرنے والوں سے) قصداً نماز ترک کر کے، اس واسطے کہ قصداً ترکِ نماز کافرانہ اور مشرکانہ فعل ہے۔۔اور۔۔

مِنَ الَّذِیۡنَ فَرَّقُوۡا دِیۡنَهُمۡ وَ كَانُوۡا شِیَعًا ؕ كُلُّ حِزۡبٍۭ

ان لوگوں سے جنہوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اپنا دین، اور ہو گئے شیعہ شیعہ، ہر گروہ

بِمَا لَدَیۡهِمۡ فَرِحُوۡنَ ﴿۳۲﴾

جو اُن کے نزدیک ہے، اُسی سے خوش ہیں●

(اُن لوگوں سے جنہوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اپنا دین اور ہو گئے شیعہ شیعہ) اِس سے مشرکین مُراد ہیں جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا اور اُس سے الگ رہ کر مختلف راہ پر چلتے رہے۔ کچھ بُت پوجنے لگے، کچھ نے فرشتوں کی پرستش اختیار کی، اور کچھ ستاروں کے پجاری ہو گئے۔۔یا۔۔ یہود و نصاریٰ مراد ہیں، کہ اُن میں سے ہر ایک کے کئی گروہ ہو گئے۔۔یا۔۔خارجی اور رافضی مُراد ہیں کہ۔۔۔

ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے اِس باب میں ایک حدیث مرفوع روایت ہے۔

۔۔یا۔۔ بدعتی مُراد ہیں۔

اِس مقام پر یہ بات بھی فائدہ سے خالی نہیں کہ شیعہ کا معنیٰ اگرچہ گروہ ہے۔۔چنانچہ۔۔ جنگ صفین میں ایک گروہ نے اپنے کو 'شیعانِ علی' اور دوسرے گروہ نے خود کو 'شیعانِ معاویہ'

قرار دیا، لیکن اُس دور میں لفظ شیعہ کسی مذہبی گروہ کی شناخت نہیں بنا۔ مگر اب صدیوں سے یہ ایک مذہبی فرقے کا نام پڑ گیا ہے۔ اور یہ بھی اتفاق کہ آیتِ کریمہ میں جن کو شیعہ کہہ کر اُن سے دُور رہنے کی ہدایت کی ہے، آج کے اصطلاحی شیعہ بھی بدعت و ضلالت میں اُن سے کم نہیں ہیں، اس کے باوجود یہ بھی اور ان کے اگلے بھی۔۔ الغرض۔۔ ان میں کا۔۔۔

(ہر گروہ جو اُن کے نزدیک ہے اُسی سے خوش ہیں) اور اُن کو گمان یہی ہے کہ وہی حق پر ہیں۔

ذہن نشین رہے کہ انسان کی طبیعت میں روح کی ہدایت اور اطاعت بھی ہے اور نفس کی گمرہی، اس کی نافرمانی اور سرکشی بھی ہے۔ تو جب ان پر آفتوں اور مصیبتوں کی یلغار ہوتی ہے۔

وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ

اور جب چھو گیا لوگوں کو نقصان، تو پکارنے لگے اپنے رب کو رجوع کرتے اُس کی طرف، پھر جب

اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾

چکھا دیا اُنہیں اپنی طرف سے رحمت کو، تو اب ان کا ایک فریق اپنے رب سے شرک کرنے لگا●

(اور جب چھو گیا لوگوں کو نقصان) از قسم سختی۔۔ یا۔۔ بیماری۔۔ یا۔۔ مفلسی وغیرہ، تو اُن کے نفوس مضمحل ہو جاتے ہیں اور نافرمانی کے محرکات معطل ہو جاتے ہیں، پھر اُن کی ارواح شہوتوں اور نفسانی تقاضوں کے قیود سے نکلتی ہیں اور اپنی طبیعت کے تقاضوں کی طرف لوٹ آتی ہیں، **(تو پکارنے لگے اپنے رب کو رجوع کرتے اُس کی طرف)**۔ اِن حالات میں لوگ اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہیں اور اُن کے نفوس بھی اپنے طبعی تقاضوں کے خلاف اپنی ارواح کی موافقت کرتے ہیں اور اللہ کی نافرمانی کو چھوڑ دیتے ہیں۔

(پھر جب چکھا دیا) حق تعالیٰ نے **(انہیں اپنی طرف سے رحمت کو)** یعنی انہیں اس شدت سے چھڑا لیا اور آسانی۔۔ یا۔۔ صحت۔۔ یا۔۔ مالداری عطا فرما دی، تو ان کے سرکش نفوس اپنی بُری عادتوں کی طرف پھر لوٹ آتے ہیں۔۔ المختصر۔۔ جب آسانی پائی **(تو اب ان کا ایک فریق اپنے رب سے شرک کرنے لگا)**، یعنی بلاء سے نجات پانے کے عوض ایسا عمل کرتے ہیں۔۔۔

لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾

تا کہ ناشکری کریں جو ہم نے اُنہیں دے رکھا ہے۔ تو برت لو۔۔۔ کہ جلد انجام جان لوگے●

(تا کہ ناشکری کریں جو ہم نے انہیں دے رکھا ہے) یعنی تا کہ کافر اور ناشکرے ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے اُن کی تہدید فرمائی۔

اچھا! (تو برت لو)، یعنی تم اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں اور رحمتوں سے عارضی فائدہ اٹھالو، پھر تم نے اپنی نافرمانی اور سرکشی کے موافق جو عمل کیے ہیں اس کی سزا پالو گے، اور یہ (کہ جلد) اپنا (انجام جان لوگے) اور وہ عذابِ آخرت ہے۔

اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَیْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ یَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ یُشْرِكُوْنَ ﴿۳۵﴾

یا ہم نے اُتاری ہے اُن پر کوئی سند، کہ وہ بتاتی ہے جو وہ شریک بناتے تھے●

آ (یا) کیا (ہم نے اُتاری ہے ان پر کوئی سند، کہ وہ بتاتی ہے جو وہ شریک بناتے تھے) یعنی کیا ہم نے ان پر کوئی ایسی دلیل نازل کی ہے جو اُن کے شرک کی تصدیق کرتی ہے؟ یعنی کتاب۔۔یا۔۔رسول صاحب کتاب۔۔یا۔۔فرشتہ دلیل کے ساتھ۔ان میں سے کسی کا بھی ارشاد بطورِ سند ان کی تائید کر رہا ہے؟

اِس ارشاد میں یہ اشارہ ہے کہ بندوں کے اعمال جب اللہ تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے دلائل کے موافق ہوں گے، تو وہ اعمال اُن کے حق میں مفید ہوں گے۔اور جب اُن کے اعمال اُن کے سرکش نفوس کے تقاضوں کے موافق ہوں گے، تو وہ اُن کے حق میں مضر ہوں گے۔پس محض اپنی طبیعت کے موافق عمل کرنا گمراہی ہے، اور اللہ کی نازل کی ہوئی دلیل کے موافق عمل کرنا ہدایت ہے۔اب آگے کفار و مشرکیں کی نفسیات کی تصویر کشی فرمائی جارہی ہے۔۔۔

وَ اِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ؕ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌۢ

اور جب چکھایا ہم نے لوگوں کو رحمت، تو خوش ہو گئے اُس سے۔اور اگر لگی اُنہیں بُرائی،

بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ اِذَا هُمْ یَقْنَطُوْنَ ﴿۳۶﴾

بسبب اُس کے جو پہلے کر رکھا ہے اُن کے ہاتھوں نے، تو اب وہ ناامید ہیں●

(اور) فرمایا جارہا ہے، کہ (جب چکھایا ہم نے لوگوں کو رحمت) اور انہیں اپنی نعمت سے نوازا (تو خوش ہو گئے اُس سے)، یعنی اس نعمت کے سبب سے۔(اور اگر لگی اُنہیں بُرائی) یعنی زحمت، بیماری،

اور قحط وغیرہ (بہ سبب اُس کے جو پہلے کر رکھا ہے ان کے ہاتھوں نے) یعنی اُن کی شامتِ اعمال سے، (تو اب وہ نا امید ہیں)۔۔الغرض۔۔نہ وہ نعمت پر شکر کرتے ہیں اور نہ ہی مصیبت پر صبر۔ یہ خوبی تو ایمان والوں کی ہے کہ وہ نعمتوں پر شکر ادا کرتے ہیں اور مصیبتوں پر صبر کرتے ہیں۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ ؕ

کیا نہیں دیکھا اُنہوں نے کہ" بلاشبہ اللہ کشادہ فرماتا ہے روزی جس کی چاہے، اور تنگ کرتا ہے۔"

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾

بے شک اِس میں ضرور نشانیاں ہیں اُن کے لیے جو مانیں ●

(کیا نہیں دیکھا) ہے، یعنی نہیں جانا ہے، (انہوں نے کہ بلاشبہ اللہ) تعالیٰ (کشادہ فرماتا ہے روزی جس کی چاہے اور تنگ کرتا ہے) روزی جس پر چاہتا ہے۔ (بے شک اس) روزی کی وسعت اور قلت (میں ضرور نشانیاں) اور عبرت کی دلیلیں (ہیں اُن کے لیے جو مانیں) اور تصدیق کریں حکم الٰہی کی وسعت اور تنگیٔ رزق میں۔ اور بھلائی پر شکر کریں اور بُرائی پر صبر۔ اس واسطے کہ مؤمن کے کام کی بنیاد اور ایمان کی اصل انہی ۲ دو صفتوں پر ہے۔۔چنانچہ۔۔ایمان والا قانونِ الٰہی کے مطابق حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں ہی کو صبر و شکر کے سائے میں ادا کرتا رہتا ہے۔

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ

تو دیا کرو قرابت دار کو اُس کا حق اور مسکین کو اور مسافر کو۔ یہ بہتر ہے

لِّلَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۳۸﴾

اُن کے لیے جو چاہتے ہیں اللہ کا کرم۔ اور یہی لوگ کامیاب ہیں ●

(تو) اَے محبوب! (دیا کرو قرابت دار کو اُس کا حق) مالِ غنیمت میں۔

بعضوں نے کہا ہے کہ ظاہر میں تو یہ خطاب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہے، اور سب ایمان والے اِس حکم میں داخل ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو حکم فرماتا ہے کہ قرابت داروں کو حق دو۔ یعنی رشتہ جوڑے رہو احسان کرکے، انعام دے کر، اور تعظیم و توقیر کرکے۔ امام اعظم نے 'ذوی الارحام' کو نفقہ دینا واجب ہونے پر اسی آیت سے دلیل نکالی ہے۔

(اور) دو حق (مسکین) یعنی محتاجوں اور عاجزوں (کو اور مسافر کو)، اس میں سے جو دینا مقرر ہوا ہے مالِ زکوٰۃ میں سے۔ (یہ) حقوق دینا (بہتر ہے) حق روکنے سے (ان کے لیے جو چاہتے ہیں اللہ) تعالیٰ (کا کرم)۔۔یا۔۔اُس کا دیدار۔۔یا۔۔اُس کی رضامندی۔۔یا۔۔اُس کا تقرب اس دینے سے۔ اور کسی غرض اور بدلے کی جہت سے نہیں دیتے۔ (اور یہی) نفقہ دینے والے (لوگ کامیاب) اور فلاح پانے والے (ہیں)۔

وَمَآ اٰتَيۡتُمۡ مِّنۡ رِّبًا لِّيَرۡبُوَاۡ فِىۡۤ اَمۡوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرۡبُوۡا عِنۡدَ اللّٰهِ‌ۚ

اور جو تحفہ کی چیز تم لوگوں نے دی بڑھتی کو کہ "بڑھ جائے دینے والے کا مال"، تو نہ بڑھتی ہوگی اللہ کے یہاں۔

وَمَآ اٰتَيۡتُمۡ مِّنۡ زَكٰوةٍ تُرِيۡدُوۡنَ وَجۡهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡمُضۡعِفُوۡنَ ﴿۳۹﴾

اور جو چیز خیرات کو دو، چاہتے ہوئے اللہ کا کرم، تو وہی ہیں دونا کرنے والے●

(اور) یاد رکھو کہ (جو تحفہ کی چیز تم لوگوں نے دی) بدلے کی توقع پر اور اپنے مال کی (بڑھتی کو) تا (کہ بڑھ جائے دینے والے کا مال)، یعنی کسی کو ہدیہ دیتے ہو اور اُس کی قیمت سے زیادہ کی توقع رکھتے ہو، تا کہ تمہارا مال بڑھے، (تو نہ بڑھتی ہوگی اللہ) تعالیٰ (کے یہاں) خدا کے نزدیک، اور اُس سے برکت جاتی رہتی ہے۔۔یا۔۔جو کچھ دیتے ہو معاملات میں حرام زیادتی کے طور پر، یعنی روپیہ کا سود، تا کہ سود کھانے والوں کے مال میں بڑھتی ہو، تو ایسا نہیں ہوتا اور اس میں برکت نہیں رہتی۔ (اور) اِس کے برعکس (جو چیز خیرات کو دو)، خواہ وہ فرض زکوٰۃ میں سے ہو۔۔یا۔۔صدقہ، (چاہتے ہوئے اللہ) تعالیٰ (کا کرم) اور اس کا ثواب، (تو وہی ہیں) اپنے سرمایہ کو (دونا کرنے والے) زیادتی والے۔۔یا۔۔زیادتی پانے والے کہ ایک کے بدلے دس۔۔یا۔۔زیادہ پائیں گے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جو صاحبِ فضل عظیم اور قادرِ مطلق ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ ثُمَّ رَزَقَكُمۡ ثُمَّ يُمِيۡتُكُمۡ ثُمَّ يُحۡيِيۡكُمۡ‌ؕ

اللہ ہے جس نے پیدا فرمایا تمہیں، پھر روزی دی تمہیں، پھر مارے گا تمہیں، پھر جلائے گا تمہیں،

هَلۡ مِنۡ شُرَكَآئِكُمۡ مَّنۡ يَّفۡعَلُ مِنۡ ذٰ لِكُمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ‌ؕ

کیا تمہارے بنائے شریک میں کوئی ہے، جو کر سکے اُن میں سے کچھ؟

سُبۡحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ۝۴۰ ع

پاکی ہے اُس کی، اور بلند و بالا ہے اُن سے، جن کو شریک بناتے ہو●

بے شک (اللہ) تعالیٰ ہی (ہے جس نے پیدا فرمایا تمہیں) اور تم نہ تھے، (پھر روزی دی تمہیں) اور دیتا ہے جب تک تم زندہ ہو، (پھر مارے گا تمہیں) جب تمہاری مدتیں پوری ہو چکیں گی، (پھر جلائے گا تمہیں) اور زندہ کرے گا اور اٹھائے گا قیامت کے دن۔ تو اَے کافرو! (کیا تمہارے بنائے شریک میں کوئی ہے، جو کر سکے اِن میں سے کچھ؟) یعنی وہ بت جو تمہارے زعم میں خدا کے شریک ہیں، کیا اُن میں سے کوئی پیدا کرنے، روزی دینے، مار ڈالنے، پھر جلانے پر قادر ہے؟ تو آخر وہ کیسے اِس لائق ہو گیا کہ اُس کی پرستش کی جائے۔۔ المختصر۔۔ چونکہ اِن کاموں میں سے کچھ بھی اُن سے نہیں ہوتا، تو اُن کو شریک ٹھہرانا نہ چاہیے۔ (پاکی ہے اُس کی) کہ کوئی اُس کا شریک ہو۔ (اور بلند و بالا ہے ان سے جن کو شریک بناتے ہو)۔ اِسی کفر و شرک اور معصیت کی کثرت کی نحوست کی وجہ سے۔۔۔

ظَهَرَ الۡفَسَادُ فِى الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ بِمَا كَسَبَتۡ اَيۡدِى النَّاسِ

پھیل گئی گڑبڑ، خشکی و تری میں، بسبب اُس کے جو کمایا لوگوں کے ہاتھوں نے،

لِيُذِيۡقَهُمۡ بَعۡضَ الَّذِىۡ عَمِلُوۡا لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ ۝۴۱

تا کہ چکھا دے مزہ اُنہیں کچھ اس کا، جو کرتے رہے، کہ وہ باز آئیں●

(پھیل گئی گڑبڑ خشکی و تری میں، بہ سبب اُس کے جو کمایا لوگوں کے ہاتھوں نے)۔ یعنی اُن کے گناہوں کے وبال کے سبب سے۔

اکثر علماء اِس بات پر ہیں کہ فساد سے مینھ نہ برسنا مُراد ہے۔ اس واسطے کہ جب پانی نہیں برستا، تو میدان میں گھاس نہیں اُگتی، اور دریا میں موتی اور جواہر نہیں بنتے۔ ایک قول یہ ہے کہ جب پانی نہیں برستا، تو دریا کے جانوروں کی بینائی کم ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ بعض اندھے ہو جاتے ہیں۔۔ یا یہ کہ۔۔ خشکی کے فساد کی بنیاد اُسی وقت پڑ گئی تھی جب قابیل نے ہابیل کو مار ڈالا اور دریا کا فساد یہ تھا کہ کشتیاں غصب کر لیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ فساد سے فاسد کا اثر مراد ہے، یعنی اس کا نتیجہ ظاہر ہوا خشکی میں 'اہلِ قُریٰ' کو ہلاک کرنے سے، اور دریا میں قومِ نوح اور آلِ فرعون کو غرق کرنے سے۔ بہر تقدیر حضرت ملک قدیر نے اسباب دنیوی کا فساد آدمیوں سے کیا۔۔۔

(تا کہ چکھادے مزہ انہیں کچھ اُس کا جو کرتے رہے)۔ رہ گئی پوری جزا، وہ تو آخرت میں ہوگی۔ اور یہ بعضے جزا کا مزہ بھی اس لیے چکھایا گیا، تا (کہ وہ باز آئیں) اور پھریں شرک سے توحید کی طرف اور گناہ سے طاعت کی جانب۔

بعض عارفین کا کہنا ہے کہ **بَرّ** سے نفس مراد ہے اور **بَحْر** سے قلب۔ جس کا 'بحرِ دل' مراقبہ ترک کرنے سے خراب ہوجاتا ہے، تو اس کے 'برّ نفس' میں خرابی ظاہر ہوجاتی ہے۔ ایک قول ہے کہ 'برّ نفس' کا فساد خطرات کا مرتکب ہونے سے ہے، اور 'بحرِ دل' کا فساد بُرے اخلاق کے سبب سے جو رسموں اور عادتوں کی پابندی کے سبب سے ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ 'برّ' علمائے ظاہر کی زبان ہے اور 'بحر' اہل تحقیق کی زبان ہے۔ فاسد تاویلوں سے علماءِ ظاہر کی زبان بگڑتی ہے اور باطل دعوؤں سے عارفوں کی زبان خراب ہوتی ہے۔

اوپر کے بیان میں جس فساد کا ذکر ہے، اُس سے مراد وہ خرابی اور بگاڑ ہے جس سے انسانی معاشرہ میں امن وسکون تباہ ہوجائے۔ یہ کبھی انسان کے ایک دوسرے پر ظلم کرنے سے ہوتا ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ ہوتی ہے، جیسے نعمتوں کا زائل ہونا اور آفات ومصائب کا آنا۔۔ مثلاً: قحط آنا، زمین میں پیداوار کا نہ ہونا، بارشوں کا رک جانا۔۔یا۔۔ بہ کثرت سمندروں میں طوفانوں کا آنا، دریاؤں میں سیلاب آنا، فوائد کا کم اور نقصانات کا زیادہ ہونا، زلزلوں کا آنا، آگ لگ جانے، ڈوب جانے، مال چھن جانے، چوری اور ڈاکہ کے واقعات کا زیادہ ہونا، اور عہدِ حاضر میں دہشت گردی کے واقعات کا عام ہونا، وغیرہ وغیرہ۔

مکہ کے کفار سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرتے تھے اور کفر وشرک کو ترک نہیں کرتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا اَے محبوب! اہل مکہ سے۔۔۔

قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ

کہہ دو کہ "سیر کروزمین میں، تو دیکھو کہ کیسا ہوا انجام اُن کا،

مِنْ قَبْلُ ؕ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِیْنَ ﴿۴۲﴾

جو پہلے ہوئے۔" اُن کے بہتیرے مشرک تھے●

(کہہ دو، کہ سیر کروزمین میں، تو دیکھو کہ کیسا ہوا انجام اُن کا جو پہلے ہوئے) اور (اُن کے بہتیرے مشرک تھے)۔ یعنی تم زمین میں پچھلی امتوں پر آئے ہوئے عذاب کی نشانی پر غور کرو۔ عاد اور

ثمود کی بستیوں میں تباہی کے آثار کو دیکھو، دشتِ لوط پر غور کرو۔ اللہ تعالیٰ نے کس طرح سابقہ امتوں کو اُن کے کفر اور شرک اور فطرت سے بغاوت کرنے کی وجہ سے ہلاک کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اُس کے رسولوں کی تکذیب کی وجہ سے اُن کو کس طرح ملیامیٹ کر دیا گیا اور صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا۔

سو تم اُن کے انجام سے عبرت حاصل کرو اور شرک و کفر سے توبہ کر لو اور ہمارے رسول جس دعوت کو لے کر اٹھے ہیں، جس نظامِ زندگی پر عمل کرنے کے لیے تم سے کہہ رہے ہیں، اور ہمارے جس پیغام کو پہنچا رہے ہیں، اُس کو قبول کر لو اور ایمان لے آؤ۔ اور نیک اعمال کر کے اپنی دُنیا اور آخرت کو برباد ہونے سے بچا لو۔ اَے محبوب! آپ نے اپنا پیغامِ ہدایت پہنچا کر اپنا فریضۂ رسالت بخوبی ادا فرما دیا۔ اب اگر مشرکین اِس کو قبول نہیں کرتے۔۔۔

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ

تو اپنا رخ سیدھا رکھو سیدھے دین کے لیے، قبل اِس کے کہ آئے وہ دن

لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَىِٕذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ﴿۴۳﴾

جسے ٹلنا نہیں ہے، اللہ کی طرف سے، اُس دن سب پھٹ چھنٹ جائیں گے ●

(تو) اس کے لیے فکر مند نہ ہوں۔ کیونکہ اب آپ کی ذمہ داری صرف اتنی ہے کہ خود (**اپنا رخ سیدھا رکھو سیدھے دین کے لیے، قبل اِس کے کہ آئے وہ دن جسے ٹلنا نہیں ہے اللہ**) تعالیٰ (**کی طرف سے**)۔ یعنی خدا اُس دن کو پھیرے گا نہیں۔۔ یا۔۔ ایک دن آئے گا خدا کی طرف سے کہ اُسے کوئی نہ پھیر سکے گا۔ (**اُس دن سب پھٹ چھنٹ جائیں گے**) اور وہ دن ہوگا کہ لوگ دوراھے پر ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے۔ ایک فریق جنت میں جائے گا اور ایک فریق دوزخ میں۔۔ اور۔۔

مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ﴿۴۴﴾

جس نے نہ مانا، تو اُس پر اُس کا کفر ہے۔ اور جس نے لیاقت کے کام کیے، تو اپنے لیے وہ سامان شروع کرتے ہیں ●

(**جس نے نہ مانا تو اُس پر اُس کا کفر ہے**)۔ یعنی اُس کے کفر کی جزا ہے، تو وہ ہمیشہ آتشِ دوزخ میں رہے گا۔ (**اور جس نے لیاقت کے کام کیے، تو اپنے لیے**) یعنی اپنی ذاتوں کے واسطے (**وہ سامان شروع کرتے ہیں**)۔ یعنی جگہ درست کرتے ہیں بہشت میں۔۔ الغرض۔۔ یہیں سے اپنی جنت

کو اپنے لیے آراستہ کر رہے ہے اور وہاں اپنا بستر بچھا رہے ہیں۔ ذہن نشین رہے کہ قیامت کے دن بندوں کا علیحدہ ہونا واقع ہے۔۔۔

لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ

تا کہ ثواب دے جو ایمان لائے اور کرنے کے کام کیے، اپنے فضل سے۔

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۵﴾

بے شک وہ نہیں پسند فرماتا اِنکار کرنے والوں کو●

(تا کہ ثواب دے) حق تعالیٰ اُن کو (جو ایمان لائے اور کرنے کے) لائق (کام کیے، اپنے فضل) وکرم (سے)۔

یہاں کافروں کی جزا کا ذکر نہیں کیا، اِس جہت سے کہ مقصود بالذات ایمان والے ہیں۔

(بے شک وہ نہیں پسند فرماتا اِنکار کرنے والوں کو) کہ ایمان والوں کے ساتھ اکٹھا کرے، بلکہ کافروں کو جدا کر کے دوزخ میں بھیجے گا۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ

اور اُس کی نشانیوں سے ہے کہ چلا دیتا ہے ہواؤں کو خوشخبری دیتی، اور تا کہ چکھادے تمہیں اپنی رحمت سے،

وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۴۶﴾

اور تا کہ رواں ہوں کشتیاں اُس کے حکم سے، اور تا کہ تلاش کرو اُس کا فضل، اور شکر گزار ہو جاؤ●

(اور اُس) ربِّ قدیر کی قدرت (کی نشانیوں سے ہے کہ چلا دیتا ہے) شمالی، جنوبی (ہواؤں) اور بادِ صبا (کو) جو (خوش خبری دیتی) ہیں مینھ کی۔ (اور) یہ اس لیے (تا کہ چکھادے تمہیں اپنی رحمت سے) جو مینھ کے تابع ہیں یعنی فراخ معیشت اور رفاہیت، (اور تا کہ رواں ہوں کشتیاں) دریا میں (اُس کے حکم سے، اور تا کہ تلاش کرو) دریاؤں کی تجارت میں (اُس کا فضل) روزی، جو خدا محض اپنے فضل سے دیتا ہے (اور) تم (شکر گزار ہو جاؤ) ان نعمتوں پر۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ

اور بے شک بھیجا ہم نے تم سے پہلے رسولوں کو اُن کی قوم کی طرف، تو وہ لائے اُن کے پاس روشن نشانیاں، تو بدلہ لیا ہم نے اُن

فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا ؕ وَ كَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۷﴾

سے جنہوں نے جُرم کیا۔ اور ہمارے ذمہ ٔ کرم پر ہے ماننے والوں کی مدد کرنا●

اَے محبوب! اگر یہ سرکش آپ کی ہدایت نہیں قبول کرر ہے ہیں، تو یہ کوئی نئی بات نہیں، آپ کے عہد کے پہلے کافروں کا بھی یہی وطیرہ رہا ہے، کہ بعض ایمان لائے (اور) بعض منکر ہوئے ۔۔القصہ۔۔ (بے شک بھیجا ہم نے تم سے پہلے رسولوں کو اُن کی قوم کی طرف، تو وہ لائے اُن کے پاس روشن نشانیاں)، کھلے ہوئے معجزات ۔۔یا۔۔ حلال وحرام کے ظاہر احکامات، تو بعضے لوگ قوم میں سے اُن پر ایمان لائے اور بعضے کافر ہوئے، (تو بدلہ لیا ہم نے اُن سے جنہوں نے جرم کیا) اور کافر ہو گئے۔ انہیں ہم نے ہلاک کر دیا اور مدد کی ہم نے اُن کی جو ایمان لائے۔ (اور) یہ اس لیے کہ (ہمارے ذمہ ٔ کرم پر ہے ماننے والوں کی مدد کرنا)، کیونکہ وہ مدد کے مستحق ہیں ۔۔تو۔۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَیَبْسُطُهٗ فِی السَّمَآءِ

اللہ ہے جو چلا تا ہے ہواؤں کو، پھر وہ اُٹھاتی ہیں بادل، پھر پھیلا دیتا ہے اُس کو آسمان میں

كَیْفَ یَشَآءُ وَ یَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ

جس طرح چاہے، اور کر دیتا ہے اُس کے ٹکڑے ٹکڑے، تو دیکھتے ہو کہ نکلتا ہے اُس کے اندر سے مینہ۔

فَاِذَاۤ اَصَابَ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اِذَا هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ۚ

تو جب پہنچا دیا اُسے جس کو چاہا اپنے بندوں سے، تو اب وہ خوشی مناتے ہیں●

وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِیْنَ ﴿۴۹﴾

گو وہ تھے، قبل اِس کے کہ اُتارا جائے اُن پر، پیشتر سے نا امید●

(اللہ) تعالیٰ (ہے جو چلا تا ہے ہواؤں کو، پھر وہ اُٹھاتی ہیں بادل، پھر پھیلا دیتا ہے اُس کو آسمان میں جس طرح چاہے) یعنی جب کبھی چاہتا ہے اَبر کو ملا اور گھرا رکھتا ہے آسمان کی طرف چلتا ہوا ۔۔یا۔۔ تھما ہوا۔ (اور) کبھی (کر دیتا ہے اُس کے ٹکڑے ٹکڑے) اور ہر ٹکڑے کو ہر طرف۔ (تو دیکھتے ہو کہ نکلتا ہے اُس کے اندر سے مینھ)۔ اَبر ملا ہوا اور گھرا ہوا ہوتا ہے جب بھی اور جدا جدا ہوتا ہے تب بھی۔ (تو جب پہنچا دیا اُسے جس کو چاہا) یعنی جس کی زمین کو سیراب کرنا چاہا (اپنے بندوں سے، تو اب وہ خوشی مناتے ہیں)۔ بارش پانے پر اظہارِ مسرت کرتے ہیں۔ (گو وہ تھے قبل اِس کے کہ اُتارا

جائے) اور برسایا جائے (ان پر) مینھ پہلے ہی اور (پیشتر سے ناامید) بارش کے تعلق سے۔

فَانْظُرْ اِلٰۤی اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ

تو دیکھواللہ کی رحمت کے فائدوں کو، کیسازندہ کردیتا ہے زمین کواُس کی موت کے بعد۔

اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾

بے شک وہ ضرور مُردوں کوجلانے والا ہے۔اور وہ ہر چاہے پر قدرت رکھتا ہے●

(تو دیکھواللہ) تعالیٰ (کی رحمت کے فائدوں کو) یعنی بارش کا اثر ملاحظہ کرو، کہ (کیسا زندہ کردیتا ہے زمین کو) پیڑوں پھلوں کھیتوں بوٹوں سے، (اُس کی موت) یعنی اُس کے مُردہ اورافسردہ ہوجانے (کے بعد)۔۔الحاصل۔۔رحمتِ الٰہی اور بخشائشِ نامتناہی کے آثار دیکھو، کہ مَری ہوئی زمین کو زندگی عطافرماتا ہے۔(بے شک) جومَری ہوئی زمین کوزندگی عطافرمانے پرقادر ہے، (وہ ضرور مُردوں کوجلانے والا ہے)۔اس لیے کہ زمین کوزندہ کرنادراصل اُس کی نباتی قوتوں کو پیدا کردینا ہے۔اور مُردوں کوزندہ کرنا، مُردوں کے مادّوں کی قوتوں کو پیدا کرنا ہے۔(اوروہ) ربِّ قدیر (ہر چاہے پر قدرت رکھتا ہے) جو چاہے کرے، اس واسطے کہ اُس کی قدرت سب مخلوق کے ساتھ یکساں ہے۔

بعض محققین کا قول یہ ہے کہ رحمت کا اثر مینھ کے ظاہر میں یہ ہے، کہ سب کی زندگی اُسی کے سبب سے ہے۔اور باطن میں اِس کا ذکر ہے کہ دِل کی زندگی اس کے سبب سے ہے۔
بعض فرماتے ہیں کہ اثر رحمت نشان اس دانہ کا ہے جس سے زمینِ دِل زندہ ہوتی ہے، اور بعضوں کے نزدیک اثر رحمت خود دِل ہے کہ حق تعالیٰ کی نظر پڑنے کی جگہ ہے۔اوپر جن ہَواؤں کا ذکر ہوا وہ رحمت کی بشارت دینے والی ہَواؤں کا تھا اور اب ہلاک کرنے والی ہَواؤں کا ذکر فرماتے ہوئے حق تعالیٰ فرماتا ہے، کہ۔۔۔

وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ﴿۵۱﴾

اور اگر چلائی ہم نے ہَوا، پھر دیکھ لیا اُنھوں نے اُس کے سبب رنگین کھیتی، توضرور ہوگئے اُس کے بعد ناشکرے●

(اور اگر) کبھی ایسا ہوا کہ (چلائی ہم نے) ہلاک کرنے والی عذاب کی (ہوا)، جیسے 'دبور' اور یہ ہَوا اُن کے کھیتوں پر چلے، (پھر دیکھ لیا اُنھوں نے اُس کے سبب رنگین کھیتی) زردسبزی کے بعد مَری ہوئی ایسی کہ اُس سے فائدہ نہ لے سکیں، (توضرور ہوگئے اُس) کھیت کے زرد ہوجانے (کے بعد

ناشکرے)۔ گزری ہوئی نعمتوں پر چاہیے یہ تھا کہ حق تعالیٰ سے التجا کرتے اور اُس کی رحمت سے ناامید نہ ہوتے، اور اَے محبوب! کافروں سے یہ امید نہ رکھو کہ وہ باتیں سمجھیں اور کہا مانیں، کیوں؟۔۔۔

فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ ﴿۵٢﴾

کہ بلاشبہ تم نہیں کان دے سکتے اُن مُردوں کو، اور نہ پیغام سننے کے قابل کر سکو اُن بہروں کو، جب اُنہوں نے رخ پھیر لیا پیٹھ دکھا کر●

(کہ بلاشبہ تم نہیں) قبول کر لینے والا (کان دے سکتے) ہو (اُن مُردوں) کا حکم رکھنے والوں (کو)، اس واسطے کہ اُن کا دل مُردہ ہے۔ (اور نہ) ہی (پیغام سننے کے قابل کر سکو) گے (اُن بہروں کو)، اور وہ بھی خاص کر کے اُس صورت میں (جب انہوں نے رخ پھیر لیا) بھاگتے ہوئے (پیٹھ دکھا کر)۔

'پھرنے' اور 'بھاگنے' کی قید تاکید حکم اور سنانا محال ہونے کے واسطے ہے۔ یعنی وہ بہرا جس کا منھ بات کرنے والے کی طرف ہوتا ہے، اگرچہ وہ سنتا نہیں مگر لب و دہان کی حرکت اور سر اور ہاتھ کے اشارے سے کچھ دریافت کر لیتا ہے۔ لیکن جس بہرے کی پیٹھ بات کرنے والے کی طرف ہو، وہ اِس قدر بھی دریافت کرنے سے محروم ہے۔ تو اَے محبوب! اگر یہ بہرے نہیں سنتے، تو آپ فکرمند نہ ہوں۔۔۔

وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ

اور نہیں ہے تمہارے ذمہ اُن اندھوں کو راہ دینا اُن کی بے راہی سے۔ تم نہیں سناتے مگر جو مانیں

بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۵٣﴾ ع

ہماری آیتوں کو، پھر وہ نیازمندی والے ہیں●

(اور) رنجیدہ خاطر نہ ہوں، اس لیے کہ (نہیں ہے تمہارے ذمہ) تمہارے فریضۂ تبلیغ میں (اُن اندھوں کو راہ) پر پہنچا (دینا) اور (اُن کی بے راہی سے) انہیں دُور کر دینا اور ہٹا دینا۔۔ الحختصر۔۔ اَے محبوب! یہ تمہاری ذمہ داری نہیں ہے کہ مشرکوں کو ایمان کی توفیق دو۔ درحقیقت (تم نہیں سناتے مگر) اُنہی سعادتمند روح رکھنے والوں کو (جو مانیں ہماری آیتوں کو)۔ اس لیے کہ ایمان انہیں اس بات پر رکھتا ہے کہ الفاظِ قرآن کو یاد کر لیتے ہیں اور اس کے معنی پر غور و فکر کرتے ہیں۔ (پھر وہ نیازمندی والے) ہو جاتے (ہیں)۔۔ الحختصر۔۔ اَے محبوب! مؤمنین آپ کی ہدایت سے فائدہ اٹھانے والے ہیں

جو خدائی اوامر و نواہی کو ماننے والے ہیں اور اُن کا ایمان ہے کہ۔۔۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً

اللہ ہے جس نے پیدا کیا تمہیں کمزور، پھر دیا کمزوری کے بعد زور،

ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَيْبَةً ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ

پھر دی زور کے بعد کمزوری اور بُڑھاپا۔ پیدا کرے جو چاہے۔

وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴿۵۴﴾

اور وہی علم والا قدرت والا ہے●

(اللہ) تعالیٰ (ہے) خداوندِ مطلق اور معبودِ برحق (جس نے پیدا کیا تمہیں کمزور) مادّہ یعنی نطفہ سے، (پھر دیا) بچپنے کی (کمزوری کے بعد) جوانی کا (زور، پھر دی) جوانی کے (زور کے بعد کمزوری اور بڑھاپا)۔۔الحاصل۔۔(پیدا کرے جو چاہے)، ضعف وقوت اور جوانی و بوڑھاپا۔ (اور وہی علم والا) ہے بندوں کے احوال کا اور (قدرت والا ہے)، یعنی ان کی کیفیتیں اور صفتیں بدلنے پر قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم وقدرت کے منکرین کا دونوں جہان میں جھوٹ بولنا ہی کام ہے۔۔۔

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ۬ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ؕ

اور جس دن قائم ہوگی قیامت، قسم کھائیں گے مجرم لوگ۔۔کہ "نہیں رہے تھے مگر گھڑی بھر۔"

كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ﴿۵۵﴾

اُسی طرح یہ اوندھے جاتے تھے●

(اور) یہی اُن کی روش ہے۔۔چنانچہ۔۔(جس دن قائم ہوگی قیامت) اور وہ آخری ساعت ہوگی دُنیا کی ساعتوں میں، تو (قسم کھائیں گے مجرم لوگ) یعنی کفار و مشرکین، (کہ) وہ دُنیا میں۔۔یا۔۔ قبروں میں (نہیں رہے تھے مگر گھڑی بھر)۔ اور سب ایمان والے جانیں گے کہ یہ جھوٹ کہتے ہیں۔ جس طرح آخرت میں سچ سے برگشتہ ہوکر جھوٹ بولیں گے، (اسی طرح) دُنیا میں حشر و نشر کے اِنکار کے سبب سے (یہ اوندھے جاتے تھے) یعنی پھیرے جاتے تھے سچائی کی راہ سے۔۔الغرض۔۔جھوٹ بولنا ان کا کام ہے دونوں جہان میں۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِیْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى

اور بتایا جنہیں دیا گیا ہے علم وایمان کہ "بے شک تم رہے اللہ کے لکھے میں

یَوْمِ الْبَعْثِ ؗ فَهٰذَا یَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾

اُٹھنے کے دن تک۔ تو یہ اٹھنے کا دن ہے، لیکن تم لوگ نہیں جانتے تھے●

(اور) جب وہ قسم کھا چکیں گے کہ ہم دُنیا میں نہیں رہے، تو انہیں (بتایا) ان لوگوں نے (جنہیں دیا گیا ہے **علم وایمان**)، یعنی مؤمن اور عالم فرشتے اور آدمی کہیں گے (کہ) کیوں جھوٹ بولتے ہو۔ (**بے شک تم رہے**) دُنیا میں۔ تمہارا اٹھہرنا مذکور ہے (**اللہ**) تعالیٰ (**کے لکھے**) اوراس کی کتاب (**میں**) یعنی لوحِ محفوظ ۔۔یا۔۔ قرآن شریف ۔۔یا۔۔ علمِ الٰہی ۔۔یا۔۔ اس کے حکم میں ۔۔یا۔۔ اس میں جو کچھ تمہارے واسطے لکھا ہے کہ تمہارے ٹھہرنے کا زمانہ ہوگا اور تم اسی قدر دُنیا میں ۔۔یا۔۔ قبروں میں رہے ہو (**اُٹھنے کے دن تک**)۔

(**تو یہ اٹھنے کا دن ہے، لیکن تم لوگ نہیں جانتے تھے**)۔۔ چنانچہ۔۔ اِس دن کا اِنکار کرتے تھے۔ کمالِ نادانی اور غور فکر سے کام نہ لینے کے سبب سے تمہیں خبر نہ ہوسکی کہ قیامت کے دن قبر سے اٹھنا برحق ہے۔ تو کافر عذر شروع کرکے کہ جو گزر گیا اُس کے تدارک کے واسطے، دُنیا میں پھر آنے کی اجازت مانگیں گے اور اجازت نہ پائیں گے۔

فَیَوْمَئِذٍ لَّا یَنْفَعُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۵۷﴾

تو آج کے دن نہ نفع دے گا جنہوں نے اندھیر مچار کھا تھا اُن کا کوئی بہانہ، اور نہ اب توبہ کرائے جائیں گے"●

(**تو آج کے دن نہ نفع دے گا جنہوں نے اندھیر مچار کھا تھا**) کفر کرکے (**اُن کا کوئی بہانہ، اور نہ اب توبہ کرائے جائیں گے**)۔۔ الغرض۔۔ اب نہ انہیں توبہ کا حکم دیا جائے گا۔ اس لیے کہ توبہ کا وقت ختم ہو چکا ہے اور نہ ہی اُن کو خدا کی رضامندی طلب کرنے کی ہدایت کی جائے گی۔ اس لیے کہ اب خدا اُن سے راضی ہی نہ ہوگا۔۔۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَلَئِنْ

اور بے شک بیان کردی ہم نے لوگوں کے لیے اِس قرآن میں ہر طرح کی کہاوت۔ اور اگر لے آئے

جِئۡتَهُمۡ بِاٰیَةٍ لَّیَقُوۡلَنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا مُبۡطِلُوۡنَ ﴿۵۸﴾

تم اُن کے پاس کوئی نشانی، تو ضرور کہیں گے جنھوں نے کفر کر رکھا ہے کہ "تم بس باطل والے ہو"●

سنو (اور) یاد رکھو! کہ (بے شک بیان کردی ہم نے لوگوں) کے فائدے (کے لیے اِس قرآن میں ہر طرح کی کہاوت)، جو اُن کے کام آئے توحید اور حشر اور سب رسولوں کے سچے ہونے کے بیان میں۔ قرآنِ کریم کی آیات، حق کو سمجھنے اور ماننے کے لیے کافی ہیں۔ مگر منکرین (اور) نہ ماننے والوں کی نفسیات ہی عجیب ہے، تو اَے محبوب! آپ سے جو آپ کی نبوت کی دلیل میں معجزات طلب کررہے ہیں، تو (اگر لے) بھی (آئے تم اُن کے پاس کوئی نشانی، تو) شدتِ عداوت وعناد اور غایت سرکشی وفساد کی وجہ سے (ضرور کہیں گے جنھوں نے کفر کر رکھا ہے، کہ) اَے پیغمبر اور مؤمن لوگ (تم بس باطل والے ہو) یعنی تباہ کار، جھوٹے اور افتراء کرنے والے ہو۔

کَذٰلِکَ یَطۡبَعُ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوۡبِ الَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۵۹﴾

اِسی طرح چھاپ لگا دیتا ہے اللہ اُن کے دلوں پر، جو بے علم ہیں●

(اِسی طرح چھاپ لگا دیتا ہے اللہ) تعالیٰ (اُن کے دِلوں پر جو بے علم ہیں)۔ نہ تو خود جانتے ہیں اور نہ ہی کسی سے جاننا چاہتے ہیں۔

فَاصۡبِرۡ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا یَسۡتَخِفَّنَّکَ الَّذِیۡنَ لَا یُوۡقِنُوۡنَ ﴿۶۰﴾ ع

تو صبر کرو۔ بے شک اللہ کا وعدہ درست ہے۔ اور نہ بے برداشت بنا سکیں تمہیں، جو یقین نہیں رکھتے●

(تو) اَے محبوب! اُن کی ایذاء رسانی پر (صبر کرو۔ بے شک اللہ) تعالیٰ (کا وعدہ) تمہاری فتح ونصرت اور اعلاءِ کلمۃ الحق اور تمہارے دین کے غالب ہونے کے باب میں (درست) اور سچ (ہے)، اور خدا اپنا یہ وعدہ وفا فرمائے گا۔ (اور نہ بے برداشت بنا سکیں) گے (تمہیں) اور نہ سبک دیکھ سکیں گے وہ، (جو یقین نہیں رکھتے) معاد کے باب میں۔ یا تم کو اس بات پر نہ لائیں گے کہ اُن پر جلد عذاب نازل ہونے کی دُعا کرو، کیونکہ وہ ایک وقت مقرر پر موقوف ہے۔ جب وہی وقت آئے گا تو حکمِ الٰہی ظاہر ہوجائے گا۔

بعونہٖ تعالیٰ وبفضلہٖ سبحانہٗ آج بتاریخ

۴؍محرم الحرام ۱۴۳۳ھ۔۔مطابق۔۔۳۰؍نومبر ۲۰۱۱ء

بروز چہارشنبہ 'سورہ الروم' کی تفسیر مکمل ہوگئی۔مولیٰ تعالیٰ باقی قرآنِ کریم کی تفسیر کومکمل کرنے کی توفیقِ رفیق مرحمت فرمائے،اورفکروقلم کی حفاظت فرماتا رہے۔

آمِین یَامُجِیبَ السَّائِلِینَ بِحَقِ طٰهٰ وَ یٰسٓ وَبِحَقِ نٓ وصٓ، بِحَقِ یَابُدُّوح بِحُرمَةِ سَیِّدِ المُرسَلِینَ سَیِّدِنَا **محمد** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بعونہٖ تعالیٰ وبفضلہٖ سبحانہٗ آج بتاریخ۔۔۸؍محرم الحرام ۱۴۳۳ھ۔۔مطابق۔۔۴؍دسمبر ۲۰۱۱ء

بروز یکشنبہ 'سورۂ لقمان' کی تفسیر کا آغاز کردیا ہے۔مولیٰ تعالیٰ اِس کی اور باقی قرآنِ کریم کی تفسیر مکمل کرنے کی سعادت مرحمت فرمائے،اورفکروقلم کو اپنی خاص حفاظت میں رکھے۔

آمِین یَامُجِیبَ السَّائِلِینَ بِحَقِ طٰهٰ وَ یٰسٓ بِحَقِ ن وص، بِحَقِ یَابُدُّوح بِحُرمَةِ سَیِّدِ المُرسَلِینَ سَیِّدِنَا **محمد** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

سُوۡرَۃُ لُقۡمٰنَ

سُوۡرَۃُ لُقۡمٰنَ ۳۱ مَکِّیَّۃٌ ۵۷ — اٰیَاتُہَا ۳۴ رُکُوۡعَاتُہَا ۴
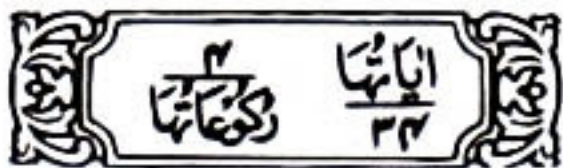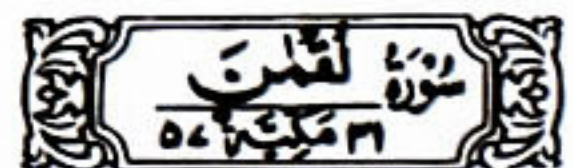
سورۂ لقمان۔۔۳۱ مکیہ ۵۷ — آیاتہا ۳۴۔۔رکوعاتہا ۴

سُوۡرَۃُ **لُقۡمٰنَ** جو سُوۡرَۃُ **الصّٰٓفّٰت** کے بعد،اور سُوۡرَۃُ **سَبَا** سے پہلے نازل ہوئی۔
اس کو سُوۡرَۃُ **لُقۡمٰنَ** اس لیے کہا گیا کہ اِس کی آیت ۱۲ میں حضرت لقمان کا ذکر ہے۔۔نیز۔۔
اِس سورت میں حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو نصیحتیں اور اُس کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔

مشرکینِ قریش نے نبی ﷺ سے یہ سوال کیا تھا، کہ وہ اُن کو لقمان اور اُن کے بیٹوں کے متعلق بتائیں،تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل کردی اور اِس میں پہلے نبی کریم کے دائمی معجزہ یعنی قرآنِ کریم کو ذکر فرمایا، پھر اپنی توحید اور قدرت پر دلائل قائم کیے، اُس کے بعد لقمان حکیم کا قصہ بیان فرمایا، کہ اُس نے اپنے بیٹے کو کیا نصیحتیں کیں اور اس کا مقصود لوگوں کو ہدایت دینا تھی کہ وہ شرک کو چھوڑ دیں، ماں باپ کے ساتھ نیکی کریں اور ہر قسم کے صغیرہ اور کبیرہ گناہ سے بچیں اور نماز قائم کریں اور نیکی کا حکم دیں اور بُرائی سے منع کریں، تواضع

اور انکسار کو اختیار کریں اور تکبر نہ کریں۔ زمین پر نرمی اور آہستگی سے چلیں اور اپنی آوازیں پست رکھیں ۔۔الغرض۔۔ ایسی بصیرت افروز اور ہدایت بخش سورۂ مبارکہ ۔۔یا۔۔ قرآنِ کریم کی تلاوت کو شروع کرتا ہوں میں ۔۔۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے جو بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

الٓمّٓ ۚ ﴿١﴾

ال م ●

(ال م)۔

حروفِ مقطعہ جو سورتوں کا آغاز اور غیب کے خزانوں کی کنجیاں ہیں، اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ اِن حروف سے اُس کی اپنی مُراد کیا ہے ۔۔یا۔۔ پھر خدائے تعالیٰ کے بتانے سے وہ جانتے ہیں جن پر اِن حروف کو نازل فرمایا گیا ہے ۔۔یا۔۔ پھر نبی کریم کے خبر دینے سے حق تعالیٰ کے وہ محبوبین جانیں منجانب اللہ جن کو آگاہ کرنے کا اذن نبی کریم کو ملا، اور پھر آپ نے اُن کو آگاہ فرما دیا۔۔۔

مسلکِ سالم کی رعایت کرتے ہوئے اِن کی یہ تفسیر کی گئی ہے کہ 'الف' اشارہ ہے 'انا' کی طرف، اور 'لام' 'لی' کی جانب اور 'میم' 'منّی' کی طرف یعنی "اَنَا اللّٰهُ لِیْ جَمِیْعُ الصِّفَّاتِ وَ مِنِّیْ الْغُفْرَانُ وَالْاِحْسَانُ" یعنی میں معبودِ برحق ہوں۔ میرے ہی واسطے ہیں کمال کی سب صفتیں۔ اور میری ہی طرف سے ہے بخشش دینا اور احسان۔

تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ الۡحَكِيۡمِۙ ﴿٢﴾ هُدًى وَّرَحۡمَةً لِّلۡمُحۡسِنِيۡنَۙ ﴿٣﴾ الَّذِيۡنَ

یہ آیتیں ہیں حکمت والی کتاب کی ● ہدایت ورحمت مخلصوں کے لیے ● جو

يُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤۡتُوۡنَ الزَّكٰوةَ وَهُمۡ بِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ يُوۡقِنُوۡنَؕ ﴿٤﴾

پابندی کریں نماز کی، اور دیں زکوٰۃ۔ اور وہ آخرت پر یقین رکھیں ●

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑤

وہی ہیں ہدایت پر اپنے رب کی طرف سے، اور وہی ہیں کامیاب●

(یہ) سورت (**آیتیں ہیں حکمت والی کتاب کی**) یعنی اس کتاب کی جو صاحبِ **حکمت**۔۔یا متضمنِ حکمت۔۔یا۔۔قرآنِ محکم ہے، کہ اِس میں تناقض نہیں۔۔یا۔۔قرآنِ حاکم کی، کہ حلال وحرام کا حکم کرتا ہے، جو (**ہدایت**) کرنے والا (**ورحمت**) خدا ہے نیک کام کرنے والے (**مخلصوں کے لیے جو پابندی کریں**) فرض (**نماز کی**) یعنی اُسے ہمیشہ کماحقہٗ ادا کرتے رہیں، (**اور دیں زکوٰۃ**) جن کا دینا اُن پر واجب ہے، (**اور وہ آخرت پر یقین رکھیں**) یعنی قبر سے اٹھنے اور جزا پانے کی تصدیق کرتے رہیں، تو وہ لوگ جو اِن صفتوں سے موصوف ہیں، (**وہی ہیں ہدایت پر اپنے رب کی طرف سے اور وہی ہیں کامیاب**) نجات پانے والے۔

قرآنِ کریم جیسی حکمت والی کتاب کی نظیر ومثال پیش کرنے کی کوشش دماغ کے خلل کے سوا کچھ بھی نہیں۔۔چنانچہ۔۔نضر بن حارث تجارت کے واسطے فارس کی طرف گیا تھا اور رستم اور اسفندیار کا قصہ مول لاکر قریش کے مجمع میں اِس طرح سناتا کہ سب شیفتہ وفریفتہ ہوتے اور ڈینگ مارتا کہ اگر محمد عربی 'صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم' عاد وثمود کی حکایت اور سلیمان و داوٗد 'علیہما السلام' کی بادشاہی کی عظمت بیان کرتے ہیں، تو میں بھی فارس کے بادشاہوں کی سلطنت اور ان کی شان وشوکت کی حکایت بیان کرتا ہوں، تو حق تعالیٰ نے یہ آیت بھیجی۔۔۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اور کچھ لوگوں میں وہ ہے، جو مول لے غفلت میں ڈالنے والی بات، تاکہ بہکا دے اللہ کی راہ سے

بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ⑥

نادانی سے۔ اور بنالے اُسے مذاق۔ اُنہیں کے لیے عذاب ہے رسوا کرنے والا●

(**اور**) ارشاد فرمایا، کہ (**کچھ لوگوں میں وہ ہے جو مول لے غفلت میں ڈالنے والی بات**)، یعنی فریب دینے والی اور حق سے باز رکھنے والی بات۔۔الغرض۔۔اختیار کرتا ہے نامعتبر کہانی (**تاکہ بہکا دے اللہ**) تعالیٰ (**کی راہ سے**) یعنی قرآنِ کریم کے سننے سے۔ اور یہ باز رکھنا بھی (**نادانی سے**) ہے جس کی کوئی دلیل نہیں۔ (**اور**) تاکہ (**بنالے اسے**) یعنی خدا کی آیتوں کو (**مذاق**) ہنسی اور مسخرا پن (**انہیں**

کے لیے عذاب ہے رسوا کرنے والا) کیونکہ قید اور قتل ہے دُنیا میں اور عذاب ہے آخرت میں۔
اور بعضوں نے کہا کہ یہ آیت اُن لوگوں سے متعلق ہے جو گانے والی لونڈیاں مول لیتے اور لوگوں کو اُن کی آواز اور الحان سنا کر کلامِ حق سننے سے باز رکھتے۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا

اور جب تلاوت کی جائیں اُس پر ہماری آیتیں، تو اُس نے منہ پھیر لیا بڑائی کی ڈینگ لیتا، گو جیسے اُسے سنا ہی نہیں،

كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝

گویا اُس کے کانوں میں ٹینٹ ہے۔ تو مژدہ دے دو اُسے دکھ والے عذاب کا●

(اور جب تلاوت کی جائیں اُس پر ہماری آیتیں) جس نے کھیل کی بات مول لی ہے اور اُسے عظمت دی ہے، (تو) حال یہ ہے کہ (اُس نے منہ پھیر لیا بڑائی کی ڈینگ لیتا)، یعنی اس کی طرف التفات نہیں کرتا، (گو جیسے اُسے سنا ہی نہیں، گویا اُس کے) دونوں (کانوں میں ٹینٹ ہے)، یعنی کاگ وڈاٹ ہے جس کی وجہ سے وہ سن نہیں پاتا۔ (تو مژدہ دے دو اُسے دکھ والے عذاب کا) یعنی پکار دو تم اُسے اور خوش خبری کی جگہ پر ڈرا دو اُسے دکھ دینے والے عذاب سے۔ اُن کے برخلاف۔۔۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ۝

بے شک جو ایمان لائے اور لیاقت کے کام کیے، اُنہیں کے لیے ہیں عیش کے باغ●

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

ہمیشہ رہنے والے اُس میں۔ اللہ کا وعدہ بالکل ٹھیک۔ اور وہی عزت والا حکمت والا ہے●

(بے شک جو ایمان لائے اور لیاقت کے کام کیے اُنہیں کے لیے ہیں عیش کے باغ) کی نعمتیں ۔۔یا۔۔ نعمتوں والی جنتیں۔

(ہمیشہ رہنے والے) ہیں (اُس میں)۔ حق تعالیٰ نے اُس کا وعدہ فرمالیا ہے، اور (اللہ) تعالیٰ (کا وعدہ بالکل ٹھیک ہے) جس کا خلاف نہیں ہوسکتا (اور وہی عزت والا) ہے۔ کوئی بھی اُسے عہد اور وعدہ وفا کرنے سے مانع نہیں ہوتا۔ اور (حکمت والا ہے) یعنی درست کام کرنے والا ہے۔ جو کچھ کرتا ہے حکمت ہی کی راہ سے کرتا ہے۔۔ چنانچہ۔۔ اُس عزیز و حکیم اور قادرِ مطلق نے۔۔۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَ اَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ

پیدا فرمایا آسمانوں کو بغیر کھمبے کے، تم لوگ دیکھ رہے ہو، اور ٹھونک دیا زمین میں پہاڑوں کے لنگر،

اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ وَ بَثَّ فِیْهَا مِنْ کُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

کہ کہیں ہل جائے تم کو لے کر، اور پھیلا دیا اُس میں ہر قسم کے جانور۔ اور اُتارا ہم نے آسمان کی طرف سے پانی،

فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ کُلِّ زَوْجٍ کَرِیْمٍ ﴿۱۰﴾

تو اُگا دیا ہم نے اُس میں ہر قسم کے عمدہ جوڑے●

(پیدا فرمایا آسمانوں کو بغیر کھمبے کے) یعنی بے ستون **(تم لوگ دیکھ رہے ہو)** انہیں اٹھے ہوئے، **(اور ٹھونک دیا زمین میں پہاڑوں کے لنگر)** یعنی زمین پر پیدا فرما دیے بلند پائدار پہاڑ، **(کہ کہیں ہل جائے تم کو لے کر)**، یعنی تاکہ نہ ہلائے اور نہ مضطرب بنائے تم کو زمین۔ اس واسطے کہ زمین پانی پر ہلتی تھی کشتی کی طرح، پہاڑوں کے بوجھ سے دب کر تھم گئی۔

ایک روایت کے مطابق حق تعالیٰ نے انیس[۱۹] پہاڑوں کو میخِ زمین کر دیا کہ زمین ٹھہر گئی۔ ان میں سے کوہ قاف ہے اور ابوقبیس اور جودی اور لبنان اور سین اور طورِ سینا اور ثبر وغیرہ ہیں۔

(اور پھیلا دیا اس میں ہر قسم کے جانور۔ اور اُتارا ہم نے) ہی **(آسمان کی طرف سے پانی)**۔ یعنی ہمارے سوا کسی نے نہیں بھیجا، ہم ہی نے بھیجا آسمان کی طرف سے مینہ یعنی بارش کا پانی، **(تو اگا دیا ہم نے اس)** زمین **(میں)** اس پانی کے سبب سے **(ہر قسم کے عمدہ جوڑے)** یعنی ہر قسم کی گھاس اچھی اور فائدہ والی۔

هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ

یہ اللہ کا پیدا کیا ہوا ہے، تو تم لوگ مجھے دکھا دو کہ "کیا پیدا کیا اُنہوں نے جو اُس کے فرضی مقابل ہیں؟"

بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۱﴾

بلکہ ظالم لوگ کھلی گمراہی میں ہیں●

(یہ) جو مذکور ہوا یعنی آسمان، زمین، پہاڑ حیوان اور نبات، یہ سب کا سب **(اللہ)** تعالیٰ **(کا پیدا کیا ہوا ہے، تو تم لوگ مجھے دکھا دو کہ)** عالَم میں **(کیا پیدا کیا انہوں نے جو اُس کے فرضی مقابل ہیں؟)**

ع-۱۰

اس سے مراد بُت ہیں کہ کافر انہیں خدا کا شریک کہتے تھے، تو حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ سب تو میری مخلوق ہیں، تمہارے بتوں نے کیا چیز پیدا کی ہے؟

(**بلکہ**) سچی بات تو یہی ہے کہ (**ظالم لوگ**) یعنی مشرک لوگ (**کھلی گمراہی میں ہیں**) کہ عاجز کو قادر کے ساتھ، مخلوق کو خالق کے ساتھ پرستش میں شریک کرتے ہیں۔

روایت ہے کہ لقمان حکیم کا قصہ اور اُن کی وصیتیں یہود میں بڑی شہرت رکھتی تھیں اور عرب جس مہم میں یہود کی طرف رجوع کرتے، یہود لقمان کی حکمتوں میں سے اُن کے واسطے مثال دیتے، تو حق تعالیٰ نے اُن کے حال سے خبر دی۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِکْمَۃَ اَنِ اشْکُرْ لِلّٰہِ ؕ وَمَنْ یَّشْکُرْ فَاِنَّمَا یَشْکُرُ لِنَفْسِہٖ ۚ

اور بے شک دی ہم نے لقمان کو حکمت کہ "شکر ادا کرو اللہ کا" اور جو شکر ادا کرے، تو وہ شکر ادا کرتا ہے اپنے بھلے کو۔

وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ﴿۱۲﴾

اور جس نے ناشکری کی، تو بلا شبہ اللہ بے پرواہ حمد والا ہے●

(**اور**) فرمایا، کہ (**بے شک دی ہم نے لقمان کو حکمت**) یعنی درست و صائب بات اور کام پورا کرنے کی عادت۔۔یا۔۔توحید کی شناخت اور شرک کی نفی۔۔المختصر۔۔توحید مقرر کرنا اور رسولوں پر ایمان کے واسطے عقلی دلیلیں قائم کرنا، اور شرک کی نفی اور اُس کی طرف سمعی دلیلوں کی اضافت کرنا، یہ سب حضرت لقمان کی حکمت سے ہے۔

اکثر علماء اِس بات پر ہیں کہ حضرت لقمان پیغمبر نہ تھے، بلکہ حکیم تھے جو حضرت داوٗد علیہ السلام کی سلطنت سے دسوٗیں برس پیدا ہوئے۔ اور حضرت یونس کے زمانے تک زندہ رہے۔ بعضوں نے کہا کہ اُن کی عمر ہزار ۱۰۰۰ برس ہوئی۔ جن اکثر علماء کے نزدیک آپ پیغمبر نہ تھے، وہ آیت میں مذکور 'حکمت' کو 'نبوت' کے معنی میں نہیں لیتے۔ اور اُن کے برخلاف سدی، عکرمہ اور شعبی رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک چونکہ وہ پیغمبر تھے، اس لیے وہ 'حکمت' سے مراد 'نبوت' ظاہر کرتے ہیں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔

حضرت لقمان کی شخصیت کے تعلق سے بھی مختلف اقوال ہیں۔۔مثلاً: بعضوں نے کہا کہ آپ کسی کے غلام تھے اور بکریاں چرایا کرتے۔۔یا۔۔درزی۔۔یا۔۔بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ اور بعضوں نے کہا کہ حبشی تھے، بنی اسرائیل میں فتویٰ پوچھتے۔ ایک قول کے مطابق

بندگانِ توبہ میں سے تھے۔ مرد سیاہ رنگ، موٹے موٹے ہونٹ۔

ایک دن حکیم لقمان کے گھر میں دن کو سونے کے وقت فرشتے آئے اور لقمان پر سلام کیا، لقمان نے انہیں نہیں دیکھا اور جواب دیا۔ فرشتے بولے کہ اَے لقمان! ہم تمہارے پروردگار کے فرشتے ہیں، تم کو زمین پر ہم خلیفہ کرتے ہیں کہ صحت اور درستی کے ساتھ لوگوں میں حکم کیا کرو۔ پس لقمان نے جواب دیا کہ اگر اِس کام پر میرے رب کی طرف سے حکم قطعی ہے، تو سن کر طاعت کے طور پر میں قبول کرتا ہوں، اور امید رکھتا ہوں کہ مجھے توفیق دے اور میری مدد کرے۔ اور اگر مجھے اختیار دیا ہے، تو میں عاقبت اختیار کرتا ہوں اور فتنہ سے متعرض نہیں ہوتا۔

فرشتوں کو اس بات سے تعجب آیا۔ حق تعالیٰ نے لقمان کی بات کو پسند فرمایا اور اُن کی طرف حکمت افاضہ کی۔ تقریباً دس ''۱۰'' ہزار کلمے اُن سے منقول ہیں کہ ہر کلمہ ایک عالم کے برابر ہے۔ بنی اسرائیل میں سے ایک بڑا آدمی ایک مرتبہ حکیم لقمان کے سامنے سے گزرا، اور ایک جماعت لوگوں کی ان کے پاس تھی، کچھ بیٹھے کچھ کھڑے حکمت کی باتیں سنتے تھے، اُس بڑے بزرگ آدمی نے پوچھا، کہ اَے لقمان کیا تُو وہ کالا غلام نہیں ہے جو بکریاں چَراتا تھا فلاں شخص کی؟ لقمان بولے کہ ہاں میں وہی ہوں۔ پھر اُن بزرگ نے پوچھا کہ کس چیز نے تجھے اِس مرتبہ پر پہنچا دیا؟ لقمان بولے کہ تین۳ چیزوں نے: ﴿۱﴾۔ سچ بولنے، ﴿۲﴾۔ امانت کی نگہبانی کرنے، ﴿۳﴾۔ فضول بات چھوڑ دینے نے۔

آپ کی حکمتوں میں سے ایک واقعہ مشہور ہے کہ ایک دن ان کے آقا نے اور غلاموں کے ساتھ انہیں باغ میں بھیجا کہ میوہ لائیں، اور غلام راہ میں میوہ کھا گئے اور کہہ دیا کہ لقمان نے کھالیا۔ آقا لقمان پر خفا ہوا۔ لقمان بولے، میوہ اِن غلاموں نے کھایا ہے اور مجھے جھوٹ لگایا ہے۔ آقا بولا، کہ اِس بات کی حقیقت کیونکر معلوم ہو؟ لقمان بولے کہ ہم سب کو گرم پانی پلایئے اور میدان میں دوڑایئے کہ ہم قے کریں۔ جس کے پیٹ میں سے میوہ گرے وہ خائن ہے۔

۔۔ چنانچہ۔۔ آقا نے سب غلاموں کو پانی پلا کر میدان میں دوڑایا، سب نے قے کی تو لقمان کے سوا سب کے پیٹ سے میوہ گرا، تو لقمان کی حکمت سے جب خائنوں کی خیانت کھل گئی، تو خدائے حکیم کی حکمت کے سامنے کسی کی خیانت کب چھپے گی؟ روایت ہے کہ

ایک دن داوٗد علیہ السلام نے لقمان سے پوچھا کہ کیونکر صبح کی؟ لقمان نے جواب دیا کہ صبح کی دوسرے کے ہاتھ میں۔ اِس سے فضل اور عدل کا قبضہ مُراد ہے۔ حضرت داوٗد نے اِس بات میں فکر کی اور ایک نعرہ مار کر بے ہوش ہوگئے۔ غرضیکہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی اور اُس سے کہا۔۔۔

(کہ شکر ادا کرو اللہ) تعالیٰ (کا) نعمتِ حکمت پر، (اور جو شکر ادا کرے تو وہ شکر ادا کرتا ہے اپنے بھلے کو)، یعنی شکر کا فائدہ اُسی کی ذات کو پہنچے گا۔ اس واسطے کہ شکر کا نفع ہمیشہ نعمت کا باقی رہنا اور زیادتی کا مستحق ہونا ہے۔ (اور جس نے ناشکری کی، تو بلاشبہ اللہ) تعالیٰ (بے پرواہ) ہے، کسی کے شکر کی پروا نہیں رکھتا۔ اور وہ (حمد والا ہے) یعنی حمد کے لائق وہی ہے، اگرچہ کوئی اُس کی حمد نہ کرے۔۔یا۔۔ محمود ہے کہ تمام کائنات زبانِ قال اور زبانِ حال سے اُس کی شکر گزار ہے۔ اَے محبوب! یاد کرو۔۔۔

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ

اور جب کہا لقمان نے اپنے بیٹے کو، اور وہ اُسے نصیحت کر رہے تھے کہ "میرے بیٹے مت شریک ٹھہرانا اللہ کے ساتھ۔۔

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾

بے شک شریک ٹھہرانا یقیناً بڑا اندھیر ہے"●

(اور) ذہن میں حاضر کرلو اُس واقعہ کو، کہ (جب کہا لقمان نے اپنے بیٹے) انعم۔۔یا۔۔ ماثان۔۔یا۔۔ ساران۔۔یا۔۔ اشکم۔۔یا۔۔ مشکور (کو، اور) اس حال میں کہ (وہ اُسے نصیحت کر رہے تھے کہ میرے بیٹے مت شریک ٹھہرانا اللہ) تعالیٰ (کے ساتھ)، یعنی نہ شرک کرنا خدا کے ساتھ کیونکہ (بے شک) خدا کے ساتھ (شریک ٹھہرانا یقیناً بڑا اندھیر ہے)، اس واسطے کہ مشرک آدمی مخلوق کو خالق کے ساتھ برابر کرتا ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ

اور تاکید فرمائی ہم نے انسان کو اُس کے ماں باپ کے حق میں، پیٹ میں رکھا اُس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری سہتی ہوئی، اور اُس کا دودھ

فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۱۴﴾

چھوٹنا دو برس میں ہے کہ "شکر گزار رہو میرے اور اپنے ماں باپ کے،" میری ہی طرف پھر آنا ہے●

(اور تاکید فرمائی ہم نے انسان کو اُس کے ماں باپ کے حق میں) کہ اپنے ماں باپ کے

ساتھ نیکی کر۔اور نیکی کرنے کا ایک سبب یہ ہے، کہ (پیٹ میں رکھا) اُس کو (اُس کی ماں نے) تھوڑی مدت اور اُس کے حمل اور اٹھانے میں سست رہی، اور (کمزوری پر کمزوری سہتی ہوئی) ناطاقتی پر ناطاقتی برداشت کرتی رہی، اور اُس کو دودھ پلاتی رہی (اور) چونکہ (اُس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے) تو اتنی مدت تک اُسے دودھ دیا، تو ہر ماں کا اپنے بچے پر یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ وہ اُس کی پیدائش سے پہلے بھی تکلیف اٹھاتی رہی اور پھر پیدائش کے بعد اپنا خون دودھ کی شکل میں پلا کر اس کی پرورش کرتی رہی، اور سرد و گرم سے بچاتی رہی۔خود تکلیف اٹھا کر اُسے آرام پہنچاتی ہے۔

اور انسان کو ہم نے دوسرا حکم کیا، (کہ شکر گزار رہو میرے)۔کسی کو میرا شریک نہ ٹھہراؤ اور میری مخلصانہ اطاعت کرتے رہو۔(اور اپنے ماں باپ کے) بھی شکر گزار رہو، اور حق تعالیٰ کی نافرمانی کے سوا ہر بات میں اُن کی فرمانبرداری کرو، انہیں تکلیف نہ پہنچاؤ اور اُن کی راحت و آرام کا خیال کرتے رہو۔اچھی طرح جان لو کہ (میری ہی طرف پھر آنا ہے) آدمیوں کا۔تو جو شکر والے ہیں وہ اچھی جزاء پائیں گے، اور جو شرک والے ہیں وہ دردناک سزا پانے والے ہوں گے۔گو والدین کی اطاعت تم پر لازم ہے مگر ہر حال میں یہ خیال۔۔۔

وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا

"اور اگر دباؤ ڈالیں تم پر، اِس پر کہ شریک بناؤ میرا جس کا تمہیں کچھ علم نہیں، تو مت کہا مانو اُن کا،

وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا ۡ وَّاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ۚ

اور اُن کا ساتھ دو دُنیا میں اچھی طرح سے۔اور تقلید کرو اُس شخص کے طریقہ کی، جس نے رجوع کیا میری طرف۔

ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾

پھر میرے ہی طرف تم لوگوں کا لوٹنا ہے، تو بتا دوں گا میں تم کو جو تم کرتے تھے"●

(اور) ملحوظِ خاطر رہے، کہ (اگر) والدین (دباؤ ڈالیں تم پر، اس پر کہ شریک بناؤ میرا) اس چیز کو (جس) کی شرکت کے مستحق ہونے (کا تمہیں کچھ علم نہیں)، بلکہ دلائل و براہین جس کے شریک خدا ہونے کو باطل قرار دیتے ہوں، (تو مت کہا مانو اُن کا) اور اِس راہ سے اگر اُن کو کوئی تکلیف۔۔یا۔۔اذیت پہنچتی ہے، تو اُس کا مت خیال کرو۔۔ہاں۔۔یہ ضرور خیال رہے (اور) اِس کا دھیان رکھنا ضروری ہے، کہ (اُن کا ساتھ دو) اور ان دونوں کی مصاحبت کرو (دُنیا میں اچھی طرح سے) جو اُن کی بزرگی کا

مقتضی ہواور شریعتِ اسلامیہ کے موافق ہو۔

اور دین میں پیروی (اور تقلید کرو اُس شخص کے طریقہ کی جس نے رجوع کیا) توحیداور اخلاص کے ساتھ (میری طرف)، اور وہ میرے محبوب محمد ؐصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور انہیں میں صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور اُن جیسے دوسرے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ (پھر میرے ہی) یعنی میری ہی جزا کی (طرف تم لوگوں کولوٹنا ہے، تو بتادوں گا میں تم کو جوتم) از قسم بھلائی۔۔یا۔۔بُرائی (کرتے تھے)۔

یہ آیت حضرت سعد بن وقاص کی شان میں نازل ہوئی، جیسا کہ سورۃ عنکبوت میں مذکور ہے اور لقمان کے قصے میں اس حکم کا ذکر ممانعتِ شرک کی مناسبت کے سبب سے ہے۔روایت ہے کہ حضرت سعد بن وقاص کی ماں نے تین ۳ دن کھانہ کھایا نہ پانی پیا، یہاں تک کہ اُن کا منھ لکڑی سے کھول کر حلق میں پانی ڈال دیا اور حضرت سعد یہی کہتے تھے کہ بالفرض اگر اِس کی ستر ۷۰ روحیں ہوں اور ایک ایک قبض کریں، یعنی اگر ستر ۷۰ بار مَرے، تو بھی میں دینِ اسلام سے نہیں پھرتا۔۔۔پھر دوبارہ لقمان کی وصیت حق تعالیٰ بیان فرماتا ہے۔۔۔

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ

"اَے میرے بیٹے! بلاشبہ اگر کرتوت رائی کے دانے برابر ہو، پھر وہ ہو کسی پتھر میں،

اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۶﴾

یا آسمانوں میں، یا زمین میں، لے آئے گا اُسے اللہ۔ بے شک اللہ ہر باریک کا جاننے والا بتانے والا ہے●

(اَے میرے بیٹے) آدمی جو نیک۔۔یا۔۔بدکام کرتا ہے (بلاشبہ اگر) اس کا یہ (کرتوت رائی کے دانے برابر ہو) جو سب دانوں سے چھوٹا ہوتا ہے، (پھر وہ کسی) بڑے (پتھر میں) اور وہ بھی ایسے جو ساتویں ۷ زمین کے نیچے ہو، (یا) وہ کام (آسمانوں میں) یا بلند و بالا وسیع تر آسمانوں کے اوپر ہو (یا) طویل و عریض (زمین میں) کسی پوشیدہ جگہ ہو، تو (لے آئے گا اُسے اللہ) تعالیٰ، اور حاضر کردے گا اور اُس کا حساب لے گا۔ (بے شک اللہ) تعالیٰ (ہر باریک) اور چھوٹی سی چھوٹی چیز (کا جاننے والا) ہے۔اُس کا علم ہر پوشیدہ چیز کو گھیرے ہوئے ہے، تو وہ سب کو جاننے والا اور اپنے مخصوص بندوں میں سے جس کو چاہے اس کو (بتانے والا ہے)۔۔یا یہ کہ۔۔وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے اور اُن میں کس کا ٹھکانہ کدھر ہوگا اُس سے بھی باخبر ہے۔

يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ

اَے میرے بیٹے پابندی رکھونماز کی، اور حکم دو نیکی کا، اور روکو بُرائی سے، اور صبر کرو

عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝۱۷

اُس پر جو مصیبت آئے تمہاری۔ بے شک یہ حوصلے کے کام ہیں●

(اے میرے بیٹے پابندی رکھونماز کی) تاکہ تیرا نفس مرتبۂ کمال کو پہنچے، (اور حکم دو نیکی کا، اور روکو بُرائی سے) تاکہ اور لوگ تیرے سبب سے کامل ہوں **مَعْرُوْف** وہ ہے جو شریعت اور سنت کے موافق ہو اور 'منکر' وہ ہے جو عقل ونقل کے مخالف ہو۔ (اور) اَے میرے بیٹے (صبر کرو اس پر جو مصیبت آئے تمہاری)، خصوصاً اوامر ونواہی کی تعمیل کی صورت میں تم کو جن مشقتوں اور مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑے، اُس پر صبر وضبط سے کام لو۔ (بے شک یہ) جو حکم کیا گیا ہے وہ واجباتِ امور سے اور (حوصلے کے کام ہیں)، خدائے تعالیٰ کی طرف سے جن کا قطعی حکم ہے اور جن کی ادائیگی واجب ہے۔

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ

اور مت بے رخی کرنا لوگوں سے، اور نہ چلنا زمین میں اِترا کر۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝۱۸

بے شک اللہ نہیں پسند فرماتا کسی اِترانے والے، ڈینگ مارنے والے کو●

(اور) اَے میرے بیٹے! ہمیشہ اسلامی اخلاقی قدروں کا پاس ولحاظ رکھنا اور (مت بے رخی کرنا لوگوں سے) تکبر کی وجہ سے، بلکہ فروتنی کے ساتھ اُن کی طرف متوجہ رہنا۔ (اور نہ چلنا زمین میں اِترا کر) جیسے کہ خود غرضی کے واسطے ہنسی کھیل کرنے والے مغرورین، چلتے ہیں۔ یعنی جاہل دُنیا پرستوں کی طرح نہ چلنا، کیونکہ (بے شک اللہ) تعالیٰ (نہیں پسند فرماتا کسی اِترانے والے ڈینگ مارنے والے کو) جو اسباب تنعم کے سبب سے لوگوں کے سامنے اکڑتا ہے۔

وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ

اور میانہ روی رکھو اپنی چال میں، اور پست رکھا کرو اپنی آواز۔ بے شک سب سے زیادہ ناگوار آواز

لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ۝۱۹

یقیناً گدھے کی آواز ہے●

(**اور میانہ روی رکھو**) یعنی اوسط درجہ اختیار کرو (**اپنی چال میں**)، یعنی جلد اور آہستہ چلنے کے درمیان کی رفتار اختیار کرو، اس واسطے کہ جلدی جلدی چلنا ہلکے پن اور سبکساری کی علامت ہے اور ٹھہر ٹھہر کر دیر سے قدم اُٹھانا تکبر اور اپنے احساسِ برتری کی نشانی ہے۔۔المختصر۔۔نہ تو اپنی رفتار میں ہلکے پن کا مظاہرہ کرو اور نہ ہی اُس میں غرور کا شائبہ آنے دو، بلکہ میانہ رو رہ کر فروتنی کے ساتھ قدم رکھو۔ (**اور پست رکھا کرو اپنی آواز**)، یعنی چیخنے اور چلاّنے سے پرہیز کرو، کہ تمہیں زبان دراز اور سخت گو سمجھا جانے لگے۔ یاد رکھو! آواز بلند کرنے میں کچھ فضیلت نہیں۔ دیکھو گدھے کہ آواز کتنی بلند ہوتی ہے، باوصف اِس کے طبیعت کو بُری معلوم ہوتی ہے اور دماغ کو پریشان کر دیتی ہے۔ یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں کہ (**بے شک سب سے زیادہ ناگوار آواز یقیناً گدھے کی آواز ہے**)۔

عرب کے مشرک آواز بلند ہونے پر تفاخر کرتے تھے۔ اِس آیت میں حق تعالیٰ نے اُن کے فخر کو اُن پر رَد کر دیا اور نبی کریم نرم آواز پسند فرماتے تھے، اور بلند آواز سے کراہت فرماتے تھے۔ انجیل میں مذکور ہے کہ حکم کر میرے بندوں کو کہ میرے ساتھ مناجات کیا کریں، تو اپنی آوازوں کو سُلا دیں یعنی آہستہ مناجات کریں، کیونکہ میں سنتا ہوں اور جو کچھ اُن کے دلوں میں ہے جانتا ہوں۔

اِس مقام پر عربوں کے اسلوبِ بیان کی رعایت کی گئی ہے، کیونکہ وہ بطورِ مثل گدھے کی آواز کو سب سے زیادہ مکروہ اور بدتر آواز قرار دیتے تھے۔ اب اگر بعض حیوانوں کی آواز اِس سے بھی بُری ہو تو کوئی مضائقہ نہیں، اس لیے کہ عربوں کے محاورات میں کسی اور جانور کے حق میں اَنْكَرُ الْاَصْوَاتِ کی مثل رائج نہ تھی۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہر حیوان کی آواز اُس کی تسبیح ہے، مگر گدھے کی چیخ شیطان کو دیکھنے سے ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب سنو تم گدھے کی آواز سیپوں، تو 'اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ' کہو، اس واسطے کہ بے شک گدھے نے شیطان کو دیکھا ہے۔ بعض عارفین سے گدھے کی آواز بدتر ہونے کی وجہ یہ منقول ہے، کہ چونکہ گدھا اکثر گھاس پانی کے واسطے چلاّتا ہے۔۔یا۔۔شہوت جھاڑنے کو۔۔یا۔۔دوسرے گدھے سے لڑنے کے لیے آواز نکالتا ہے، تو اُس کی آواز اُس کی بہیمی اور سبعی صفات کی پیداوار ہوتی ہے، اس لیے وہ سب آوازوں سے بدتر ہوتی ہے۔

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو نداصاحبِ اخلاقِ ربّانی اور فرشتہ خصلت لوگوں سے آتی

ہے، وہ سب صداؤں اور نداؤں سے بہتر ہوگی۔

سابقہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید پر اِس سے استدلال فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بغیر ستونوں کے آسمان بنائے جنہیں تم دیکھتے ہو، اور زمین میں مضبوط پہاڑوں کو نصب کردیا تا کہ وہ تمہیں لرزا نہ سکے، اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیے، اور آسمان سے پانی نازل کیا، سو ہم نے زمین میں ہر قسم کے عمدہ غلے اور میوے پیدا کیے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ان نعمتوں سے اپنی الوہیت اور توحید پر استدلال فرمایا تھا۔ اب آگے والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت اور توحید پر اپنی دی ہوئی مزید نعمتوں سے استدلال فرمایا۔۔ چنانچہ۔۔ ارشاد فرماتا ہے، کہ۔۔۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ

کیا تم لوگوں نے نہیں دیکھا، کہ بلاشبہ اللہ نے قابو میں کردیا تمہارے، جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور بھرپور اُتار تم پر

نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ

اپنی ظاہر و باطن نعمتوں کو۔ اور اُنہیں لوگوں میں وہ ہے کہ جھگڑتا ہے اللہ کے بارے میں، نہ علم

وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿۲۰﴾

اور نہ ہدایت، اور نہ کوئی روشن کتاب●

(کیا تم لوگوں نے نہیں دیکھا) اے لوگو! **(کہ بلاشبہ اللہ)** تعالیٰ **(نے قابو میں کردیا تمہارے)** اور مسخر کردیا تمہارے واسطے **(جو کچھ آسمانوں میں ہے)** یعنی آفتاب و ماہتاب، کہ ان کی روشنی سے فائدہ اٹھاتے ہو اور ستارے کہ اُن کے سبب سے راہ پاتے ہو۔ **(اور جو کچھ زمین میں ہے)**۔۔ مثلاً: پہاڑ، میدان، دریا، حیوانات، نباتات اور کھانیں کہ اُن سے نفع حاصل کرتے ہو **(اور بھرپور اُتارا تم پر اپنی ظاہر و باطن نعمتوں کو)** یعنی جو نعمتیں تم پہچانتے ہو اور جو نہیں پہچانتے۔۔ یا۔۔ نعمتیں جو محسوس ہیں یعنی حواس سے پہچانی جاتی ہیں اور جو معقول ہیں کہ عقل سے دریافت ہوتی ہیں۔

علماء نے 'نعمت' کی تین سو۳۰۰ تفسیر کی ہے، اور جو نعمت ظاہر اور مشہور ہے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ ستودہ صفات ہے۔ اور 'نعمتِ باطن' فرشتوں کی امداد۔ ایک قول کے مطابق 'نعمتِ ظاہر' خوبصورتی ہے اور 'نعمتِ باطن' نیک سیرتی ہے۔۔ یا۔۔ توحید کا اقرار نعمتِ ظاہر ہے اور تصدیق نعمتِ باطن ہے۔۔ یا۔۔ نطق و گویائی نعمتِ ظاہر ہے اور عقل و فہم نعمتِ

باطن ہے۔۔یا۔۔وجودِ نعمت نعمتِ ظاہر ہے اور شہودِ منعم نعمتِ باطن ہے۔۔یا۔۔درستی اعضاء نعمتِ ظاہر ہے اور معرفتِ ملکِ اعلیٰ نعمتِ باطن ہے ۔۔یا۔۔حفظِ قرآن نعمتِ ظاہر ہے اور اُس کے معنی سمجھنا نعمتِ باطن ہے ۔۔یا۔۔ دن نعمتِ ظاہر ہے اور رات نعمتِ باطن ہے ۔۔یا۔۔نماز نعمتِ ظاہر ہے اور روزہ نعمتِ باطن ہے۔۔یا۔۔زبان سے ذکر نعمتِ ظاہر ہے اور ذکرِ قلبی نعمتِ باطن ہے ۔۔یا۔۔ بدنوں کی صحت نعمتِ ظاہر ہے اور دینوں کی صحت نعمتِ باطن ہے۔۔یا۔۔بصر نعمتِ ظاہر ہے اور بصیرت نعمتِ باطن ہے۔۔یا۔۔منافع کھینچنا نعمتِ ظاہر ہے اور ضرر دفع کرنا نعمتِ باطن ہے۔۔یا۔۔زیادتی اموال نعمتِ ظاہر ہے اور صفائی احوال نعمتِ باطن ہے۔۔یا۔۔نبوت نعمتِ ظاہر ہے اور ولایت نعمتِ باطن ہے۔۔یا۔۔فقیر کو دن میں انصاف دینا نعمتِ ظاہر ہے اور اُس کو رات میں انصاف دینا نعمتِ باطن ہے ۔۔المختصر۔۔انسانوں کو جو جو نعمتیں ملی ہیں وہ سب کی سب خدائے قدیر ہی کی عطا کردہ ہیں، خواہ وہ ظاہری ہوں۔۔یا۔۔باطنی۔لیکن یہ کس قدر بے توفیقی کی بات ہے کہ بعض بدنصیب انسان ایسے انعام فرمانے والے اور نعمتوں کو عطا فرمانے والے کی ذات وصفات کے تعلق سے بحث ومباحثہ پر اتر آتے ہیں۔آخر وہ کون ہیں؟ تو سنو۔۔۔

(اور) یاد رکھو! کہ **(انہیں لوگوں میں)** سے نضر بن حارث **(وہ ہے)** جو **(کہ جھگڑتا ہے اللہ)** تعالیٰ کی کتاب **(کے بارے میں)** یعنی قرآنِ کریم کو اگلوں کی کہانی کہتا ہے۔اتنا بڑا دعویٰ اور وہ بھی **(نہ)** کسی **(علمِ)** صحیح کی بنیاد پر **(اور نہ)** ہی کسی **(ہدایت)** کا ثمرہ **(اور نہ)** ہی **(کوئی روشن کتاب)** اُس کو ثابت کرنے والی۔اُس کی یہ پوری بکواس صرف اس کے ضد وعناد اور جہل وطغیان کی پیداوار ہے ۔۔بلکہ۔۔یہ سب کچھ اپنے باطل آباء واجداد کی تقلید کی راہ سے بک رہا ہے۔۔یہی وجہ۔۔

وَاِذَا قِیۡلَ لَہُمُ اتَّبِعُوۡا مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ قَالُوۡا بَلۡ نَتَّبِعُ مَا وَجَدۡنَا عَلَیۡہِ

اور جب کہا گیا اُنہیں کہ "پیروی کرو اُس کی، جسے اُتارا اللہ نے"، بولے کہ "ہم پیروی کرتے ہیں جس پر پایا ہم نے اپنے باپ

اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوۡ کَانَ الشَّیۡطٰنُ یَدۡعُوۡہُمۡ اِلٰی عَذَابِ السَّعِیۡرِ ﴿۲۱﴾

دادوں کو"۔کیا گو شیطان بُلا رہا ہو اُنہیں جہنم کے عذاب کی طرف!●

(اور) یہی سبب ہے، کہ **(جب کہا گیا انہیں)** یعنی نضر بن حارث اور اُس کے ہم خیالیوں سے **(کہ پیروی کرو اُس کی جسے اُتارا اللہ)** تعالیٰ **(نے)** اور اس پر ایمان لاؤ، تو **(بولے کہ ہم پیروی**

کرتے ہیں) اُس چیز کی (جس پر پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو) یعنی خدا کی نازل فرمودہ کتاب کی ہم پیروی نہیں کرتے اور نہ ہی اس پر ایمان لاتے ہیں، بلکہ ہم تو اپنے باپ دادوں ہی کی پیروی کرتے ہیں۔۔الغرض۔۔اپنے بزرگوں کی ہی راہ پر ہم چلتے رہیں گے۔ (کیا گو)، یعنی خواہ (شیطان) اپنے وسوسوں کے ذریعہ (بلا رہا ہوانہیں جہنم کے عذاب کی طرف)، تو بھی یہ اسی طرح پیروی کرتے رہیں گے اُس کی، اور تقلیدِ باطل سے نہ درگزریں گے۔

اب اِس کے بعد ارشاد فرمایا جارہا ہے کہ تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کی طرف ہے۔سب سے مضبوط رسّی اور سب سے مضبوط رستہ اللہ کی جانب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی اور منقطع ہوجانے والی ہے اور اللہ تعالیٰ باقی ہے اور اس کا کوئی انقطاع نہیں ہے۔اور جو شخص اللہ کے رستہ اور اُس کے سہارے کو پکڑ لے گا، تو وہ اُس کو اللہ تک پہنچا دے گا۔اُس کا انجام بہت اچھا ہوگا اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ جس شخص کے معاملات کا رجوع صرف ایک ذات کی طرف ہو، پھر وہ اس کے پہنچنے سے پہلے اس کی طرف ہدیے بھیجتا رہے، تو جب اُس ذات کی طرف پہنچے گا، تو اُس کو اُس ذات کے فوائد حاصل ہوجائیں گے۔

اِسی مضمون کی طرف سورۂ بقرہ کی آیت ۱۱۰ میں اشارہ ہے کہ "اور تم نے اپنے نفع کے لیے جو کچھ پہلے بھیجا ہے تم اُس کے اجر و ثواب کو اللہ کے پاس پالو گے"۔۔چنانچہ۔۔اس تعلق سے فرمانِ خداوندی۔۔۔

وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ

اور جو جھکادے اپنا رخ اللہ کی طرف، اور وہ مخلص ہے، تو اُس نے تھام لیا مضبوط کڑی کو۔

وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۲۲﴾

اور اللہ ہی کی طرف ہے سارے کاموں کا انجام●

(اور) ارشادِ الٰہی ہے، کہ (جو جھکادے اپنا رخ اللہ) تعالیٰ (کی طرف اور وہ مخلص) یعنی نیک کام کرنے والا موحد (ہے، تو اُس نے) بے شک وشبہ (تھام لیا) کلمۂ شہادت۔یا۔اسلام۔یا۔قرآن۔یا۔حب لِلّٰہ و بغض لِلّٰہ۔یا۔طریقہ سنت وجماعت کی (مضبوط کڑی کو، اور اللہ) تعالیٰ (ہی کی طرف ہے سارے کاموں کا انجام)۔یعنی جملہ اہلِ امور یعنی تمام خلائق کو اُسی کی طرف پھرنا ہوگا۔

اِس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے احوال ذکر فرمائے تھے۔اب ان

آیتوں میں کفار کے احوال بیان فرما رہا ہے کیونکہ چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں۔۔

چنانچہ۔۔ارشادِ خداوندی۔۔۔

وَمَنۡ كَفَرَ فَلَا يَحۡزُنۡكَ كُفۡرُهٗ ؕ اِلَيۡنَا مَرۡجِعُهُمۡ فَنُنَبِّئُهُمۡ بِمَا عَمِلُوۡا ؕ

اور جس نے کفر کیا، تو نہ رنجیدہ کرے تمہیں اُس کا کفر۔ ہمارے ہی طرف اُن کا لوٹنا ہے، پھر بتادیں گے ہم جو اُنہوں نے کر رکھا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿۲۳﴾

بے شک اللہ جانتا ہے سینے والی بات کو●

(اور) فرمانِ الٰہی ہے، کہ اَے محبوب! (جس نے کفر کیا) اور ایمان نہ لایا اور عُرۡوَةِ الۡوُثۡقٰى کو نہ تھاما۔۔الحاصل۔۔آپ کی تکذیب کی، (تو نہ رنجیدہ کرے تمہیں اُس کا کفر)۔ کیونکہ جس شخص کی تکذیب کی جائے اور اُس کو یقین ہو کہ عنقریب اُس کا صدق ظاہر ہو جائے گا، تو اس کو کوئی غم نہیں ہوتا۔۔بلکہ۔۔ تکذیب کرنے والا دشمن جب غیر ہدایت یافتہ ہو اور اس کو یہ بھی معلوم ہو کہ جس کی وہ تکذیب کر رہا ہے، وہ صادق اور برحق ہے، تو وہ بہت جلد شرمندگی اور رسوائی سے دوچار ہوتا ہے۔ پس غم اور افسوس تو اُن کافروں کو کرنا چاہیے جو آپ کی تکذیب کر رہے ہیں، نہ کہ آپ کو غم اور افسوس کرنا چاہیے، کیونکہ وہ شرمندگی اور رسوائی کے خطرہ میں ہیں، اور بالآخر (ہماری ہی طرف اُن کا لوٹنا ہے، پھر) ان کے مناسب حال اُن کو عذاب دے کر (بتادیں گے ہم جو انہوں نے کر رکھا ہے)۔ یعنی اُن کے کرتوتوں کے مطابق انہیں عذاب دے کر اُن کے اعمال کی قباحت و شناعت ہم اُن پر ظاہر کر دیں گے۔ (بے شک اللہ) تعالیٰ خوب (جانتا ہے سینے والی بات کو)۔ بھلائی بُرائی دل میں جو بھی ہو اللہ تعالیٰ اُن سب سے باخبر ہے۔ دُنیا میں اِن کافروں کو خوشی اور نعمت کے سبب سے جو فائدہ حاصل ہوتا ہے وہ صرف اس لیے ہے کہ۔۔۔

نُمَتِّعُهُمۡ قَلِيۡلًا ثُمَّ نَضۡطَرُّهُمۡ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيۡظٍ ﴿۲۴﴾

برتنے دیتے ہیں ہم اُنہیں کچھ، پھر بیتاب کر دیں گے ہم اُنہیں سخت عذاب کی طرف●

(برتنے دیتے ہیں ہم انہیں کچھ) تھوڑی مدت، کہ جلد تمام ہو جائے۔ (پھر بے تاب کر دیں گے ہم انہیں سخت عذاب کی طرف)، یعنی پھر لائیں گے ہم انہیں مضطر اور ناچار کر کے سخت، گاڑھے اور بھاری عذاب کی طرف جو ہرگز سبک نہ ہوگا، بلکہ عذاب میں روز بروز ترقی ہوگی۔

مذکورہ بالا آیت کی ایک توجیہہ یہ بھی کی گئی ہے کہ وہ کفار دُنیا میں رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اور آخرت میں ان پر منکشف ہوگا کہ رسول تو سچی خبریں دے رہے تھے، اور جو اُن کو جھٹلا رہے تھے وہی غلط اور باطل تھے۔ اس وقت وہ خجل اور شرمندہ ہوں گے اور اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے گھبرائیں گے، تو فرشتے انہیں گھسیٹ کر دوزخ کی طرف لے جائیں گے۔ اس لیے فرمایا، کہ۔۔۔

آپ اُن کے کفر اور تکذیب سے غم نہ کریں۔ ہم روزِ قیامت ان کو ان کے کاموں کی خبر دیں گے۔۔۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ

اور اگر تم نے پوچھا اُن سے کہ "کس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو؟" تو ضرور جواب دیں گے کہ "اللہ"۔

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾

کہو کہ "الحمد للہ"۔ بلکہ اُن کے بہتیرے بے علم ہیں●

اے محبوب! ان کافروں (اور) مشرکوں کا حال عجیب ہے، کہ (اگر تم نے پوچھا اُن سے کہ کس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو، تو) لاشعوری طور پر ہی سہی، (ضرور جواب دیں گے کہ اللہ) تعالیٰ نے، اس واسطے کہ غیر خدا کی طرف پیدا کرنے کی اسناد کو باطل کرنے والی دلیلیں بہت کھلی ہوئی ہیں۔ تو اَے محبوب! شکر کرو اور (کہو کہ الحمد للہ) یعنی سب تعریفیں اللہ کے واسطے ہیں، اور شکر کرو کہ وہ اقرار کرتے ہیں اُس چیز کا جس سے اُن کا اعتقاد باطل ہونا ثابت ہے، (بلکہ اُن کے بہتیرے بے علم ہیں) انہیں خبر ہی نہیں کہ اِس اقرار کے سبب سے اُن پر کیا الزام آتا ہے؟ اور جب یہ ظاہر ہو گیا کہ خدائے تعالیٰ ہی خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ہے تو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ۔۔۔

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۶﴾

اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ بے شک اللہ ہی بے پرواہ حمد والا ہے●

(اللہ) تعالیٰ (ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے)۔ تو جب ساری کائنات کا خالق و مالک وہی ہے، تو پھر اُس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں، اور (بے شک اللہ) تعالیٰ (ہی بے پرواہ) ہے اپنی ذات سے سب چیزیں پیدا ہونے کے قبل سے، اور (حمد والا ہے) اپنی صفات کے ساتھ سب

زندوں کی گویائی کے قبل سے۔۔یا۔۔بے پرواہ ہے سب تعریف کرنے والوں کی تعریف سے اور تعریف کیا ہوا ہے بے اُن کی تعریف کیے ہوئے۔

سورۂ کہف کے آخر میں گزرا کہ یہود نے قرآن پر اعتراض کیا، کہ کہیں تو اِس میں ہے کہ تم کو حکمت کے ساتھ ہم نے سب کچھ دیا ہے، اور کہیں ہے کہ تم کو تھوڑا سا علم دیا ہے، تو یہ آیت نازل ہوئی کہ **قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا** یعنی کہہ دو کہ اگر دریا ہو سیاہی۔۔الخ اس صورت میں بھی اُس خبر کی تاکید کے واسطے فرماتا ہے۔۔۔

وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ

اور اگر بلاشبہ جو کچھ زمین میں ہیں درخت، قلم ہوں، اور سمندر روشنائی ہو اُن کی، ایک کے پیچھے

سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۷﴾

سات سمندر، تو بھی نہ ختم ہوں اللہ کے کلمے۔ بے شک اللہ عزت والا حکمت والا ہے●

(اور) نازل کرتا ہے، کہ (اگر بلاشبہ جو کچھ زمین میں ہیں درخت) وہ سب (قلم ہوں اور سمندر) بحرِ محیط باوصف اپنی وسعت کے (روشنائی ہو اُن کی)، اور صرف ایک ہی سمندر نہیں بلکہ (ایک کے پیچھے سات سمندر)۔۔الغرض۔۔صرف ایک ہی سمندر کی روشنائی نہیں بلکہ سات سمندر کی روشنائی ہو جو اس بحرِ محیط کا پانی تمام ہو جانے کے بعد اُس کو مدد دے اور سارے اقلام ان دریاؤں کے پانی کی سیاھی سے لکھیں، (تو بھی نہ ختم ہوں اللہ) تعالیٰ (کے کلمے)۔ یعنی علمِ الٰہی اور عجائبِ صُنع بادشاہی۔۔۔یا۔۔دُنیا میں جو کچھ پیدا کیا ہے اور عقبیٰ میں جو کچھ پیدا کرے گا اُن کے نام۔۔یا۔۔اُس کے حکم اور فرمان۔۔یا۔۔جو نعمتیں کہ دونوں جہاں میں بندوں کو پہنچاتا ہے، اس واسطے کہ سیاھی اور قلم کی نہایت ہے، اور یہ جو مذکور ہوا بے نہایت ہے۔۔الحاصل۔۔مخلوقات کے علوم کو قلیل وکثیر جو بھی کہا جاتا ہے، وہ مخلوقات کے اعتبار سے ہی کہا جاتا ہے۔

رہ گیا علمِ الٰہی؟ تو اُس کے سامنے ساری مخلوقات کے علم کو وہ نسبت بھی نہیں جو قطرہ کو سمندر سے ہے، اس لیے کہ قطرہ کی نسبت سمندر کی طرف متناہی کی نسبت متناہی کی طرف ہے، اور جملہ مخلوقات کے علوم ومعارف کی نسبت ذاتِ الٰہی وصفاتِ ربانی کی طرف متناہی کی نسبت غیر متناہی کی طرف ہے۔

(بے شک اللہ) تعالیٰ (عزت والا) ہے جو غالب ہے احکام بے نہایت میں اور (حکمت والا ہے)،

کوئی چیز اُس کی حکمت اور علم سے باہر نہیں۔

مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۸﴾

نہیں ہے تم سب کا پیدا کرنا اور تم سب کو اُٹھانا، مگر جیسے ایک جان کا۔ بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے●

اُے مکہ والو! خدا کے علم وحکمت اور غلبہ وقدرت کی شان یہ ہے، کہ (**نہیں ہے تم سب کا پیدا کرنا اور تم سب کو اُٹھانا**) موت کے بعد، (**مگر جیسے ایک جان کا**) پیدا کرنا اور اُسے مرنے کے بعد اُٹھانا۔ اِس واسطے کہ حق تعالیٰ پیدا کرنے میں اوزار اور مددگار کا محتاج نہیں، بلکہ ایک لفظ **کُنْ** سے لاکھ عالم پیدا کرتا ہے۔ اور مُردوں کو اٹھانے میں پہلے کچھ چیزیں کرنے کی احتیاج نہیں رکھتا، بلکہ حضرت اسرافیل کو حکم کردے گا کہ کہہ دو، کہ "اٹھو قبروں سے،" بس ایک ہی پکار میں سب مخلوق اپنی اپنی قبروں سے نکل آئیں گے۔ (**بے شک اللہ**) تعالیٰ (**سننے والا**) ہے سب سننے کی باتیں اور (**دیکھنے والا ہے**) سب دیکھنے کی چیزیں، اور یقیناً ایسے قادرِ مطلق کی قدرتِ کاملہ میں عاجزی کو دخل نہیں۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ داخل کرتا ہے رات کو دن میں، اور داخل کرتا رہتا ہے دن کو رات میں، اور قابو میں رکھا سورج

وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِىْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۹﴾

اور چاند کو۔ ہر ایک چل رہا ہے میعادِ مقرر تک، اور بے شک اللہ جو تم لوگ کرو اُس سے باخبر ہے●

(**کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ**) تعالیٰ (**داخل کرتا ہے رات**) کے اندھیرے (**کو دن**) کے اُجالے (**میں**)۔ یہ شام کو ہوتا ہے۔ (**اور داخل کرتا رہتا ہے دن**) کے اُجالے (**کو رات**) کے اندھیرے (**میں**)۔ یہ صبح ہوئے ہوتا ہے۔

۔۔الغرض۔۔اللہ تعالیٰ رات دن کی مقداریں کم اور زیادہ کرتا ہے۔

(**اور قابو میں رکھا سورج اور چاند کو**)۔ اِن دونوں کے سبب سے خلق کو فائدے پہنچتے ہیں۔ (**ہر ایک چل رہا ہے**) اپنے آسمان میں اپنی (**میعادِ مقرر تک**) کے لیے۔ اور وہ قیامت کا روز ہے۔ اُس دن ان کا چلنا البتہ بند ہو جائے گا۔ (**اور بے شک اللہ**) تعالیٰ (**جو تم لوگ کرو اُس سے باخبر ہے**) اور سب امور کی باریکی پہچانتا ہے اور۔۔۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ

یہ اس لیے کہ اللہ ہی حق ہے، اور بے شک جس کی وہ لوگ دُہائی دیتے ہیں اللہ کے خلاف، باطل ہے۔

وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۳۰﴾

اور بے شک اللہ ہی بلند بڑائی والا ہے●

(یہ) وسعتِ علم اور شمولِ قدرت (اس لیے) اور اِس سبب سے ہے، (کہ اللہ) تعالیٰ (ہی حق ہے)۔ یعنی ثابت ہے اپنی ذات میں اور واجب ہے اپنے وجود میں۔ (اور بے شک جس کی وہ) مشرک (لوگ دُہائی دیتے ہیں) اور پوجتے ہیں (اللہ) تعالیٰ (کے خلاف)، وہ (باطل) یعنی بے ہودہ اور ناحق (ہے۔ اور بے شک اللہ) تعالیٰ (ہی بلند) و برتر اور سب پر غالب (بڑائی والا ہے)۔ اُس سے بڑا کوئی نہیں۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ

کیا نہیں دیکھا تم نے کہ کشتیاں چلتی ہیں دریا میں اللہ کے کرم سے، تا کہ دکھادے تمہیں اپنی کچھ نشانیاں،

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾

بے شک اِس میں ضرور نشانیاں ہیں ہر صبر کرنے والے شکر گزار کے لیے●

(کیا نہیں دیکھا تم نے) اور نہیں جانا تو نے (کہ کشتیاں چلتی ہیں دریا میں اللہ) تعالیٰ (کے کرم سے) اور اُس کے احسان سے، کہ وہی کشتی کی پانی کے اوپر نگہبانی کرتا ہے اور ہوا کہ کشتی چلانے کے واسطے بھیجتا ہے، (تا کہ دکھادے تمہیں اپنی) قدرت کی (کچھ نشانیاں) کشتی کے چلنے، ہلنے، اور دریا کے بعضے عجائبات میں۔ (بے شک اِس میں) یعنی کشتی اور دریا کے امور میں شمولِ قدرت، کمالِ حکمت اور وفورِ نعمت کی (ضرور نشانیاں ہیں ہر صبر کرنے والے شکر گزار کے لیے)۔ یعنی اُن کے لیے جو اُس کی بلاء پر صبر کرتے ہیں اور اُس کی نعمتوں پر شکر کرتے ہیں۔

یوں تو کشتی سبھی اپنے سواروں کو پار لگاتی ہے، لیکن کشتی میں جو ایمان والے ہوتے ہیں، صرف وہی کشتی میں حالتِ اضطراب میں اپنی مانگی ہوئی دُعا اور امید پر ثابت رہتے ہیں۔ اور مشرک لوگ دریا سے نجات پاتے ہی منکر ہو جاتے ہیں۔۔ چنانچہ۔۔ اُن کی حالت۔۔۔

وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ

اور جہاں چھانپ لیا اُنہیں موج نے مثل سائبان کے، تو پکارنے لگے اللہ کو نرے اللہ کے ہو کر عقیدہ میں۔۔ پھر جب بچا لیا اُنہیں

اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾

خشکی کی طرف، تو کوئی ہے کہ اعتدال پر ہے۔ اور نہیں اِنکار کرتا ہماری آیتوں کا، مگر سارے بدعہد ناشکرے●

(اور) کیفیت یہ ہوتی ہے، کہ (جہاں چھانپ لیا انہیں موج نے مثل سائبان کے)، یعنی پہاڑوں کے مانند۔۔یا۔۔ابروں کے مثل، (تو پکارنے لگے اللہ) تعالیٰ (کو نرے اللہ) تعالیٰ (کے ہو کر عقیدہ میں)، تا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے کشتی کے مسافروں کے دِلوں سے اس خوف شدید کو زائل فرمادے، جو دو مخالفین کے درمیان گھر جانے سے انہیں پیش آ گیا ہے۔

ایک طرف ہوا کہ آفت اور کشتی کا اپنے فطری انداز سے چلنا ہے، اور دوسری طرف ملاحوں کا اپنی مرضی کے مطابق چلانے کی کوشش کرنا ہے۔ اوّل کی کوشش یہ ہے کہ کشتی اپنے اصل مقام تک نہ پہنچے، اور دوسرے کی سعی و محنت یہ ہے کہ کشتی اپنے اصلی مقام اور منزلِ مقصود تک پہنچ جائے۔ ظاہر ہے اِس کشاکش کے نتیجے میں کشتی سواروں کے دلوں میں جو خوف پیدا ہوتا ہے وہ لازمی طور انہیں خدا کی یاد دلاتا ہے، اور اُس وقت وہ بھی یقین کر لیتے ہیں کہ اِس مصیبت سے نجات بخشنے والا ربِّ قدیر کے سوا کوئی دوسرا نہیں۔۔ چنانچہ۔۔ وہ بہت ہی عاجزی و فروتنی کے ساتھ حق تعالیٰ کو پکارنے لگتے ہیں۔

(پھر جب بچا لیا انہیں)، چھڑا لیا حق تعالیٰ نے انہیں اُس آفت سے اور صحیح و سالم پہنچا دیا (خشکی کی طرف) کنارے میدان میں، (تو کوئی ہے کہ اعتدال پر ہے) یعنی طریقِ توحید پر ثابت قدم ہے، اور بعضے مُڑنے والے ہیں راہِ حق سے۔ (اور نہیں اِنکار کرتا ہماری آیتوں) اور ہماری قدرت کی نشانیوں (کا مگر سارے بدعہد) اور (ناشکرے) جو غدر کرنے والے اور عہد توڑنے والے ہیں۔

اب آگے عام خطاب فرمایا جاتا ہے۔ اس خطاب کے مخاطب وہ کشتی والے بھی ہیں جو اپنی دُعا اور امید پر ثابت ہوں۔۔یا۔۔ جو اُن کا غیر ہو۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۡ

اَے لوگو! ڈرو اپنے رب کو، اور خوف کرو اُس دن کا، کہ نہ کام آئے گا باپ اپنے بچہ کے۔

وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ

اور نہ کوئی بچہ ہی کام آئے اپنے باپ کے کچھ۔ بے شک اللہ کا وعدہ درست ہے، تو نہ دھوکے میں ڈالے تمہیں

الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ٚ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۳۳﴾

دُنیا والی زندگی۔۔اور نہ دھوکا دے سکے تمہیں اللہ کے بارے میں پکا دھوکے باز، شیطان●

(اَے لوگو! ڈرو اپنے رب کو) یعنی اپنے رب کے عذاب سے۔۔یا۔۔پرہیز کرو بُری باتوں سے،(اور خوف کرو اُس دن کا، کہ نہ کام آئے گا) کوئی بدعہد، ناشکرا اور کافر (باپ اپنے بچہ کے، اور نہ کوئی بچہ ہی کام آئے) گا (اپنے) کافر (باپ کے کچھ۔ بے شک) ثواب اور عذاب کے باب میں (اللہ) تعالیٰ (کا وعدہ درست) اور سچا (ہے)۔ اِس میں کچھ خلاف نہیں اور نہ ہوگا۔

(تو نہ دھوکے میں ڈالے تمہیں دُنیا والی زندگی)۔۔الغرض۔۔دُنیا کے دلفریب مال ومتاع اور اس کی زینت پر فریفتہ نہ ہو جاؤ (اور نہ دھوکا دے سکے تمہیں اللہ) تعالیٰ (کے بارے میں پکا دھوکے باز، شیطان)، جو تم کو لمبی لمبی امیدیں دلا کر راستے سے بے راہ کر دیتا ہے اور دِل میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ آج گناہ کرلو، کل توبہ کرلینا۔ اور کل کا عذر ایسا ہے کہ ساری عمر ختم ہو جائے، مگر کل کا آنا باقی رہتا ہے۔ موت کا آنا یقینی ہے، مگر وہ کب آئے گی؟ اِس کا علم حق تعالیٰ ہی کے خزانۂ مشیت میں ہے۔

۔۔چنانچہ۔۔جب حارث۔۔یا۔۔وارث بن عمر اور ایک محارب جناب رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی، کہ اَے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قیامت کب ہوگی؟ اور میں نے کھیت بویا ہے پانی کب برسے گا؟ اور میری عورت حاملہ ہے اُس کے پیٹ میں لڑکا ہے۔۔یا۔۔لڑکی؟ اور مجھے بتادو کہ میں کل کیا کام کروں گا؟ اور میں پیدا ہونے کی جگہ تو جانتا ہوں، بھلا میں دفن کہاں ہوں گا؟

تو حق تعالیٰ نے یہ آیت بھیجی، کہ ہمارے حبیب تم کہہ دو، کہ ان پانچوں چیز کا ذاتی علم میرے رب ہی کے خزانۂ مشیت میں ہے۔ اس کی اطلاع کی کُنجی اَے سائل! ابھی تک حق تعالیٰ نے کسی آدمی کے ہاتھ میں نہیں دی ہے۔۔تو۔۔

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ

بے شک اللہ کو ہے قیامت کا علم۔ اور وہ اُتارے مینہ کو۔ اور وہ جانے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے۔

وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ

اور نہیں اٹکل رکھتا کوئی، کہ کیا کمائے گا کل۔ اور نہ قیاس کر سکے کوئی،

بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ﴿۳۴﴾

کہ کس زمین میں مرے گا۔ بے شک اللہ جاننے والا بتانے والا ہے●

(بے شک اللہ) تعالیٰ (کو ہے قیامت کا علم) یقینی وذاتی۔ (اور وہ اُتارے مینہ کو) اُس مقام پر جو ٹھہرایا اور مقرر فرمایا ہے۔ (اور وہ جانے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے) لڑکا۔۔یا۔۔لڑکی، پورا ۔۔یا۔۔ناقص (اور نہیں اٹکل رکھتا کوئی، کہ کیا کمائے گا کل) بھلائی۔۔یا۔۔بُرائی، (اور نہ قیاس کر سکے کوئی کہ کس زمین میں مرے گا) اور کس وقت مرے گا۔ (بے شک اللہ) تعالیٰ عقل وحواس سے غائب ہر پوشیدہ چیز کا (جاننے والا) ہے، جب تک چاہے اُسے اپنے پردۂ کرم میں چھپائے رکھے۔ اور (بتانے والا ہے) غیب کی باتیں اپنے منتخب بندوں کو، تو جب چاہے اُن پر غیب ظاہر فرمادے۔

بعونہٖ تعالیٰ وبفضلہٖ سبحانہٗ آج بتاریخ

۲۱؍محرم الحرام ۱۴۳۳ھ۔۔مطابق۔۔۱۷؍دسمبر ۲۰۱۱ء

بروز شنبہ 'سورۂ لقمان' کی تفسیر مکمل ہوگئی۔ دُعاگو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ باقی قرآنِ کریم کی تفسیر کو مکمل کرنے کی سعادت مرحمت فرمائے، اور فکر وقلم کو اپنی خاص حفاظت میں رکھے۔

آمِین یَامُجِیْبَ السَّائِلِیْنَ بِحَقِّ طٰہٰ وَ یٰسٓ بِحَقِّ نٓ وصٓ، بِحَقِّ یَابُدُّوْحُ بِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بعونہٖ تعالیٰ وبفضلہٖ تعالیٰ آج بتاریخ

۲۲؍محرم الحرام ۱۴۳۳ھ۔۔مطابق۔۔۱۸؍دسمبر ۲۰۱۱ء

بروز یکشنبہ 'سورہ السجدۃ' کی تفسیر کا آغاز کردیا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اِس کی اور باقی سورتوں کی تفسیر کو مکمل کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے، اور فکر وقلم کو اپنی حفاظت میں رکھے۔

آمِین یَامُجِیْبَ السَّائِلِیْنَ بِحَقِّ طٰہٰ وَ یٰسٓ بِحَقِّ نٓ وصٓ، بِحَقِّ یَابُدُّوْحُ بِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

سُوْرَةُ السَّجْدَة ۳۲ مکیة ۷۵ | اٰیَاتُهَا ۳۰ رُکُوْعَاتُهَا ۳

سُوْرَةُ السَّجْدَةِ

سورۂ سجدہ۔۔۳۲ مکیہ ۷۵ | آیاتہا۳۰۔۔رکوعاتہا۳

اِس سورہ کا نام 'السجدۃ' ہے، کیوں کہ اِس سورت کی آیت ۱۵ میں اِس بات پر مومنین کی تعریف و تحسین کی گئی ہے، کہ وہ اللہ کو سجدہ کرتے ہیں اور قرآنِ مجید کی آیات سن کر اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرتے ہیں۔ یہ سورۂ مبارکہ اپنے پڑھنے والے کی قبر میں وکالت کرے گی، اور کہے گی، کہ اَے اللہ اگر میں تیری کتاب سے ہوں، تو اِس شخص سے متعلق میری شفاعت قبول فرما، اور اگر میں تیری کتاب سے نہیں ہوں، تو مجھے اپنی کتاب سے مٹادے۔ اور یہ سورہ ایک پرندہ کے مانند ہوگی، اور اپنے پر اُس شخص پر پھیلادے گی۔ اُس کی شفاعت قبول کرلی جائے گی اور اُس کو عذاب سے محفوظ کردیا جائے گا۔

بعض بزرگ اِسے اور **تَبٰرَكَ الَّذِیْ** کو پڑھے بغیر نہیں سوتے تھے۔ اِس لیے کہ **تَبٰرَكَ الَّذِیْ** میں بھی یہی خوبی ہے۔ اِس سے پہلے سورۂ لقمان میں عقائد کی دو اصلیں یعنی توحید اور حشر و نشر کے دلائل بیان کیے گئے تھے، اور اِس سورہ کی ابتداء عقائد کی تیسری اصل سے کی گئی ہے اور وہ رسالت ہے۔ ایسی عظیم الشان بابرکت سورۂ مبارکہ۔۔یا۔۔قرآنِ کریم کی تلاوت کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو اپنے سارے بندوں پر (بڑا) ہی (مہربان) ہے اور مومنین کے گناہوں کا (بخشنے والا) ہے۔

الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾

ال م ●

(ال م)۔

خدا کی ہر کتاب کا ایک خلاصہ ہوتا ہے، قرآنِ کریم کا خلاصہ 'حروف مقطعہ' ہیں۔ **الٓمّٓ** کے تعلق سے ایک قول ہے، کہ 'الف' حلق کی انتہا سے نکلتا ہے، اور وہ حروف نکلنے کی سب جگہوں میں اوّل ہے۔ اور 'لام' زبان کے کنارے سے نکلتا ہے اور وہ حروف نکلنے کی جگہوں

میں اوسط ہے۔ اور 'میم' ہونٹوں سے نکلتا ہے اور وہ حروف نکلنے کی جگہوں میں آخر ہے۔

تو یہ بات اِس طرف اشارہ ہے کہ بندے کو چاہیے کہ اپنے اقوال وافعال کی ابتداؤں اور درمیان اور انتہاؤں میں اللہ کے ذکر کے ساتھ انس چاہتا رہے۔ اب رہا یہ کہ اِن کلمات سے رب تعالیٰ کی اپنی مراد کیا ہے، یہ وہی علیم وخبیر جانے۔۔ یا۔۔ جسے وہ باخبر فرمائے وہ جانے۔ عام اذہان کو تو صرف اِتنا ہی سمجھ لینا اور مان لینا کافی ہے، کہ۔۔۔

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲ اَمْ يَقُوْلُوْنَ

کتاب کا نازل فرمانا، اِس میں کوئی شک نہیں، کہ رب العٰلمین کی طرف سے ہے ● یا کہتے ہیں یہ لوگ

افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ

کہ گڑھ لیا ہے اُسے۔ بلکہ وہ ٹھیک ہے تمہارے رب کی طرف سے، تا کہ ڈر سنا دو اُس قوم کو، کہ نہیں آیا اُن کے پاس کوئی ڈرانے والا

مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝۳

تم سے پہلے، کہ وہ راہ پالیں ●

(کتاب کا نازل فرمانا، اِس میں کوئی شک نہیں، کہ رب العالمین کی طرف سے ہے)، یعنی بلاشبہ یہ کتاب خدا کی طرف سے اُتاری گئی ہے۔ تو کیا تصدیق کرتے ہیں مکہ کے لوگ، کہ یہ خدا کے پاس سے ہے؟ **(یا کہتے ہیں یہ لوگ کہ گڑھ لیا ہے اسے)**، یعنی محمد عربی ﷺ نے اسے اپنے جی سے بنا لیا ہے۔

ایسا نہیں جو وہ کہتے ہیں۔ **(بلکہ وہ ٹھیک)** یعنی صحیح ودرست بات **(ہے)** اور کلامِ حق ہے جو **(تمہارے رب کی طرف سے)** اُتارا گیا ہے، **(تا کہ ڈر سنا دو)** عذابِ الٰہی سے **(اُس قوم کو کہ نہیں آیا اُن کے پاس کوئی ڈرانے والا تم سے پہلے)**۔ اِس سے فترت کا زمانہ مراد ہے۔ اَے محبوب! حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے زمانے والوں کے واسطے ڈرانے والے تھے، اور تم اَے حبیب اپنی قوم کو ڈرانے والے ہو۔ تو تم انہیں ڈراؤ شاید **(کہ)** تمہارے ڈرانے سے **(وہ راہ پالیں)** اگر میں چاہوں۔ اَے محبوب! قوم کو سنا دو، کہ۔۔۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ

اللہ ہے جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو، اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے چھ دن میں، پھر

اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ ؕ مَا لَکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِہٖ مِنۡ وَّلِیٍّ وَّ لَا شَفِیۡعٍ ؕ

توجہ کی عرش پر۔نہیں ہے تمہارا اُس سے الگ رہ کر کوئی یار نہ سفارشی۔

اَفَلَا تَتَذَکَّرُوۡنَ ﴿۴﴾

تو "کیا سوچتے نہیں ہو؟"●

(اللہ) تعالیٰ ہی (ہے جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے چھ دن میں)۔یعنی چھ۶ دن کی مقدار میں دُنیا کے دنوں میں سے۔(پھر توجہ کی عرش پر)۔۔چنانچہ۔۔ غالب ہوا اُس کا حکم عرش پر، جو کہ ساری مخلوق سے بڑا ہے۔تو اُس خدا پر ایمان لاؤ اور اُس کی راہ سے منہ نہ پھیرو، کیونکہ دُنیا و عقبیٰ میں (نہیں ہے تمہارا اُس سے الگ رہ کر کوئی یار نہ سفارشی) جو تمہارا مددگار ثابت ہو۔(تو کیا سوچتے نہیں ہو) اور نصیحت نہیں مانتے خدا کے اور قرآن کے پند و نصائح سے۔اور حق تعالیٰ کی شانِ کارسازی کو نہیں دیکھتے، کہ۔۔۔

یُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الۡاَرۡضِ ثُمَّ یَعۡرُجُ اِلَیۡہِ فِیۡ یَوۡمٍ کَانَ

وہ تدبیر فرماتا ہے ہر امر کی آسمان سے زمین تک، پھر بڑھ چلیں گے وہ اُس کی طرف اُس دن میں،

مِقۡدَارُہٗۤ اَلۡفَ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ ﴿۵﴾

کہ جس کی مقدار ہزار سال ہے، جس قاعدہ سے تم شمار کرتے رہتے ہو●

(وہ تدبیر فرماتا ہے ہر امر کی آسمان سے زمین تک)۔یعنی فرشتوں کو حکم کر کے ہر کام کراتا ہے۔جو فرشتہ جس کام پر معین ہے حکمِ الٰہی پا کر اُس کام کو انجام دیتا ہے۔۔المختصر۔۔آسمان سے زمین کی طرف مامور فرشتہ آتا ہے اور وہ کام بجالاتا ہے۔کام بجالانے کے بعد (پھر بڑھ چلیں گے وہ اُس کی طرف) یعنی آسمان کی طرف (اُس دن میں کہ جس کی مقدار ہزار سال ہے جس قاعدے سے تم شمار کرتے رہتے ہو)۔یعنی آسمان سے اُترنا اور چڑھنا اتنی مدت میں کہ اگر آدمی جائے تو ہزار۱۰۰۰ برس سے کم میں جانا میسر نہ آئے۔اس واسطے کہ آسمان سے زمین تک پانچ سَو۵۰۰ برس کی راہ ہے، تو اُترنے اور چڑھنے کا زمانہ ہزار۱۰۰۰ برس ہوا۔اور جان لو کہ۔۔۔

ذٰلِکَ عٰلِمُ الۡغَیۡبِ وَ الشَّہَادَۃِ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ۙ﴿۶﴾

یہ ہے چھپے اور کھلے کا جاننے والا، عزت والا رحم والا●

(یہ) ربِّ قدیر جو بندوں کا کام بناتا ہے (ہے چھپے اور کھلے کا جاننے والا)۔یعنی دُنیا وآخرت کے ظاہر و پوشیدہ امور کو جانتا ہے۔۔یا۔۔ جانتا ہے جو کچھ ہو چکا اور ہوتا ہے اور ہوگا۔وہ (عزت والا) اور غالب ہے مقدر اور مقرر کرنے میں۔اور (رحم والا) مہربان ہے بندوں پر کام بنانے میں۔وہ علیم و حکیم اور قدیر وخبیر۔۔۔

الَّذِیْٓ اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ﴿۷﴾

جس نے خوب بنایا ہر چیز کو جسے پیدا فرمایا، اور شروع کیا انسان کی پیدائش کو مٹی سے ●

(جس نے خوب بنایا ہر چیز کو) یعنی بہ مقتضائے حکمت ہر چیز کو آراستہ کیا اچھی صورت پر (جسے پیدا فرمایا، اور شروع کیا انسان کی) اصل حضرت آدم کی (پیدائش کو مٹی سے)، جس میں مٹی کا عنصر غالب ہے۔

ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ﴿۸﴾ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ

پھر کر دیا اُس کی نسل کو ذلیل پانی کے جوہر سے ● پھر سڈول کیا اُسے، اور پھونکا اُس میں اپنی روح،

وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۹﴾

اور دیا تمہیں کان اور آنکھیں اور دِل۔کتنا کم تم لوگ شکر گزار ہو ●

(پھر کر دیا اُس کی نسل کو ذلیل پانی) یعنی نطفہ (کے جوہر سے ● پھر سڈول کیا اُسے) یعنی سیدھا کیا آدم کا قالب (اور پھونکا اُس میں اپنی روح)۔اپنی روح میں اضافت، بندگی اور سرفرازی کی ہے، اور یہ ظاہر کرنے کے لیے ہے کہ روح بزرگ مخلوق ہے۔(اور) از راہِ نوازش پھر (دیا تمہیں کان) تا کہ سنو، (اور آنکھیں) تا کہ دیکھو، (اور دِل) تا کہ دریافت کرلو۔اور تمہارا حال ہے کہ (کتنا کم تم لوگ شکر گزار ہو) کہ ایسی نعمتوں پر بھی کماحقہٗ، شکر ادا نہیں کرتے۔اور ابی ابن خلف جیسے بعض انسانوں کا خدائے عزیز وقدیم کی قدرت وحکمت پر ایمان نہ لانے کا یہ حال رہا۔۔۔

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ؕ۬

اور بول دیے کہ" کیا جب ہم کھو گئے مٹی میں، تو کیا نئے سرے سے پیدائش میں آئیں گے"۔

بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۰﴾

بلکہ وہ اپنے رب کے ملنے سے اِنکاری ہیں●

(اور) یہ سوچ رہی کہ **(بول دیے کہ کیا جب ہم کھو گئے مٹی میں، تو کیا نئے سرے سے پیدائش میں آئیں گے)**۔

یہ استفہام اِنکار کے طور پر ہے، یعنی جب ہم خاک ہو جائیں گے تو نئی پیدائش ہمارے متعلق نہ ہوگی۔

اِتنا ہی نہیں، **(بلکہ وہ)** سِرے سے **(اپنے رب کے ملنے سے)** ہی **(اِنکاری ہیں)**۔ یعنی آخرت جو دیدار کی جگہ ہے، اُس پر اُن کا ایمان ہی نہیں۔ اَے محبوب! اُن آخرت کے منکروں سے۔۔۔

قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ ع ۱۱/۱۴

کہہ دو کہ "تمہاری زندگی پوری کردے گا موت کا فرشتہ، جو مسلط کیا گیا ہے تم پر، پھر اپنے رب ہی کی طرف لوٹائے جاؤ گے"●

(کہہ دو، کہ تمہاری زندگی پوری کر دے گا) اور تمہاری روح نکال لے گا **(موت کا فرشتہ)**، عزرائیل علیہ السلام **(جو مسلط کیا گیا ہے تم پر)** اور مقرر کیا گیا ہے تمہاری روح قبض کرنے پر **(پھر اپنے رب ہی کی طرف)** حساب اور جزا کے واسطے **(لوٹائے جاؤ گے)**۔

روایت ہے کہ عزرائیل علیہ السلام روحوں کو پکارتے ہیں وہ جواب دیتی ہیں، پھر وہ اپنے مددگاروں کو قبضِ ارواح کا حکم دیتے ہیں۔ بعض تفسیروں میں ہے، کہ ملک الموت کا ایک چہرہ آگ کا ہے۔ اُس چہرے سے کافروں پر ظاہر ہوتے ہیں اور اُن کی روح قبض کرتے ہیں، اور ایک چہرہ اُن کا ظلمت اور سیاہی کا ہے۔ اُس چہرے سے ظاہر ہو کر منافقوں کی روح نکالتے ہیں، اور ایک چہرہ آدمیوں کا سا ہے۔ وہ چہرہ ظاہر کر کے ایمان والوں کی روح نکالتے ہیں، اور ایک چہرہ ہے نور کا۔ اُس چہرے سے ظاہر ہو کر انبیاء اور صدیقوں کی روح قبض کرتے ہیں اور ان کے مددگار رحمت کے فرشتے بھی ہیں اور عذاب کے بھی۔ پس آدمی سے تعجب ہے کہ اُس کی گھات میں تو ایسا حریف لگا ہوا ہے، پھر وہ کیوں کر آرام طلبی کا دم بھرتا ہے اور غفلت میں پڑا ہوا ہے۔ اَے دیکھنے والو! حشر کے دن۔۔۔

وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا

اور اگر کہیں دیکھو کہ جب مجرم لوگ اپنا سر جھکائے ہیں اپنے رب کے یہاں کہ "پروردگارا! ہم نے دیکھ لیا

وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴿۱۲﴾

اور سن لیا، اب دوبارہ بھیج دے ہمیں کہ ہم کریں نیک کام، بلاشبہ ہم یقین والے ہو گئے"●

(اور) بارگاہِ عدالت میں حضوری کے وقت (اگر کہیں دیکھو کہ جب مجرم لوگ اپنا سر جھکائے ہیں) خجالت وندامت کی وجہ سے (اپنے رب کے یہاں)۔ یعنی اس مقام پر جو عرض وگزارش کا محل و موقف ہے۔ البتہ دیکھے گا تُو ہول بھرے کام اور اُس وقت وہ کہیں گے (کہ پروردگارا ہم نے دیکھ لیا) جو کچھ تُو نے وعدہ کیا تھا، (اور سن لیا) ہم نے تجھ سے پیغمبروں کی تصدیق۔۔یا۔۔قیامت کے دن کی ہول ہم نے دیکھی اور صور کی آواز سنی۔ (اب دوبارہ بھیج دے ہمیں) دُنیا میں تا (کہ ہم کریں نیک کام، بلاشبہ ہم یقین والے ہو گئے) آخرت کے۔ اِس واسطے کہ اب ہم نے آنکھوں سے دیکھ لیا۔۔ چنانچہ۔۔ اب ہمیں شبہ نہیں رہا۔ پس حق تعالیٰ کا ارشاد ہو گا۔۔۔

وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ

اور اگر ہم چاہتے، تو ضرور دے دیتے ہر ایک کو اِس کی راہ، لیکن بات ٹھیک ہو چکی میری طرف سے کہ "ضرور بھر دوں گا جہنم کو

مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳﴾

جنات اور انسان سب سے"●

(اور) وہ فرمائے گا، کہ (اگر ہم چاہتے تو ضرور دے دیتے ہر ایک کو اُس کی راہ) یعنی اگر ہماری مشیت ہوتی تو دُنیا ہی میں وہ چیز عطا فرما دیتے جس سے وہ ایمان اور نیک کام کی طرف راہ پا جاتا۔ (لیکن بات ٹھیک ہو چکی میری طرف سے، کہ ضرور بھر دوں گا جہنم کو جنات اور انسان سب سے)۔ یہ بات مکمل طور پر میرے علم میں ہے، کہ جنات اور انسانوں میں کافروں کی اتنی تعداد ہو گی، جس سے جہنم بھر جائے گا اور ظاہر ہے کہ میرا علم ہر طرح کی بھول چوک، سہو ونسیاں سے پاک ہے، اور میرے پاس جہل کا گزر نہیں۔۔ المختصر۔۔ مذکورہ بالا فیصلہ میرے علم کے مطابق ہے جس میں جہل کا امکان نہیں ہے، تو وہ ہو کے ہی رہے گا۔

فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ

تو چکھو، جو بھلا دیا تھا تم لوگوں نے اپنی اِس دن کی حاضری کو۔ بلاشبہ ہم نے بھی تمہاری بھول کی سزا دی، اور چکھا کرو ہمیشہ کے عذاب،

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

جو کرتوت کرتے تھے●

(تو) اب عذر و معذرت اور عرض و معروض کرنے کو چھوڑو، اور (چکھو) تم عذاب بہ سبب اُس کے (جو بھلا دیا تم لوگوں نے اپنی اِس دن کی حاضری کو) تو (بلاشبہ ہم نے بھی تمہاری بھول کی سزا دی اور) اب (چکھا کرو ہمیشہ کے عذاب) اُس کے بدلے (جو کرتوت کرتے تھے)، یعنی یہ تمہاری بداعمالیوں اور کفر کا نتیجہ ہے۔ اَے کافرو! تم نے ہمارے کلام کو کیا مانا؟۔۔۔

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ

بس مانتے ہیں ہماری آیتوں کو وہی، جنہیں جب یاد دلائی گئی اُن کی، تو گر پڑے سجدہ کرتے ہوئے، اور پاکی بیان کی

رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۱۵﴾ السجدۃ

اپنے رب کی حمد کے ساتھ، اور وہ بڑا نہیں بنتے●

(بس مانتے ہیں ہماری آیتوں) یعنی ہمارے کلام پاک کی آیتوں (کو وہی جنہیں جب یاد دلائی گئی اُن کی، تو گر پڑے سجدہ کرتے ہوئے اور پاکی بیان کی اپنے رب کی) اس چیز سے جو اس کی عظمت اور کبریائی کے لائق نہ ہو۔ ایسی تسبیح جو اُس کی (حمد کے ساتھ) ہو یعنی نالائق صفتوں سے تنزیہہ کرتے ہیں اور موافق صفتوں کے ساتھ تعریف کرتے ہیں۔ (اور وہ بڑا نہیں بنتے)۔ یعنی وہ ایمان، اطاعت اور سجدوں سے سرکشی نہیں کرتے۔

امام اعظم کے قول پر یہ نواں[۹] سجدہ ہے اور حضرت امام شافعی کے نزدیک دسواں۔ بعض بزرگوں نے اس کو 'سجدہ تذکر' کہا ہے۔ سجدہ کرنے والے کو چاہیے کہ اُس چیز کو یاد کرے جس سے غافل ہوا ہے، اور وجودِ واحد کی دلالت کی تصدیق کرے، کہ وہ دلالت سب چیزوں میں موجود ہے۔ جن مؤمنین کا اوپر ذکر ہوا انہیں میں بعض نفوسِ قدسیہ رکھنے والے ایسے بھی ہیں، کہ۔۔۔

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا

الگ رہتے ہیں اُن کے پہلو خواب گاہوں سے، دُہائی دیتے ہیں اپنے رب کی ڈرتے اور امید رکھتے۔

السجدۃ ۹

وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۱۶﴾

اور اُس سے جو ہم نے دے رکھا ہے اُنہیں خرچ خیرات کرتے ہیں●

(الگ رہتے ہیں اُن کے پہلو خواب گاہوں سے، دُہائی دیتے ہیں اپنے رب کی) اُس کے غضب سے **(ڈرتے اور)** اُس کی خوشنودی کی **(امید رکھتے)** ہوئے۔

اُن میں سے تو بعض وہ ہیں جو نمازِ عشاء کے وقت مسجدِ نبوی میں حاضر ہوتے پھر نمازِ فجر کی جماعت میں شرکت کے بعد ہی گھر واپس ہوتے۔ بعض صالحین میں سے کسی نے پوری شب صرف قیام، کسی نے صرف رکوع، اور کسی نے صرف سجدہ ہی میں گزار دیا۔۔یا۔۔کسی ایک ہی نے متعدد راتیں صرف ایک ایک رکنِ صلوٰۃ کو ادا کرنے میں گزار دی۔

۔۔چنانچہ۔۔حضرت اویس قرنی ہر رات کو مختلف رکن کے نام سے موسوم کرتے، کہ یہ سجدہ کی رات ہے، یہ رکوع کی رات ہے۔ پھر ایک ہی سجدہ میں۔۔یا۔۔ایک ہی رکوع میں پوری رات گزار دیتے۔ اُن سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ کیونکر عبادت کی یہ طاقت رکھتے ہو، کہ بڑی بڑی راتیں ایک حال میں گزار دیتے ہو، حضرت اویس نے کہا بڑی بڑی رات کہاں ہے، کاش! کہ اَزل سے اَبد تک ایک ہی رات ہوتی کہ میں ایک ہی سجدہ میں اُسے تمام کر دیتا اور اس سجدہ میں نالۂ زار اور گریہ بے شمار کرتا۔

۔۔الختصر۔۔جن کا اوپر ذکر ہوا وہ رات میں عبادت کرتے ہیں، **(اور)** دن میں **(اُس سے جو ہم نے دے رکھا ہے انہیں خرچ خیرات کرتے ہیں)**۔۔الحاصل۔۔رات میں وہ میری درگاہ میں گدائی کرتے ہیں اور دن کو میری راہ میں فقیروں کو دے دیتے ہیں۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۷﴾

تو کوئی نہ جانے کہ کیا چھپا رکھی گئی ہے اُن کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک۔ ثواب اُن کے اعمال کا●

(تو کوئی نہ جانے کہ کیا چھپا رکھی گئی ہے اُن کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک۔ ثواب اُن کے اعمال کا)، یعنی وہ چیز جس سے آنکھیں روشن ہوں۔

جیسا کہ حدیثِ قدسی میں ہے کہ "وعدہ کی گئی ہے میرے نیک بندوں کے واسطے وہ چیز جسے نہ آنکھ نے دیکھا، نہ کان نے سنا، اور نہ آدمی کے دِل پر گزری"۔ محقق لوگ اس بات پر ہیں کہ اُس پوشیدہ نعمت کو زبان پر نہ لانا انسب ہے۔ اُس نعمت کو دریافت کر لینے کا دعوی

صرف اہلِ مشاہدہ ہی کے لائق ہے۔

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوٗنَ ﴿١٨﴾ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ

"تو کیا جو مان گیا، ایسا ہے جیسا نافرمان؟" وہ برابر نہیں ہیں ● کہ جو مان گئے اور

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۫ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٩﴾

لیاقت والے کام کیے، تو اُن کے لیے ٹھکانے کے باغ ہیں مہمان داری میں، جو وہ عمل کرتے تھے ●

(تو) غور کرو کہ (کیا جو مان گیا)۔۔مثلاً: حضرت علی کرم اللہ وجہہ (ایسا ہے جیسا نافرمان؟)۔۔ مثلاً: ولید ابن عقبہ جس نے ڈینگ کے طور پر اپنی سنان اور زبان کو حضرت علی کی زبان وسنان سے بہتر کہا تھا۔ خبردار ہو جاؤ کہ (وہ برابر نہیں ہیں) بزرگی ومرتبہ۔۔یا۔۔جزاوثواب میں۔ کیوں (کہ جو مان گئے اور لیاقت والے کام کیے) یہاں تک کہ رات میں آرام کے وقت اپنے بچھونے سے پہلوتہی کرتے رہے (تو اُن کے لیے ٹھکانے کے باغ ہیں)، یعنی ایسے باغ جو حقیقی مَاْوٰى اور رہنے کی جگہ ہیں جہاں سے کبھی نکلنا نہیں۔

بعضوں نے کہا کہ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ایک بہشت ہے، جو حق تعالیٰ کے عرش کے داہنے جانب ہے۔

حق تعالیٰ یہ جنت مؤمنوں کو عطا فرمائے گا۔ (مہمان داری میں)۔ یعنی انہیں وہ چیزیں اِس طرح پیش کی جائیں گی جس طرح مہمان کے سامنے اُس کی خاطر مدارات کرتے ہوئے ماحضر پیش کیا جاتا ہے، اور کلی نعمتیں جنت میں داخل ہونے کے بعد انہیں عطا ہوں گی۔ یہ پیشکش بہ سبب اُس کے ہے (جو وہ عمل کرتے تھے) جس کی بدولت اِس بزرگی کے مستحق ہوئے۔

وَ اَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَاۤ اُعِيْدُوْا

اور جس نے نافرمانی کی، تو اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ جب اُنہوں نے چاہا کہ نکل جائیں اُس سے، پلٹ دیے گئے

فِيْهَا وَ قِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٠﴾

اُسی میں، اور کہہ دیا گیا اُنہیں کہ "چکھتے رہو جہنم کا عذاب، جس کو تم جھٹلاتے تھے" ●

(اور) اُس کے برخلاف (جس نے نافرمانی کی، تو اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے) یعنی جَنّٰتُ الْمَاْوٰى تو ایمان والوں کے واسطے ہے، اس کے مقابلے میں فاسقوں کو مَاْوٰى اور ٹھکانہ دوزخ میں دیں گے۔ (جب انہوں نے) یعنی فاسقوں نے (چاہا، کہ نکل جائیں اُس سے) یعنی آتشِ دوزخ سے، (تو پلٹ

دیے گئے اُسی میں)۔

روایت ہے کہ جوش کے وقت دوزخ فاسقوں کو اوپر پھینک دے گی، یہاں تک کہ وہ دوزخ کے دروازوں کے قریب پہنچ جائیں گے اور باہر نکل جانے کی توقع کریں گے، پس دوزخ کے مہتمم فرشتے آگ کے گرزوں سے انہیں مار کر ہانکیں گے اور دوزخ کے گڑھے میں ڈال دیں گے۔

(اور) پھر **(کہہ دیا گیا انہیں)** اہانت کی راہ سے، **(کہ چکھتے رہو جہنم کا عذاب جس کو تم جھٹلاتے تھے)** یعنی آتشِ جہنم کے جس عذاب کی تم تکذیب کرتے تھے اور باور نہ کرتے تھے۔

وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ

اور ضرور چکھائیں گے ہم اُنہیں کچھ نزدیک والا عذاب، علاوہ بڑے عذاب کے،

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٢١﴾

کہ وہ باز آویں●

(اور ضرور چکھائیں گے ہم انہیں) یعنی مکہ والوں کو **(کچھ نزدیک والا عذاب)** یعنی دُنیا میں قتل۔۔یا۔۔قید۔۔یا۔۔قحط میں مبتلا کریں گے۔ یہ عذاب نسبتاً چھوٹا عذاب ہے **(علاوہ بڑے عذاب کے)**، اور وہ دوزخ میں ہمیشہ رہنا ہے۔ تا **(کہ وہ)** لوگ جو اُن میں سے باقی رہ جائیں وہ **(باز آویں)** اور پھر جائیں راہِ حق کی طرف اور کفر سے توبہ کر لیں۔

چھوٹے اور بڑے عذاب کے تعلق سے مختلف اقوال ہیں:

﴿۱﴾۔۔وہی جو مذکور ہوا۔

﴿۲﴾۔۔دُنیا کا تھوڑا مال جمع کرنا چھوٹا عذاب ہے، اور دوزخ میں 'اثام' نام کا میدان بڑا عذاب ہے۔

﴿۳﴾۔۔ادنی عذاب قبر کا ہے، اور بڑا عذاب دوزخ ہے۔

﴿۴﴾۔۔ادنی عذاب 'خذلان' ہے یعنی بندوں کو خدا کا چھوڑ دینا، اور بڑا عذاب 'نیران' ہے یعنی دوزخ کی آگ۔

﴿۵﴾۔۔چھوٹا عذاب نرخ کی گرانی، اور بڑا عذاب امام مہدی کا شمشیر آبدار کے ساتھ نکلنا۔

﴿۶﴾۔۔چھوٹا عذاب دُنیا کی خواری ہے، اور بڑا عذاب عقبیٰ کی نگوساری، یعنی گناہوں میں پڑنا اور درجاتِ قربِ الٰہی سے گرنا۔

۔۔الحاصل۔۔عذاب چھوٹا ہو۔۔یا۔۔بڑا، خود انسان کی اپنی فکری اور عملی کوتاہیوں کا نتیجہ ہے تو اُس سے زیادہ بدنصیب۔۔۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ

اور اُس سے زیادہ اندھیر والا کون ہے، جسے یاددلائی گئیں اُس کے رب کی آیتیں، تو منہ پھیر لیا اُس سے۔

اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ ع

بلاشبہ ہم مجرموں سے بدلہ لینے والے ہیں●

(اور اُس سے زیادہ اندھیر والا کون ہے جسے یاددلائی گئیں اُس کے رب کی آیتیں) یعنی قرآن کریم (تو) اُس نے (منہ پھیر لیا اُس سے) اور اُس میں غور وتامل نہ کیا، تو ہم نے عذاب نازل فرماکے اور ہلاک کر کے اُس سے بدلہ لے لیا، کیونکہ (بلاشبہ ہم مجرموں سے بدلہ لینے والے ہیں)۔

اِس سے پہلے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کا اور آخرت میں مؤمنوں کے ثواب اور کافروں کے عذاب کا ذکر فرمایا تھا، اور اِس رکوع کی ابتدائی آیتوں میں رسالت کا ذکر ہے اور رسالت کے ذکر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا۔ حالانکہ جو رسول نبی کریم ﷺ کے زمانہ سے قریب تھے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر اس لیے نہیں فرمایا، کہ یہود حضرت عیسیٰ کی رسالت سے اتفاق نہیں کرتے تھے، اُس کے برخلاف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کو مانتے تھے، گویا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فریقین کے درمیان 'متفق علیہ' رسول تھے، اس لیے اِس آیت میں ذکر فرمایا، آپ اُن سے ملاقات میں شک نہ کریں۔

دراصل بات یہ تھی کہ حق تعالیٰ نے رسولِ کریم سے وعدہ کیا تھا، کہ دُنیا سے رحلت کرنے سے قبل تم حضرت موسیٰ کو دیکھو گے، یہاں اس وعدہ کی تاکید کے واسطے فرماتا ہے، کہ موسیٰ کی ملاقات میں شک نہ کرو۔۔چنانچہ۔۔جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی معراج ہوئی تو حضرت موسیٰ کو چھٹے آسمان پر دیکھا، عرش پر جاتے وقت بھی اور زمین پر آتے وقت بھی۔ خاص کر کے حضرت موسیٰ کے ذکر میں آنحضرت ﷺ کی تسلی بھی ہے کہ اے محبوب!۔۔۔

وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ فَلَا تَکُنۡ فِیۡ مِرۡیَۃٍ مِّنۡ لِّقَآئِہٖ

اور بے شک دی ہم نے موسیٰ کو کتاب، تو نہ رہو کسی شک میں اُس کے ملنے سے،

وَجَعَلۡنٰہُ ہُدًی لِّبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ﴿۲۳﴾

اور کردیا تھا ہم نے اُسے ہدایت بنی اسرائیل کے لیے●

(**اور بے شک**) یقیناً (**دی ہم نے موسیٰ کو کتاب**) توریت، جس طرح اَے محبوب! تمہیں دیا قرآن۔ حضرت موسیٰ کے عہد والوں نے جس طرح اپنے پرائے سبھی نے انہیں تکلیف پہنچائی، کافروں نے کافرانہ حرکتیں کرکے اور اپنوں نے وقتاً فوقتاً بے جا مطالبات کرکے، اور گاہے بگاھے نافرمانی کا مظاہرہ کرکے، مگر حضرت موسیٰ سب کچھ صبر کے ساتھ برداشت کرتے رہے، اُسی سے ملتی جلتی صورت آپ کے ساتھ بھی پیش آئی، کہ غیروں نے بھی آپ کو ستایا اور آپ کا کلمہ پڑھ پڑھ کر بھی آپ کو اذیت دی گئی۔۔ چنانچہ۔۔آپ بھی صبر وتحمل کے ساتھ ان حالات کا مقابلہ کرتے رہیں۔

اَے محبوب! اِسی عزیمت والے رسول سے ملاقات کرانے کا جو میں نے تم سے وعدہ کیا ہے، (**تو نہ رہو کسی شک میں اُس ملنے کے سے**)۔ جس کتاب کو ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو دی تھی (**اور**) اُن پر نازل فرمائی تھی، (**کردیا تھا ہم نے اُسے ہدایت بنی اسرائیل کے لیے**) جو راہ دکھانے والی تھی بنی اسرائیل کو۔

وَجَعَلۡنَا مِنۡہُمۡ اَئِمَّۃً یَّہۡدُوۡنَ بِاَمۡرِنَا لَمَّا صَبَرُوۡا ۟ؕ وَکَانُوۡا بِاٰیٰتِنَا یُوۡقِنُوۡنَ ﴿۲۴﴾

اور بنایا تھا ہم نے ان میں سے کئی پیشوا، جو ہدایت کرتے تھے ہمارے حکم سے، جب کہ انہوں نے صبر سے کام لیا تھا۔۔

اور ہماری آیتوں کا یقین رکھتے تھے●

(**اور بنایا تھا ہم نے اُن میں سے کئی پیشوا جو ہدایت کرتے تھے ہمارے حکم سے**) احکام توریت کی۔ یہ منصبِ امامت اور درجہ قیادت انہیں اِس صورت میں حاصل ہوا (**جبکہ انہوں نے صبر سے کام لیا تھا**) ایمان پر۔۔یا۔۔قوم کی شدتوں پر۔۔یا۔۔عبادت کرکے۔۔یا۔۔بُری باتوں سے بچ کر (**اور**) اُن کی یہ شان تھی کہ وہ (**ہماری آیتوں کا**) اُن علامتوں کے ساتھ جو ہم نے موسیٰ کو دی تھیں (**یقین رکھتے تھے**)، کہ یہ سارے دلائل ومعجزات حق تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔

اِنَّ رَبَّکَ ہُوَ یَفۡصِلُ بَیۡنَہُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ فِیۡمَا کَانُوۡا فِیۡہِ یَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۲۵﴾

بے شک تمہارا رب فیصلہ فرمائے گا اُن کا قیامت کے دن، جس میں وہ جھگڑا کرتے تھے●

(بے شک تمہارا رب فیصلہ فرمائے گا اُن کا قیامت کے دن جس میں وہ جھگڑا کرتے تھے) امرِ دین میں سے۔تو حکمِ الٰہی اُس دن جدا کردے گا اُسے جو حق پر تھا اُس سے جو باطل پر تھا، اور ہر ایک کو اُس کے مناسب حال جزا ملے گی۔

اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ

کیا ہدایت نہ ہوئی اُن کی، کہ کتنی برباد کردیں ہم نے اُن سے پہلے سنگتیں، کہ چلتے پھرتے ہیں اُن کے رہنے کی جگہوں میں۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ؕ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۶﴾

بے شک اِس میں ضرور نشانیاں ہیں۔تو کیا وہ سنتے نہیں●

(کیا ہدایت نہ ہوئی ان کی)۔یعنی کیا اہلِ مکہ کی اُن عذابوں سے جو تکذیب کرنے والوں کو پہنچے، کوئی رہنمائی نہ ہوئی، اور انہوں نے یہ غور نہیں کیا، (کہ کتنی برباد کردیں ہم نے اُن سے پہلے سنگتیں) قرنوں والوں میں سے، جیسے کہ قومِ عاد قومِ ثمود۔ یہ وہ لوگ تھے (کہ چلتے پھرتے ہیں) اہلِ مکہ (اُن کے رہنے کی جگہوں میں)۔یعنی حالتِ سفر میں اُن کے مکانوں اور مسکنوں میں ان کا گزر ہوتا رہتا ہے۔ تو وہ اُن کی بربادی کے آثار کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھتے رہتے ہیں۔(بے شک اُس میں)، یعنی ہم نے اگلے زمانے والوں کو جو ہلاک کردیا اس ہلاک کرنے میں، (ضرور نشانیاں ہیں) اور عبرتیں ہیں اگلوں کے لیے۔آباد کو برباد کردینا اور برباد کو آباد کردینا، اِس میں حکمتِ الٰہی اور قدرتِ خداوندی کے جلوے ہیں، (تو کیا وہ) عقل کے کان سے (سنتے نہیں)۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ

کیا نہیں دیکھتے کہ ہم پہنچاتے ہیں پانی کو سوکھی زمین کی طرف، پھر نکال دیتے ہیں اُس سے کھیتی، کہ کھائیں اُسے

اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ؕ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۷﴾

اُن لوگوں کے چوپائے، اور وہ خود۔تو کیا نہیں سوجھائی دیتا اُنہیں؟●

--الحاصل--حق تعالیٰ فرماتا ہے، کہ (کیا) یہ منکرین (نہیں دیکھتے) اور نہیں جانتے (کہ ہم پہنچاتے ہیں پانی کو سوکھی زمین کی طرف، پھر نکال دیتے ہیں اُس سے کھیتی، کہ کھائیں اُسے اُن لوگوں کے چوپائے اور وہ خود)۔یعنی گھاس اور پتے چوپائے کھائیں، اور میوہ اور غلہ وہ کھائیں۔(تو کیا نہیں

الثلثۃ

سوجھائی دیتا انہیں)۔یعنی کیا وہ نہیں دیکھتے یہ قدرت کی نشانی تاکہ کمالِ قدرتِ الٰہی پر دلیل پکڑیں، اور جان لیں کہ جو خدا خشک زمین پر گھاس اُگانے پر قادر ہے، وہ مَرنے کے بعد پھر زندہ کرنے کی بھی قدرت رکھتا ہے۔

وَيَقُولُونَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۸﴾

اور پوچھتے ہیں کہ "کب ہے یہ فیصلہ؟ اگر سچے ہو"●

(اور) یہ کمالِ قدرت الٰہی کے منکرین (پوچھتے ہیں، کہ کب ہے یہ فیصلہ؟) جب مؤمنین کی زبان سے کفارِ مکہ نے سنا، کہ وہ کہتے ہیں کہ حشر برپا ہوگا اور اُس دن اللہ تعالیٰ ہمیں مشرکین پر فتح دے گا یعنی اپنے فضل سے ہمیں نجات عطا فرمائے گا، تو کفار بطورِ استہزا اصحابِ رسول سے پوچھنے لگے کہ یہ فتح جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے کب ہوگی؟ ہمیں جلدی دکھادو (اگر سچے ہو)۔

قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۲۹﴾

جواب دو کہ "فیصلہ کے دن نہ کام آئے گا جنہوں نے کفر کر رکھا ہے اُن کا مان جانا۔اور نہ وہ مہلت دیے جائیں گے"●

اَے محبوب! اُن کو (جواب دو) اور ان پر واضح کردو (کہ فیصلہ کے دن نہ کام آئے گا جنہوں نے کفر کر رکھا ہے ان کا مان جانا، اور نہ وہ مہلت دیے جائیں گے)۔۔۔

آج لے اُن کی پناہ آج مدد مانگ اُن سے

پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

قیامت کے دن ایمان لانا ایمان بالشھادہ ہے، اور نجات کے لیے ایمان بالغیب چاہیے۔ اُن کو اِس بات کی مہلت نہ دی جائے گی، کہ وہ تلافی مافات کے لیے پھر دُنیا میں بھیجے جائیں، جہاں وہ نیک عمل انجام دیں۔۔یا یہ کہ۔۔آخرت میں انہیں مہلت نہ دی جائے گی، کہ عذاب اُن پر سے کچھ دیر کے لیے روک دیا جائے، اور ٹھہر ٹھہر کر عذاب دیا جائے۔ بلکہ عذاب مسلسل ہوگا، اُس سے کبھی ایک لمحے کے لیے بھی فرصت نہ ہوگی۔

فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع

تو منہ پھیرلو ان سے، اور انتظار کرو، کہ وہ بھی انتظار کرنے والے ہیں●

(تو) اَے محبوب! تم اہانت کے طور پر (منہ پھیر لو اُن سے اور انتظار کرو) حکمِ الٰہی اور تصرفِ خداوندی کا، کیوں (کہ وہ بھی انتظار کرنے والے ہیں)۔ وہ آپ پر حوادثِ زمانہ کے نزول کا انتظار کر رہے ہیں، اور آپ اُن کے اوپر عذابِ الٰہی کا انتظار کیجیے۔۔یا۔۔وہ اِس انتظار میں ہیں کہ بت اُن کی مدد کریں گے، آپ اللہ کی مدد کا انتظار کریں۔۔یا۔۔وہ استہزاءً قیامت کا انتظار کر رہے ہیں، آپ سنجیدگی سے قیامت کا انتظار کیجیے۔

بعونہٖ تعالیٰ وبفضلہٖ سبحانہٗ آج بتاریخ

۲۵ر محرم الحرام ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔۲۱ر دسمبر ۲۰۱۱ء

بروز چہارشنبہ 'سورہ السجدہ' کی تفسیر مکمل ہوگئی۔ مولیٰ تعالیٰ باقی قرآنِ کریم کی تفسیر مکمل کرنے کی توفیقِ رفیق عطا فرمائے۔

آمِيْن بِحَقِّ طٰهٰ وَ يٰسٓ بِحَقِّ نٓ وصٓ ، بِحَقِّ يَابُدُّوْحُ بِحُرْمَةِ سَيِّدِنَا **محمد** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بعونہٖ تعالیٰ وبفضلہٖ سبحانہٗ آج بتاریخ

۲۶ر محرم الحرام ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔۲۲ر دسمبر ۲۰۱۱ء

بروز پنج شنبہ، 'سورۃ الاحزاب' کی تفسیر شروع کردی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اِس کی اور پورے قرآنِ کریم کی تفسیر بخیر وخوبی پوری کرنے کی توفیقِ رفیق مرحمت فرمائے، اور فکر وقلم کو اپنی حفاظتِ خاص میں رکھے۔

آمِيْن يَامُجِيْبَ السَّآئِلِيْنَ بِحَقِّ طٰهٰ وَ يٰسٓ، بِحَقِّ نٓ وصٓ ، بِحَقِّ يَابُدُّوْحُ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ سَيِّدِنَا **محمد** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

سُوْرَةُ الْاَحْزَاب ۳۳ مدنیۃ ۹۰ — اٰیاتہا ۷۳ رکوعاتہا ۹

سُوْرَةُ الْاَحْزَاب

سورۂ احزاب۔۔۳۳ مدنیہ ۹۰ آیاتہا ۷۳۔۔رکوعاتہا ۹

اِس سورت کا نام 'الاحزاب' ہے۔ احادیث، کتبِ تفسیر اور آثار میں غزوۂ خندق کو 'الاحزاب' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اِس غزوہ میں مشرکینِ مکہ، یہودی اور منافقین کی تمام جماعتوں نے متحد اور متفق ہوکر مدینہ منورہ پر حملہ کیا تھا، اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کے اطراف میں خندق کھود کر مدینہ کا دفاع کیا تھا۔ اُس لیے اس کو غزوۂ خندق بھی کہا جاتا ہے۔

اِس سورہ کی آیت ۲۰ میں 'الاحزاب' کا لفظ بھی مذکور ہے۔ یہ سورہ 'الانفال' کے بعد اور 'المائدہ' سے پہلے ۵ ہجری میں نازل ہوئی، جب کنانہ اور غطفان وغیرہ کے دس ۱۰ ہزار افراد نے مدینہ منورہ کا محاصرہ کرلیا تھا، اور اُن کی پشت پر بنوقریظہ موجود تھے۔

اِس سورہ کے اسبابِ نزول میں مذکور ہے کہ واقعہ اُحد کے بعد ابوسفیان، عکرمہ اور ابوالاعور مکہ معظّمہ سے مدینہ طیبہ میں آئے اور مرکزِ نفاق یعنی عبداللہ ابن ابی ابن سلول کے پاس آکر ٹھہرے۔ آمد کے دوسرے روز حضور سرورِ عالم ﷺ کے پاس نمائندہ بھیجا، کہ آپ انہیں امان دے کر گفتگو فرمائیں۔ آپ نے انہیں امان دے دی، تو ابوسفیان وغیرہ چند منافقین کو لے کر بارگاہِ حضور ﷺ میں پہنچے، اور کہا کہ آپ ہمارے معبودوں کی مذمت چھوڑ کر فرمائیں، کہ قیامت میں یہ بھی شفاعت کریں گے، اور جو لوگ ان کی پرستش کرتے ہیں انہیں یہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں، ہم تمہیں اور تمہارے معبود کو کچھ نہ کہیں گے۔

آپ کو اُن کی یہ بات ناگوار گزری۔ آپ نے اُن سے چہرۂ مبارک پھیرلیا۔ اِس پر عبد اللہ ابن ابی ابن سلول اور ابن قشیر اور جد بن قیس منافقین نے کہا، یارسول اللہ ﷺ ' آپ اشرافِ مکہ کی بات مان لیں اِسی میں مصلحت ہے۔ حضرت فاروقِ اعظم سے رہا نہ گیا، حمیتِ اسلامی وصلابتِ دینی سے جوش میں آکر کافروں کو قتل کرنے کا ارادہ کیا، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اَے عمر! 'رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ میں نے انہیں پناہ دی ہے، تم میرے معاہدے کو توڑتے ہو؟

اُس کے بعد حضرت عمر نے ان منافقین کو مسجدِ نبوی ہی سے نہیں بلکہ مدینہ طیبہ سے نکال کر فرمایا، کہ "اَے لعینو! اللہ تعالیٰ کی لعنت وغضب سر پر اٹھا کر نکل جاؤ"۔ اِس سے واضح ہوا

کہ گستاخانِ رسول کومساجد سے نکالنا سنت ہے۔ اِس پر یہ سورۂ مبارکہ نازل فرمائی گئی جس کا زیادہ تر حصہ منافقین کے رَد سے متعلق ہے۔ ایسی سبق آموز اور ہدایت افروز سورۂ مبارکہ ۔۔یا۔۔قرآنِ کریم کی تلاوت کوشروع کرتا ہوں میں ۔۔۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو اپنے سارے بندوں پر (بڑا) ہی (مہربان) اور مومنین کے گناہوں کا (بخشنے والا) ہے۔

یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰہَ وَ لَا تُطِعِ الۡکٰفِرِیۡنَ وَ الۡمُنٰفِقِیۡنَ ؕ

اَے نبی! ڈرتے ہی رہو اللہ کو، اور مت کہنا ماننا کافروں اور منافقوں کا۔

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیۡمًا حَکِیۡمًا ۙ﴿۱﴾

بے شک اللہ علم والا حکمت والا ہے●

اَے عزت وشرافت، رفعت وبلندی والے، یعنی (اَے نبی ڈرتے ہی رہو اللہ) تعالیٰ (کو)، یعنی جو آپ کی شانِ اتقاء ہے اُسی پر قائم رہیں۔

یہ اُسی طرح کا کلام ہے کہ کسی کھڑے ہوئے انسان سے کہا جائے کہ تم کھڑے رہو۔ تو اِس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ اپنی حالتِ قیام پر قائم رہو۔

۔۔الحاصل۔۔اَے نبی اللہ تعالیٰ سے ڈرو عہد کے توڑنے اور امان کے ختم کرنے کے بارے میں، اور تقویٰ پر ثابت قدم رہو اور اُس میں بڑھتے رہو کیونکہ تقویٰ کے درجات کی کوئی حد نہیں۔

اور ظاہر ہے کہ جو پہلے ہی سے کسی فعل میں مشغول ہو، پھر اُسے اُسی کام کا حکم دیا جائے، تو اُس سے اُس کی مداومت مراد ہوگی۔ اِس مقام پر یہ ذہن نشین رہنا چاہیے کہ تقویٰ کے حکم کو غفلت پر محمول نہیں کرنا چاہیے، اس لیے کہ یہ لفظ نبی کے منافی ہے، کیونکہ وہ خبیر ہوتا ہے اور غفلت سے منزہ ہوتا ہے۔

(اور مت کہنا ماننا) ابوسفیان، عکرمہ وغیرہ مکہ کے (کافروں اور) ابن ابی وغیرہ مدینے کے (منافقوں کا)۔ وہ سب جو پروگرام بنا کے آئے اور آپ سے جو کہلانا چاہتے ہیں، اُس کا اقرار کرنا تو

بڑی بات، اُس کی طرف توجہ بھی نہ فرمائیں۔ (بے شک اللہ) تعالیٰ (علم والا) ہے اور اُن کی باتیں خوب جانتا ہے اور (حکمت والا ہے) جو عہد پورا کرنے کا حکم فرماتا ہے۔

وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۙ﴿۲﴾

اور پیروی کرتے رہو جو وحی کی جائے تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے۔ بے شک اللہ جو کچھ تم کرو اُس سے خبردار ہے●

وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۳﴾

اور بھروسہ رکھے رہو اللہ پر۔ اور کافی ہے اللہ کارساز●

(اور پیروی کرتے رہو جو وحی کی جائے تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے)، جیسے اُن کا کہا ماننے کی ممانعت۔ (**بے شک اللہ**) تعالیٰ (**جو کچھ تم کرو اُس سے خبردار ہے اور بھروسہ رکھے رہو اللہ**) تعالیٰ (**پر**)، یعنی اپنا کام اُس کے سپرد کردو۔ (**اور کافی ہے اللہ**) تعالیٰ (**کارساز**) کام بنانے والا، مشکل حل کرنے والا، اور نگہبان اور کفایت کرنے والا مہمات کا۔ اَے محبوب! وہ منافقین جو اپنی بات آپ سے منوانا چاہتے ہیں، اُن کی سفاہت وحماقت کا حال یہ ہے کہ اُن کے بعض کہتے ہیں، کہ آنحضرت ﷺ کے دُو دِل ہیں، ایک ہمارے ساتھ اور ایک اپنے اصحاب کے ساتھ۔

پس حق تعالیٰ نے فرمایا کہ منافق جھوٹے ہیں، اس لیے کہ۔۔۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ

نہیں بنایا اللہ نے کسی شخص کے لیے دو دِل اُس کے اندر۔ اور نہ بنایا تمہاری بیبیوں کو

الّٰٓـئِیْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ

جنہیں تم ماں کہو، تمہاری مائیں۔ اور نہ بنایا تمہارے لے پالکوں کو

اَبْنَآءَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ

تمہارے بیٹے۔ یہ تو تمہاری بول ہے اپنے منہ سے۔

وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ ﴿۴﴾

اور اللہ بولتا ہے حق، اور وہ دیتا ہے راہ●

(**نہیں بنایا اللہ**) تعالیٰ (**نے کسی شخص کے لیے دو دل اُس کے**) سینے کے (**اندر**)۔ اس لیے کہ دِل روحِ حیوانی کا معدن ہے۔ اور قوتوں کا منبع ہے، تو ایک دِل سے زیادہ نہ ہونا چاہیے، اس واسطے

کہ روحِ حیوانی ایک ہی ہے۔ اِسی حقیقت کو عام فہم بنانے کے لیے ارشاد فرمایا جاتا ہے (اور) مثال دے کر سمجھایا جاتا ہے، کہ (نہ بنایا) حق تعالیٰ نے (تمہاری بی بیوں کو جنہیں تم ماں کہو تمہاری مائیں)۔ یعنی تم جس عورت کو کہتے ہو، کہ تو ہم پر ہماری ماں کے برابر ہے، اُس عورت کو اللہ نے تمہاری ماں نہیں کر دیا۔ اس واسطے کہ جورُو ہونے اور ماں ہونے کا اجتماع ایک عورت میں محال ہے کہ ہو سکے، کیونکہ جورُو ہونا چاہتا ہے کہ عورت مرد کی خدمت کرے اور ماں ہونا چاہتا ہے کہ مرد اُس عورت کی خدمت کرے، جو ماں ہے۔ (اور) یوں ہی حق تعالیٰ نے (نہ بنایا تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے)۔ یعنی تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا سگا بیٹا نہیں بنایا۔ اس واسطے کہ بیٹا ہونا امرِ اصلی ہے، اور منہ سے بیٹا کہہ کر پکارنا صورتِ عارضی ہے، تو چاہیے کہ ایک دوسرے کے ساتھ جمع نہ ہوں۔

عرب کے نزدیک ظہار طلاق تھی، اور منہ بولا بیٹا سگے بیٹے کے مثل میراث لیتا تھا۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا کہ جس طرح دو دِل ایک سینے میں اکٹھا نہیں ہوتے، اُسی طرح جورُو ہونا اور ماں ہونا بھی ایک عورت میں، اور متبنّٰی ہونا اور حقیقی فرزند ہونا، ایک شخص میں جمع نہیں ہوتا۔

--چنانچہ-- یہ بات کہ ظہار کی ہوئی عورت کو طلاق دی ہوئی عورت جانتے ہو، اور بنائے ہوئے بیٹے کو اصلی بیٹا کہتے ہو، (یہ تو تمہاری) اپنی (بول ہے) جو تم (اپنے منہ سے) اور اپنی زبان سے بولتے ہو، اِس بات کی کچھ حقیقت نہیں (اور اللہ) تعالیٰ (بولتا ہے حق) جو مطابق واقع کے ہے۔ (اور وہ دیتا ہے) یعنی دکھاتا ہے حق (راہ)--الغرض--

---

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ

اُنہیں پکارو، اُنہیں کے باپ کا کہہ کر، یہ بڑا انصاف ہے اللہ کے نزدیک۔

فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْۤا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ

تو اگر نہ جانو اُن کے باپ کو، تو وہ تمہارے بھائی ہیں دین میں،

وَ مَوَالِیْكُمْ ؕ وَ لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ فِیْمَاۤ

اور تمہارے اپنے ہیں۔ اور تم پر اُس میں کچھ گناہ نہیں، جو بے جانے بوجھے

اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَ لٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ

تم سے صادر ہوئے۔ ہاں وہ گناہ ہے جو جان بوجھ کے کرو۔

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا۝

اور اللہ غفور رحیم ہے●

(انہیں پکارو انہیں کے باپ کا کہہ کر)۔

اس آیت کے نزول سے پہلے لوگ حضرت زید بن حارث کو ''جو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غلام تھے اور جنہیں آپ نے آنحضرت ﷺ کو بخش دیا تھا۔۔ چنانچہ۔۔ رسولِ کریم نے فرزند کی طرح اُن کی پرورش کی''۔ زید بن محمد ﷺ کہتے تھے۔ لیکن اِس آیت کے نزول کے بعد انہیں زید بن حارث کہا جانے لگا۔

(یہ) یعنی اُن کے باپوں کے ساتھ اُنہیں پکارنا **(بڑا انصاف ہے)** اور بہت ہی سچ ہے **(اللہ)** تعالیٰ **(کے نزدیک۔ تو اگر نہ جانو اُن کے باپ کو)** کہ اُن کی طرف منسوب کرسکو، **(تو وہ تمہارے بھائی ہیں دین میں)**۔ یعنی وہ تمہارے اسلامی بھائی ہیں، انہیں اَے بھائی کہہ کر بلاؤ، **(اور)** مزید برآں وہ **(تمہارے اپنے ہیں)** اور تمہارے دوست ہیں، تو انہیں مولائی کہہ کر خطاب کرو۔۔ یا۔۔ دوست کہہ کر پکارو۔ **(اور تم پر اُس میں کچھ گناہ نہیں جو بے جانے بوجھے تم سے صادر ہوئے)**۔۔ المختصر۔۔ لاعلمی کی وجہ سے اگر کسی نے زید بن محمد ﷺ کہہ دیا، تو اس کی وجہ سے وہ کسی گناہ کا مرتکب نہیں ہوا۔ **(ہاں وہ گناہ ہے جو جان بوجھ کے کرو)**۔ یعنی قصداً کسی کو اُس کے باپ کے سوا اور کسی کی طرف منسوب کرو۔ **(اور اللہ)** تعالیٰ **(غفور)** ہے یعنی بخشنے والا ہے اُسے جو خطا کرے اور **(رحیم ہے)** یعنی مہربان ہے صاحبِ قصد پر جب وہ توبہ کرے۔

۔۔ الحاصل۔۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو یا تو اپنے حقیقی رشتے سے پکارے۔۔ یا۔۔ اگر وہ بڑا ہے، تو اُسے یا مولیٰ۔۔ یا۔۔ حضرت وغیرہ کہہ کر ندا کرے۔۔ یا۔۔ اگر وہ ہم عمر ہے، تو اَے دوست کہہ کر آواز دے۔۔ یا۔۔ اگر وہ چھوٹا ہے تو شفقت کے کلمات سے پکارے۔۔ یا۔۔ سبھی کو اَے بھائی کہہ کر ہی خطاب کرے۔ مسلمانوں کے درمیان یہ آپس کی اخوت اور دوستی یہ سب صدقہ ہے بعثتِ مصطفیٰ کا اور جلوے ہیں رسولِ کریم کی شانِ رحمۃ للعالمینی کے، جو۔۔۔

اَلنَّبِيُّ اَوۡلٰى بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ وَاَزۡوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمۡ ؕ وَ اُولُوا

آنحضرت بہتر مالک، قریب ہیں ایمان والوں کے اُن کی جان سے زیادہ، اور اُن کی

اَلْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ

بیبیاں مسلمانوں کی مائیں ہیں۔ اور رشتہ دار لوگ، کوئی زیادہ قریب ہے کسی سے اللہ کے لکھے میں دوسرے مسلمانوں

وَالْمُهٰجِرِیْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤى اَوْلِیٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ

اور مہاجروں سے، مگر یہ کہ کرو اپنے دوستوں کی طرف کوئی احسان۔

كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝۶

یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے ●

(آنحضرت بہتر مالک قریب ہیں ایمان والوں کے اُن کی جان سے زیادہ)۔ تو پیغمبر مؤمنین کو جس قدر عزیز ومحبوب ہونے چاہئیں، خود اُن کی اپنی ذات انہیں اس قدر عزیز اور محبوب نہ ہونا چاہیے، اس واسطے کہ پیغمبر علیہ السلام جو حکم کریں گے بندوں کی عین صلاح وفلاح ہے، بہ نسبت اُن کے نفس کے کہ نفس کا حکم شقاوت کا سبب ہوتا ہے۔ پس چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بندہ کے نزدیک زیادہ دوست ہوں اس کے نفس کے بہ نسبت۔ یعنی حضرت کو اپنی جان سے زیادہ محبوب اور عزیز رکھنا چاہیے۔

اِسی لیے حضور نے فرمایا ہے، کہ تم میں سے کوئی مؤمن نہیں ہوتا، جب تک اُس کو میرے ساتھ محبت نہ ہو، اپنے ماں باپ، اپنی آل اولاد، اور اپنے نفس اور سب لوگوں سے زیادہ۔۔ چنانچہ۔۔ آنحضرت ﷺ نے جنگِ تبوک کا ارادہ فرمایا اور سب کو اس جنگ میں شرکت کا حکم فرمایا، تو بعض لوگوں نے کہا کہ ذرا ہم اپنے والدین سے اجازت لے لیں، تو یہ آیت نازل ہوئی کہ پیغمبرِ اسلام اولیٰ تر ہیں مؤمنوں کے واسطے ان کی جانوں کی بہ نسبت۔ تو چاہیے کہ آپ کا حکم سب حکموں سے زیادہ اپنے اوپر لازم جانیں۔۔ المختصر۔۔ آپ کی ذات سے محبت زیادہ رکھنا سزاوار ہے اپنی جان کے ساتھ۔۔ یا۔۔ اوروں کے ساتھ محبت رکھنے سے۔

(اور اُن کی بیبیاں مسلمانوں کی مائیں ہیں) تحریم اور تعظیم کی جہت سے۔ یعنی مسلمانوں پر حرام ہیں ماں کی طرح اور سب مسلمانوں پر اُن کی تعظیم واجب ہے ماں کے مثل۔ محرمیت اور وراثت کے سبب سے نہیں، اس واسطے کہ انہیں دیکھنا روا نہیں اور مسلمان اُن کے مال کے وارث نہیں ہیں۔

حضرت ابی کے مصحف اور حضرت ابن مسعود کی قرأت میں یہ عبارت یوں تھی وَهُوَ اَبٌ لهم وازواجه امهاتهم "یعنی رسولِ مقبول مسلمانوں کے باپ ہیں اور اُن کی بیبیاں مسلمانوں کی مائیں ہیں"۔ ظاہر ہے کہ نبی کریم کا مسلمانوں کا باپ ہونا اور آپ کی ازواج

مطہرات کا مسلمانوں کی ماں ہونا نسبی حیثیت سے نہیں ہے، صرف دینی اور روحانی حیثیت سے ہے۔

توجب کہ قرآن کریم نے پیغمبر آخر الزماں کے آپ کی امتیوں کے درمیان باپ بیٹے کا رشتہ خود ہی واضح فرما دیا ہے، تو پھر اِس بات کی گنجائش نہیں رہ گئی کہ کوئی امتی نبی کریم کو اپنا بڑا بھائی کہہ سکے، اس لیے کہ بڑا اور چھوٹا بھائی ہونا تو نسبی رشتوں میں ہوا کرتا ہے جو یہاں مفقود ہے۔ ذہن نشین رہے کہ دینی بھائی، روحانی بھائی، وطنی بھائی وغیرہ وغیرہ، اِس میں کوئی چھوٹا بڑا نہیں ہوتا۔ اِس مقام پر گستاخوں کی طرف سے لفظ 'بڑا' کے استعمال نے بتا دیا ہے کہ گستاخ آپ کو اپنے نسبی بھائی کی طرح سمجھتا ہے۔ یہ اُس کی انتہائی درجے کی جہالت وضلالت ہے۔

۔۔الختصر۔۔ رسولِ کریم کو مؤمنین کا باپ اور ازواجِ مطہرات کو مؤمنین کی ماں فرما کر 'شفقتِ تمام' اور 'رحمتِ لاکلام' کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔ چونکہ ابتدائے اسلام میں ہجرت کے سبب سے اور دوستی اور بھائی چارے کی وجہ سے میراث لیتے تھے، تو حق تعالیٰ نے وہ حکم منسوخ فرما دیا۔

(اور) ارشاد فرمایا کہ **(رشتہ دار لوگ، کوئی زیادہ قریب ہے کسی سے)** یعنی بعضے اُن کے بہت سزاوار ہیں بعض کے ساتھ وارث ہونے میں **(اللہ)** تعالیٰ **(کے لکھے میں)**، یعنی لوحِ محفوظ میں ۔۔یا۔۔ اُس میں جو بھیجا ہے قرآن میں سے۔ یعنی وہ آیت جس میں وراثت کا بیان ہے اور حکم فرما دیا کہ 'اولوالارحام' بہت مستحق ہیں میراث پانے کے **(دوسرے مسلمانوں اور مہاجروں سے)**۔

تو اس آیت نے پہلی آیت کو منسوخ کر دیا، اور اب قرابت اور رشتہ داری وراثت کا سبب ہے، اور ہجرت وراثت کا سبب نہیں ہے۔

دراصل قصہ یہ ہے کہ مسلمان ہجرت کی وجہ سے ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے، اور نبی کریم نے مسلمانوں کو ایک دوسرے کا جو بھائی بنا دیا تھا اُس وجہ سے بھی وہ ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے، اور وہ اسلام اور ہجرت کی وجہ سے ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے، اور جو شخص اسلام لاتا اور ہجرت نہیں کرتا تھا، وہ اُس کا وارث نہیں ہوتا تھا۔

اور جب 'الانفال' کی آیت ۷۵ نازل ہوئی، تو یہ حکم منسوخ ہو گیا اور زیرِ تفسیر آیت یعنی 'الاحزاب' آیت ۶ میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے، کہ "اللہ کی کتاب میں رشتہ دار

دوسرے مؤمنوں اور مہاجروں کے بہ نسبت ایک دوسرے کے زیادہ قریب ہیں، یعنی وہی ایک دوسرے کے وارث ہوسکتے ہیں۔۔الحاصل۔۔'الانفال' آیت ۵ ے اور 'الاحزاب' آیت ٦ کا مضمون واحد ہے۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ تمہارے دوست تمہارے وارث نہیں ہوسکتے۔۔۔

(مگر یہ کہ کرو اپنے دوستوں کی طرف کوئی احسان) تو یہ کرسکتے ہو۔۔مثلاً: اُن کے لیے اپنے تہائی مال سے وصیت کرسکتے ہو، اور ان کو ہدیے اور تحفے وغیرہ دے سکتے ہو، اور ان پر نفلی صدقہ کرسکتے ہو۔ (یہ) حکم (کتاب میں لکھا ہوا ہے)، یعنی لوحِ محفوظ میں ثابت ہے۔

۔۔یا۔۔اس کا معنی یہ ہے کہ یہ حکم قرآن کریم کی اس آیت میں ہے۔۔یا۔۔اس کا معنی یہ ہے کہ یہ حکم اللہ کی سنت میں ہے۔۔یا۔۔اس کی تقدیر میں ہے۔۔یا۔۔جو ذکر کیا گیا ہے یعنی پیغمبر کا اولیٰ ہونا اور 'ذوی الارحام' کا میراث لینا، یہ سب قرآن کریم۔۔یا۔۔لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اور ثابت ہے۔

اِس مقام پر یہ ذہن نشین رہے کہ رشتہ دار ایک دوسرے کے وارث ہوسکتے ہیں، لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ وارث اور مورث دونوں مسلمان ہوں، کیونکہ کافر مسلمان کا اور مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوسکتا۔ ربِّ علیم وحکیم کی سنت ہے کہ جو احکام نازل فرماتا ہے، اور جس سے جو بھی وعدو وعید فرماتا ہے، اور کسی سے جس طرح کا بھی عہد و میثاق لیتا ہے، اُسے اپنی کتاب یعنی لوحِ محفوظ میں ثابت فرما دیتا ہے۔۔۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِیْمَ

اور جب کہ لیا ہم نے نبیوں سے اُن کا مضبوط عہد، اور تم سے اور نوح و ابراہیم

وَمُوْسٰى وَعِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا ۝٧

و موسیٰ و عیسیٰ ابنِ مریم سے، اور لیا ہم نے اُن سے گاڑھا عہد●

لِّیَسْــٴَـلَ الصّٰدِقِیْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا اَلِیْمًا ۝٨ ع ٨/١٧

تاکہ دریافت فرمائے سچوں سے اُن کی سچائی کو۔ اور تیار فرما لیا کافروں کے لیے دکھ والا عذاب●

(اور) محفوظ کر دیتا ہے۔۔چنانچہ۔۔یاد کرو (جبکہ لیا ہم نے نبیوں سے اُن کا مضبوط عہد) اس بات پر کہ خدا کی عبادت کریں اور خدا کی عبادت کی طرف بُلائیں، اور ایک دوسرے کی تصدیق کریں

اور امت کو نصیحت کریں۔۔یا۔۔ ہر ایک کو بشارت دیں اُس پیغمبر کی جو اُن کے بعد ہوں گے۔ یہ عہد پیغمبروں سے 'روزِ الست' میں لیا تھا۔ ان پیغمبروں میں اَے محبوب تم بھی (اور) تمہارے ساتھ ساتھ جو دوسرے اولوالعزم رسول تھے وہ سب بھی شامل تھے، تو وہ عہد لیا گیا (تم سے اور نوح و ابراہیم و موسیٰ وعیسیٰ ابن مریم سے) بھی، یعنی تمہارے ساتھ ساتھ ان پیغمبروں سے بھی عہد لیا گیا۔

جن پیغمبروں کا نام لے کر ذکر فرمایا گیا ہے، یہ اُن کے اولوالعزم ہونے کی وجہ سے، اور ہمارے رسول ﷺ کا ذکر سب سے مقدم آپ کی تعظیم کی جہت سے ہے۔

(اور لیا ہم نے اُن سے گاڑھا عہد) یعنی مضبوط عہد قسم کے ساتھ (تا کہ دریافت فرمائے) حق تعالیٰ (سچوں سے) یعنی پیغمبروں سے (اُن کی سچائی کو) اُس بات میں جو انہوں نے اپنی قوم سے کہی۔۔یا۔۔قوم کی تصدیق کا حال، کہ انہوں نے ان پیغمبروں کی تصدیق کی۔ (اور تیار فرمالیا) حق تعالیٰ نے رسولوں پر نہ ایمان لانے والے (کافروں کے لیے دکھ) دینے (والا عذب)۔

کافروں پر دردناک عذاب کے ذکر کے بعد مؤمنین پر اللہ تعالیٰ کے انعام واکرام کی یاد دہانی کرائی جارہی ہے اور فرمایا جارہا ہے، کہ۔۔۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا

اَے ایمان والو! یاد کرو اللہ کی نعمت کو اپنے اوپر، جب آئے تمہارے پاس بہت سے لشکر، پھر بھیج دیا ہم نے

عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۚ﴿۹﴾

اُن پر ایک ہَوا، اور ایسا لشکر کہ تم لوگوں نے نہ دیکھا جنہیں۔ اور اللہ، جو کرو اُس کا دیکھنے والا ہے●

(اَے ایمان والو! یاد کرو اللہ) تعالیٰ (کی نعمت کو اپنے اوپر) جو اُس نے انعام کی تم پر (جب آئے تمہارے پاس بہت سے لشکر)۔ جیسے قریش غطفان کنانہ یہود دس ۱۰ ہزار کے قریب۔ (پھر بھیج دیا ہم نے اُن پر ایک ہَوا اور ایسا لشکر) فرشتوں کا (کہ تم لوگوں نے نہ دیکھا جنہیں، اور اللہ) تعالیٰ (جو کرو اُس کا دیکھنے والا ہے)۔

اس آیت میں جنگِ احزاب کا بیان ہے اور مجملاً وہ قصہ اِس طرح پر ہے۔۔۔ بنی نضیر کو جلا وطن کرنے کے بعد یحییٰ بن اخطب، یہود کے ایک گروہ کے ساتھ مکہ میں گیا اور ابوسفیان اور اُس کے تابعوں سے رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مقابلہ اور مقاتلہ

کرنے پر عہد باندھا۔ اور قریش اور امراءِ اعراب میں سے دس[1] ہزار سے زیادہ جمع کر کے مدینہ منورہ کی طرف عازم ہوا۔

یہ خبر آنحضرت ﷺ کو پہنچی۔ مدینہ منورہ سے تین[3000] ہزار آدمی لے کر آپ روانہ ہوئے، اور آپ کا لشکر گاہ 'جبل سلع' کے سامنے مقرر ہوا۔ وہاں سب مسلمان اُترے۔ آپ نے دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے باب میں اصحاب سے مشورہ کیا۔ وہ شمار میں بہت اور ہتھیاروں سے آراستہ تھے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ خندقوں کی وضع سے واقف تھے، کہ عجم کے شہروں میں ہوتی ہیں، اُن کا کچھ حال بیان کیا۔

حضرت کی رائے عالی نے اِس کو قبول فرمایا۔ پس صحابہ پر زمین تقسیم فرمادی اور خندق کھودنے کا اشارہ فرمایا۔ صحابہ اُس کام میں مشغول ہوگئے۔ حضرت ﷺ بھی بہ نفس نفیس مٹی نکالنے میں مشغول تھے، اور صحابہ کو فتح کی خوشخبری دیتے اور زبانِ مبارک پر یہ دُعا جاری تھی

"اللهم العيش عيش الآخره فاغفر للمهاجرين والانصار"

اَے اللہ! عیش تو بس آخرت کا عیش ہے، تو بخش دے مہاجرین وانصار کو"۔

اِس اثناء میں ایک بہت بڑا پتھر خندق میں ظاہر ہوا، کہ تبر وغیرہ اس پر کام نہ کرتا تھا۔ صحابہ نے حضرت کو خبر دی۔ آپ پتھر کے قریب تشریف لائے، اور کدال دستِ مبارک میں لیا، بِسۡمِ اللہ کہہ کر اُس پتھر پر کدال مارا۔ دو[2] انگل پتھر اُس میں سے ٹوٹا، اور ایک نور بجلی کی طرح چمکا۔ اس روشنی میں نظر مبارک شام کے محلوں پر پڑی۔ پس آپ نے فرمایا اَللّٰہُ اَکۡبَرُ ملک شام کی کنجیاں مجھے عطا ہوئیں۔

دوبارہ پھر آپ نے اُس پتھر پر کدال مارا، تھوڑا پتھر ٹوٹا اور نور چمکا، اس میں ملکِ یمن کے محل حضور کو نظر آئے۔ آپ نے فرمایا اَللّٰہُ اَکۡبَرُ ملک یمن کی کنجیاں میرے قبضۂ اختیار میں دیں۔ تیسری مرتبہ تمام پتھر ٹوٹ گیا اور بہت نور اُس میں سے چمکا۔ کسریٰ کے اونچے اونچے مکان آپ کو اُس نور میں نظر آئے، فرمایا کہ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ فارس کے ملک میرے قبضۂ قدرت میں آئے۔

منافق بولے کہ یہ مردِ خلق کو دم دیتا ہے دشمنوں کے خوف سے۔ آج خندق کھودتا ہے اور ملک فارس اور یمن اور شام فتح کرنے کا وعدہ کرتا ہے۔۔ غرضیکہ۔ چھ[6] دن میں خندق کی مہم ختم ہوئی، اور خندق کھد چکی تو دشمنوں کا لشکر وہاں پہنچا۔ مالک بن عوف اور عتبہ بن حصن اور

غطفان اور فرازہ اور یہود اس میدان کے اوپر سے آئے، جو مدینہ کے مشرق کی طرف ہے، اور ابوسفیان وغیرہ کفارِ قریش اُس میدان کی دوسری طرف سے، یعنی مغرب کی جانب سے ظاہر ہوئے۔ اور بنوقریظہ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عہد باندھا تھا، ابن اخطب کے بھڑکانے سے وہ عہد توڑ کر کافروں کے مددگار ہوگئے، اور کفار کے لشکر کی ہیبت اور کثرت دیکھ کر ضعیف مسلمان کے دل ہٹ گئے، جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔۔۔

إِذْ جَاءُوكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ

جب آئے تم پر، تمہاری بلندی پر سے، اور تمہارے نشیب سے، اور جب کہ جھپک کر رہ گئیں آنکھیں،

وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا ﴿١٠﴾

اور چڑھ آئے دِل گلوں تک، اور تم لوگ گمان کرنے لگے اللہ کے ساتھ طرح طرح کے گمان ●

(جب آئے تم پر تمہاری بلندی پر سے)، تمہارے اوپر سے، یعنی میدان کے اوپر کی جانب سے، **(اور تمہارے نشیب سے)**، تمہارے نیچے سے یعنی میدان کے جانب اسفل سے، **(اور جب کہ جھپک کر رہ گئیں آنکھیں)**، یعنی آنکھیں خوف کے مارے اپنے گڑھوں میں بدل گئیں اور کمی کرنے لگیں یعنی دھنس گئیں، **(اور چڑھ آئے)** خوف کے مارے **(دِل گلوں تک)**۔

اس واسطے کہ پھیپھڑا شدت سے پھول جاتا ہے، اور دِل اُس کی بلندی کے سبب سے حلق تک پہنچتا ہے۔

(اور تم لوگ گمان کرنے لگے اللہ) تعالیٰ **(کے ساتھ طرح طرح کے گمان)**۔ مخلصوں کو تو یہ گمان کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غالب کرے گا اور مؤمنوں کو فتح دے گا، اور منافقوں کو یہ گمان کہ لشکرِ اسلام اُن لشکروں سے لڑنے کی تاب نہ لا کر تباہ ہو جائے گا۔

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ﴿١١﴾

اُس وقت آزمائے گئے تھے ایمان والے، اور ہلائے گئے تھے سخت ●

(اُس وقت آزمائے گئے تھے ایمان والے)، اور ثابت قدم لوگ راہِ تزلزل سے ممتاز ہوئے **(اور ہلائے گئے تھے سخت)**۔ ایسا ہلانا کہ اپنی جگہ سے ہٹ گئے، یہاں تک کہ بد دِل لوگوں نے سفر کا ارادہ کر دیا اور بے صبروں نے جدا ہونے کا قصد کیا۔

وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ

اور جب بول پڑے منافق لوگ، اور جن کے دِل میں بیماری ہے کہ "نہیں وعدہ کیا ہم سے اللہ

وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲﴾

اور اُس کے رسول نے، مگر دھوکے کا" ●

(اور) یاد کرو (جب بول پڑے) ابن قشیر اور اُس جیسے (منافق لوگ، اور) وہ لوگ (جن کے دِل میں) ضعفِ اعتقادی کی (بیماری ہے، کہ نہیں وعدہ کیا ہم سے اللہ) تعالیٰ (اور اُس کے رسول نے) شام ویمن کی فتح کا (مگر دھوکے کا)، یعنی یہ وعدہ صرف دِل لگی اور دم دینے کی بات تھی۔۔الحاصل۔۔یہ وعدہ حقیقت پر مبنی نہ تھا، بلکہ فریب پر مشتمل تھا۔

وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ

اور جب بکنے لگا ایک گروہ اُن کا کہ "اے یثرب والو، یہاں کوئی ٹھکانہ نہیں ہے تمہارا، تو گھر واپس جاؤ۔"

وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ

اور اجازت لینے لگا ہے ایک گروہ اُن کا نبی سے۔ کہتے ہیں کہ "ہمارے گھر بے پناہ ہیں۔"

وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۛ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿۱۳﴾

حالانکہ وہ بے پناہ نہیں۔ وہ نہیں چاہتے مگر بھاگ جانا ●

(اور) اُسے بھی یاد کرو (جب بکنے لگا ایک گروہ اُن کا) جیسے اوس بن قبطی، ابوعرابہ اور ابن ابی وغیرہ منافق لوگ، (کہ اَے یثرب والو!)۔

یثرب ایک زمین ہے کہ مدینہ طیبہ اُس کے ایک ناحیہ میں واقع ہے، غرضیکہ ان منافقوں نے مدینہ کے لوگوں سے کہا۔۔۔

(یہاں کوئی ٹھکانہ نہیں ہے تمہارا)۔ یعنی محمد عربی کے لشکر گاہ میں تمہارے رہنے کی جگہ نہیں ہے۔۔یا۔۔یہاں تمہارے کھڑے ہونے کی کیا وجہ؟ (تو گھر واپس جاؤ) مدینہ میں۔۔یا۔۔دین اسلام پر قائم رہنے کی تم کو کوئی وجہ نہیں، تو تم اپنے باپ دادا کے دین کی طرف پھر جاؤ اور محمد ﷺ عربی کو دشمنوں کے حوالے کردو۔ پس دیکھا (اور) محسوس کیا کہ (اجازت لینے لگا ہے ایک گروہ اُن کا نبی سے)۔ یعنی بنو حارثہ اور بنو سلمہ حضرت نبی کریم سے اجازت چاہنے لگے، اور عذر پیش کرتے ہوئے

(کہتے ہیں کہ ہمارے گھر بے پناہ ہیں) شہر مدینہ میں، یعنی خالی ہیں اور مضبوط نہیں ہیں، (حالانکہ وہ بے پناہ نہیں)۔ نہ تو وہ خالی تھے اور نہ ہی کمزور بلکہ خوب مضبوط تھے۔ اُس اجازت طلبی اور عذر خواہی سے (وہ نہیں چاہتے مگر) میدانِ جنگ اور لڑائی سے (بھاگ جانا)۔

وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا

اور اگر فوجیں گھس پڑتیں اُن پر مدینہ کے ہر طرف سے، پھر کہے جاتے یہ لوگ فتنہ برپا کرنے کو، تو ضرور اُسے کر گزرتے،

وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَاۤ اِلَّا يَسِيْرًا ﴿۱۴﴾

اور نہ دیر کرتے اُس سے مگر تھوڑی●

(اور) اُن کا حال تو یہ ہے کہ (اگر) مدینہ کے کافروں کی (فوجیں گھس پڑتیں اُن پر مدینے کے ہر طرف سے) اور اُن کو گھیر لیتیں، (پھر کہے جاتے یہ) بھاگنے والے (لوگ فتنہ برپا کرنے کو)، یعنی اگر کفارِ مدینہ انہیں گھیر کر اُن سے کہیں کہ تم شرک اختیار کرو۔۔یا۔۔مسلمانوں سے لڑو، (تو ضرور اُسے کر گزرتے اور نہ دیر کرتے اُس سے) یعنی اس فتنہ اٹھانے میں (مگر تھوڑی)۔۔الحاصل۔۔اس میں ذرا دیر نہ کرتے بلکہ بہت جلد مشرک ہو جاتے، یا مسلمانوں سے محاربہ اور مقاتلہ کرنے لگتے۔

وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ؕ

حالانکہ بلاشبہ عہد کر چکے تھے اللہ سے پہلے ہی کہ "نہ پھیریں گے پیٹھ۔"

وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا ﴿۱۵﴾

اور اللہ سے عہد کا سوال ہوگا●

(حالانکہ بلاشبہ) یہ بنو حارثہ اور بنو سلمہ انابت کی رُو سے (عہد کر چکے تھے اللہ) تعالیٰ (سے پہلے ہی) غزوۂ اُحد کے دن، (کہ نہ پھیریں گے پیٹھ) لڑائی میں، (اور اللہ) تعالیٰ (سے عہد کا سوال ہوگا)۔ یعنی اُس پر سوال کیا جائے گا اور عہد توڑنے اور وفا کرنے کی جزا اُن کو دیں گے۔

قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ

کہہ دو کہ "ہرگز کام نہ دے گا تمہیں بھاگنا، اگر تم بھاگے موت سے یا مارے جانے سے،

وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۶﴾

اور اب بھی رہنے نہ دیے جاؤ گے مگر کچھ"●

اَے محبوب! (کہہ دو، کہ ہرگز کام نہ دے گا تمہیں بھاگنا) (اگر تم بھاگے موت سے۔۔یا۔۔ مارے جانے سے)۔تو یہ بھی سوچ لو کہ ہر شخص کو وقتِ معین پر موت آنا۔۔یا۔۔قتل ہونا لازم ہے، کہ حکم قضا اُس کے ساتھ جاری ہوتا ہے۔ (اور اب بھی) یعنی بھاگنے کی صورت میں بھی (رہنے نہ دیے جاؤ گے مگر کچھ) یعنی تھوڑا زمانہ، اس واسطے کہ آخر فنا ہونا ہے۔اَے محبوب! اُن بھاگنے والوں سے۔۔۔

قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ

پوچھو کہ "کون ہے جو بچائے تمہیں اللہ سے؟ اگر اُس نے چاہا تمہارے لیے بُرائی، یا چاہا تم پر

رَحْمَةً ؕ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷﴾

رحمت۔" اور نہ پائیں گے اپنے لیے اللہ کے خلاف کو، یار نہ مددگار●

(پوچھو کہ کون ہے جو بچائے تمہیں اللہ) تعالیٰ کے عذاب (سے، اگر اُس نے چاہا تمہارے لیے بُرائی) اور شکست، (یا چاہا تم پر رحمت)، تو وہ کون ہے جو منع کرے اُسے (اور نہ پائیں گے اپنے لیے اللہ) تعالیٰ (کے خلاف کو یار) جو نفع پہنچائے، (نہ مددگار) جو ضرر کو روکے۔

روایت ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لشکر گاہ سے مدینہ منورہ میں گیا۔وہاں اُس نے اپنے بھائی کو دیکھا کہ عیش وطرب کے اسباب مہیا کیے ہوئے ہے، شراب کی بوتلیں اُس کے سامنے ہیں۔وہ شخص بولا، کہ اَے بھائی تُو یہاں عیش وطرب میں مشغول ہے، اور حضرت ﷺ میدانِ جنگ میں نیزہ وتلوار کا سامنا کر رہے ہیں۔بھائی نے جواب دیا کہ تُو بھی آ بیٹھ، کیونکہ تجھے اور تیرے دوستوں کو بَلا گھیرے ہوئے ہے۔محمد عربی ﷺ ہرگز اِس معرکے سے سلامت نہ بچیں گے۔

وہ شخص وہاں سے پھرا، اور بولا کہ جاتا ہوں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تیری بات سناتا ہوں۔جب وہ حضرت کے پاس پہنچا، حضرت جبرائیل علیہ السلام اس سے پہلے ہی آچکے تھے اور یہ آیت لا چکے تھے۔۔۔

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ

بے شک جانتا ہے اللہ، جو روکنے والے ہیں تم میں سے۔اور جو کہنے والے ہیں اپنے بھائیوں کو کہ "آؤ ہماری طرف،"

وَلَا يَأْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۸﴾

اور نہیں آتے لڑائی کو مگر تھوڑے●

(بے شک جانتا ہے اللہ) تعالیٰ اُن کو (جو) نصرتِ رسول سے (روکنے والے ہیں تم میں سے، اور جو کہنے والے ہیں اپنے بھائیوں کو کہ آؤ ہماری طرف)۔

بعضوں نے کہا کہ منافق لوگ مسلمانوں کو ڈراتے تھے۔۔یا۔۔ابوسفیان۔۔یا۔۔یہود منافقوں کو کہتے تھے، کہ اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو، اور محمد عربی ﷺ' کی یاری اور مددگاری سے بھاگو۔

منافقوں نے یہود کی بات سنی اور لڑائی سے پہلوتہی کرتے تھے، (اور نہیں آتے) منافق لوگ (لڑائی کو، مگر تھوڑے)۔یعنی تھوڑا آنا۔۔یا۔۔تھوڑی لڑائی کرتے تھے دکھانے سنانے کی راہ سے۔۔۔

اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ

جان چراتے ہوئے تمہاری مدد میں۔پھر جب خوف پیش آ گیا، تو تم نے دیکھا اُنہیں کہ نظر کرتے ہیں تمہاری طرف،

كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ

گھومتی پھرتی ہیں اُن کی آنکھیں، جیسے وہ جس پر موت چھا جائے۔پھر جب چلا گیا خوف، تو گھس پڑے تم لوگوں میں

حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۭ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ۭ

تیز زبان لے کر، للچاتے ہوئے مال پر۔یہ لوگ ایمان نہیں لائے، تو ملیامیٹ کر دیا اللہ نے اُن کے عملوں کو۔

وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۹﴾

اور یہ اللہ کو آسان ہے●

(جان چُراتے ہوئے تمہاری مدد میں)، اس حال میں کہ بخیل ہیں مدد دینے میں۔۔یا۔۔خرچ دینے میں۔۔یا۔۔یہ نہیں چاہتے کہ فتح اور غنیمت تمہیں پہنچے۔(پھر جب) دشمن کا (خوف پیش آ گیا، تو) اَے محبوب! (تم نے دیکھا انہیں کہ) کمالِ بددلی کی وجہ سے (نظر کرتے ہیں تمہاری طرف، گھومتی پھرتی ہیں اُن کی آنکھیں) اپنے گڑھوں میں، (جیسے وہ جس پر موت چھا جائے) اور سکرات کی کیفیت طاری ہو جائے۔

(پھر جب چلا گیا خوف تو گھس پڑے تم لوگوں میں تیز زبان لے کر)، یعنی تیز زبانی اور سخت

کلامی کرنے لگے (للچاتے ہوئے مال پر)، یعنی مالِ غنیمت کے حریص ہیں۔ اور غنیمتوں کا مال تقسیم ہوتے وقت لڑتے جھگڑتے ہیں۔ اُن کے طرزِ عمل سے ظاہر ہوگیا، کہ (یہ لوگ ایمان نہیں لائے، تو ملیامیٹ) اور باطل (کردیا اللہ) تعالیٰ (نے اُن کے عملوں کو) یعنی جو جہاد انہوں نے ریاء اور غرض کے سبب سے کیا، وہ باطل اور نامقبول ہے۔۔یا۔۔اللہ ظاہر کردے گا اُن کے اعمال کا باطل ہونا۔ (اور یہ) ظاہر کردینا (اللہ) تعالیٰ (کو آسان ہے)۔ ان منافقین کی خام خیالی کا عالم یہ ہے، کہ۔۔۔

يَحْسَبُونَ الْأَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوا ۖ وَإِن يَأْتِ الْأَحْزَابُ يَوَدُّوا لَوْ أَنَّهُم بَادُونَ

یہ لوگ خیال کررہے ہیں کہ "سارے دشمن لشکر والے نہیں بھاگے۔" اور اگر وہ سارے لشکراب آجائیں، تو یہ چاہیں گے کہ "کاش ہوتے

فِي الْأَعْرَابِ يَسْأَلُونَ عَنْ أَنبَائِكُمْ ۖ وَلَوْ كَانُوا فِيكُم مَّا قَاتَلُوا إِلَّا قَلِيلًا ﴿٢٠﴾

گاؤں کے دیہاتیوں میں۔" دریافت کیا کریں تم لوگوں کی خبریں، اور اگر تمہیں میں رہتے، تو بھی لڑائی کو نہ آتے مگر تھوڑے●

ع ۱۲ ۱۸

(یہ لوگ خیال کررہے ہیں کہ سارے دشمن لشکر والے) یعنی گروہِ احزاب (نہیں بھاگے) اور مدینہ چھوڑ کر چلے نہیں گئے۔ یعنی منافق ایسے ڈر رہے ہیں اور اس طرح انہوں نے جی چھوڑ دیے ہیں، کہ باوجود اِس بات کے کہ منافق لوگ شکست کھا گئے ہیں، مگر یہ منافق یہی گمان کرتے ہیں کہ وہ مدینہ کو گھیرے ہوئے لڑنے کو کھڑے ہیں۔ (اور اگر وہ سارے لشکراب آجائیں) دوبارہ، (تو یہ) منافق لوگ (چاہیں گے کہ کاش ہوتے گاؤں کے دیہاتیوں میں) یعنی منافق لوگ بے دلی کی وجہ سے چاہتے ہیں کہ مدینہ کے اندر نہ رہیں، بلکہ جنگلوں کے اندر جا کر بیٹھ رہیں۔ (اور دریافت کیا کریں تم لوگوں کی خبریں)۔

لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ

یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں اچھا نمونہ ہے اُس کے لیے، جو امیدوار رہا اللہ کا

وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ﴿٢١﴾

اور پچھلے دن کا، اور یاد کرتا رہا اللہ کو بہت●

۔۔الحاصل۔۔ان منافقوں کی بزدلی اور کم ہمتی اور اُن کے خوف اور دہشت کا یہ عالم ہے کہ ہرچند کہ کفار کے لشکر ناکام اور نامراد ہوکر واپس جا چکے ہیں، لیکن اُن کا ابھی تک یہ خیال ہے کہ کفار کا

لشکر ہنوز اپنے خیموں اور مورچوں میں موجود ہے۔اور اگر بالفرض کفار کا لشکر دوبارہ حملہ کرنے کے لیے آجائے، تو اُن کی تمنا یہ ہوگی کہ کاش وہ یہاں اُن کے سامنے اُن کے مقابلہ میں نہ ہوتے اور کسی جنگل میں ہوتے، اور وہیں سے تمہارے متعلق لوگوں سے پوچھا کرتے کہ مسلمان جنگ میں ہلاک ہوئے یا نہیں؟ **(اور اگر)** یہ منافق **(تمھیں میں رہتے)** یعنی مدینے ہی میں رہتے اور دشمنوں سے مقابلہ ہوتا، **(تو بھی لڑائی کو نہ آتے، مگر تھوڑے)**۔اُن کے اکثر پہلوتہی ہی سے کام لیتے۔حقیقت تو یہ ہے کہ اَے دلاورو! اور بے دلو! **(یقیناً تمہارے لیے اللہ)** تعالیٰ **(کے رسول)** کے افعال **(میں اچھا نمونہ ہے)**۔۔لہٰذا۔۔آپ ہی کی پیروی ومتابعت کرو۔جس طرح آپ لڑائی میں ثابت قدم اور سختیوں مصیبتوں پر صبر کرتے ہیں، تم بھی ایسا ہی کرو۔۔یا۔۔آپ کی ذات میں پیروی کرنے کے واسطے نیک خصلتیں ہیں **(اُس کے لیے، جو امیدوار رہا اللہ)** تعالیٰ کے ثواب اور اُس کی لقاء **(کا، اور پچھلے دن)** کی نعمتوں **(کا، اور یاد کرتا رہا اللہ)** تعالیٰ **(کو بہت)**، دِل اور زبان سے۔

جنگِ احزاب کے تعلق سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو خبر دے دی تھی 'احزاب' یعنی کفار کے لشکروں کے آنے کی، اور فرمادیا تھا کہ اُن کے اکٹھا ہونے سے تم پر کام سخت ہوجائے گا، اور آخر تم ہی اُن پر فتح پاؤگے۔۔چنانچہ۔۔ارشاد کے مطابق کفار کے لشکر آگئے۔

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

اور جب دیکھا ایمان والوں نے اُن سارے لشکروں کو، کہنے لگے کہ "یہ ہے جس کا وعدہ فرمایا ہم سے اللہ اور اُس کے رسول نے،

وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ﴿٢٢﴾

اور سچ فرمایا اللہ اور اُس کے رسول نے۔" اور نہیں بڑھا اُن کا، مگر ایمان و نیازمندی●

(اور جب دیکھا ایمان والوں نے اُن سارے لشکروں کو) جنگِ خندق کے دن، کہ لشکرِ اسلام کے سامنے اُنھوں نے صف باندھی، تو **(کہنے لگے کہ یہ ہے جس کا وعدہ فرمایا ہم سے اللہ)** تعالیٰ **(اور اُس کے رسول نے)**، اللہ کا وعدہ یہ تھا کہ "کیا گمان کیا تم نے یہ کہ تم داخل ہو بہشت میں اور ابھی نہیں آئی تم کو حالت ان لوگوں کی کہ گزرے پہلے تم سے"۔ اور رسول نے یہ فرمایا تھا "قریب ہے کہ سخت ہو جائے کام لشکروں کے جمع ہونے سے"۔۔القصہ۔۔مسلمانوں نے کہا **(اور)** بولے کہ **(سچ فرمایا اللہ)**

تعالیٰ (اور اُس کے رسول نے۔اور) اُن لشکروں کو دیکھنے سے (نہیں بڑھا ان کا مگر ایمان و نیاز مندی)۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر یقین اور نبی کریم کے حکم کے آگے سر جھکانے کی سعادت مندی میں ہی اضافہ ہوا۔۔ چنانچہ۔۔صحابۂ کرام میں سے حضرت حمزہ، حضرت مصعب، حضرت عثمان، حضرت طلحہ اور حضرت انس بن النصر وغیرھم نے نذر کی تھی، کہ جب میدانِ جنگ میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ہوں، ثابت قدم رہ کر کفار سے خوب مقابلہ اور مقاتلہ کریں گے، اور جب تک شربتِ شہادت نہ پئیں آرام نہیں لیں گے، تو حق تعالیٰ اُن کی صفت میں فرماتا ہے، کہ۔۔۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ

مسلمانوں میں وہ مردِ میدان ہیں، کہ سچ کر دکھایا جس کا عہد کیا اللہ سے۔ تو کسی نے پوری کر لی

قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾

اپنی منت، اور کوئی انتظار کر رہا ہے، اور وہ کچھ بھی نہ بدلے ●

(مسلمانوں میں وہ مردِ میدان ہیں، کہ سچ کر دکھایا جس کا عہد کیا اللہ) تعالیٰ (سے)۔انہوں نے خدا سے عہد کر لیا تھا کہ قتال پر ثابت رہنا ہے، حضرت ملک متعال کی رضامندی کے واسطے۔ (تو کسی نے پوری کر لی اپنی منت)، اور قتال کیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے، جیسے حمزہ، مصعب اور انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم، (اور کوئی انتظار کر رہا ہے)۔۔ مثلاً: حضرت عثمان اور طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما، (اور وہ کچھ بھی نہ بدلے) یعنی اپنی بات سے نہیں پھرے۔۔۔

لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ

تا کہ ثواب دے اللہ سچوں کو اُن کی سچائی کا، اور عذاب دے منافقوں کو اگر چاہے،

اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۴﴾

یا توفیقِ توبہ دے اُنہیں۔ بے شک اللہ غفور رحیم ہے ●

(تا کہ ثواب دے اللہ) تعالیٰ (سچوں کو اُن کی سچائی کا) اور اُن کی فرمانبرداری کا، (اور عذاب دے منافقوں کو اگر چاہے) کہ وہ نفاق پر مریں، (یا توفیقِ توبہ دے انہیں۔ بے شک اللہ) تعالیٰ (غفور) ہے، بخشنے والا ہے توبہ کرنے والے کا، اور (رحیم ہے)، مہربان ہے اُس پر جو توبہ پر مرے۔

روایت ہے کہ بیس[۲۰] روز۔۔یا۔۔ستائیس[۲۷] دن لشکر مدینے کے باہر ٹھہرے، اور خندق کے کنارے آتے اور دونوں طرف سے تیر اور پتھر کی لڑائی ہوتی، راتوں کو شب خوں مارنے کا ارادہ کرتے، اور حضرت ﷺ بنفس نفیس صحابہ کو ساتھ لے کر شب خوں کے دفع میں مشغول ہوتے۔

ایک دن عمرو بن عبید نامی کافر کہ شجاعِ عرب تھا، اور اُسے ہزار جنگی آدمیوں کے مقابل کرتے تھے، عرب کے چار[۴] شجاع کافر ساتھ لیے ہوئے خندق اُتر کر سامنے آیا، اور مقابل طلب کیا۔ پس عمرو تو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے ہاتھ سے مارا گیا، اور نوفل کو مسلمانوں نے سنگسار کیا، اور امیر المومنین حضرت علی نے اس کی کمر دو ٹکڑے کر دی۔

پس کافروں کا دِل ٹوٹ گیا، جی چھوٹ گیا۔ اور حضرت ﷺ نے دوشنبہ، منگل بدھ تین[۳] دن تک مسجد میں فتح کے واسطے دُعا کی۔ بدھ کے دن ظہر اور عصر کی نماز کے درمیان میں فتح کا انتظار ہوا، اور حق تعالیٰ نے بادِ صبا کو لشکرِ اسلام کی مدد کے واسطے بھیجا۔ پس صبا نے اُس لشکر میں زلزلہ ڈال دیا اور اُن کی آگیں بجھانے لگی اور فرشتوں نے آسمانوں سے اُتر کر اُن کے خیموں کی رسیاں توڑ دیں اور میخیں اکھاڑ ڈالیں۔ وہ عاجز ہو کر بھاگ نکلے اور بے دغدغہ، قتال یمن و اقبال کی کنجیوں سے فتح و نصرت کے دروازے کھل گئے۔

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ

اور پلٹا دیا اللہ نے جنہوں نے کفر کیا اُن کی جلن کے ساتھ، نہ پائی اُنہوں نے کوئی بھلائی۔ اور کافی رہا اللہ

الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۝۲۵

ایمان والوں کے لیے لڑائی میں۔ اور اللہ قوت والا غلبہ والا ہے●

(اور پلٹا دیا اللہ) تعالیٰ **(نے)** مدینہ سے اُن کو **(جنہوں نے کفر کیا اُن کی جلن کے ساتھ، نہ پائی انہوں نے کوئی بھلائی)**۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے کافروں کو اُن کے دِلوں کی جلن کے ساتھ نا کام و نامراد لوٹا دیا، اور وہ کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکے۔ **(اور کافی رہا اللہ)** تعالیٰ **(ایمان والوں کے لیے لڑائی میں)**۔۔ چنانچہ۔۔ بادِ صبا اور فرشتوں کے ذریعہ کافروں کو تباہ کر دیا۔ **(اور)** ایسا کیوں نہ ہو اس لیے کہ **(اللہ)** تعالیٰ **(قوت والا غلبہ والا ہے)**۔ جو چاہے اُس کے پیدا کرنے پر قادر ہے اور سب چیزوں پر غالب ہے۔

کافروں کے بھاگ جانے کے بعد حکم ہوا کہ بنی قریظہ سے لڑائی کے واسطے مسلمان جائیں۔ اس واسطے کہ انہوں نے عہد کو توڑ کر کافروں کی مدد کی تھی۔ لشکرِ اسلام نے پندرہ[۱۵] دن رات اُن کا محاصرہ کیا اور اُن پر کام تنگ ہوا۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کہ امیر لشکر تھے، ان کے حکم سے مسلمان اُترے اور سعد نے حکم فرمایا، کہ اُن کے مَردوں کو قتل کریں عورتوں اور بچوں کو لونڈی غلام بنائیں، اور اُن کے مال مؤمنوں پر تقسیم کریں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اَے سعد تم نے وہ حکم کیا، کہ حق تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر وہی حکم دیا تھا، تو حق تعالیٰ اس واقعہ کی خبر دیتا ہے۔

وَاَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَیَاصِیْهِمْ وَقَذَفَ

اور اُتار دیا اُنہیں، جنہوں نے مدد کی تھی اُن کی اہلِ کتاب سے، اُن کے قلعوں سے، اور ڈال دیا

فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِیْقًا ﴿۲۶﴾

اُن کے دِلوں میں ہیبت، کچھ کو تم لوگ قتل کرتے، اور کچھ کو قید کرتے●

(اور) ارشاد فرماتا ہے کہ (اُتار دیا انہیں جنہوں نے مدد کی تھی اُن کی) یعنی احزاب کی، اور اُن کے پشت پناہ ہوگئے (اہلِ کتاب سے)، یعنی اہلِ توریت سے یہود قریظہ، (اُن کے قلعوں سے اور ڈال دیا اُن کے دِلوں میں) پیغمبر اور اُن کے لشکر کی (ہیبت) اور خوف۔ پھر صورتِ حال یہ ہوئی کہ (کچھ کو تم لوگ قتل کرتے) ہو (اور کچھ کو قید کرتے) ہو۔

وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِیَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا وَكَانَ اللّٰهُ

اور قبضہ دیا تمہیں اُن کی زمین اور گھروں اور مالوں پر، اور اُس زمین پر کہ تم نے قدم نہ رکھا جہاں۔ اور اللہ

عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا ﴿۲۷﴾

ع ۱۹/۱۷

ہر چاہے پر قادر رہا●

(اور قبضہ دیا تمہیں اُن کی زمین اور گھروں اور مالوں پر)۔۔ الغرض۔۔ اُن کے کھیت، باغ، اُن کے گھر قلعے وغیرہ، اور اُن کے مال، نقد جنس چار پائے سب کا تمہیں مالک بنا دیا۔ (اور) ان کے علاوہ (اس زمین پر) بھی (کہ تم نے قدم نہ رکھا جہاں) ابھی تک۔۔ یا۔۔ اس کے مالک نہیں ہوئے ہو۔ اِس سے مراد خیبر ہے۔۔ یا۔۔ دیارِ روم اور ممالکِ فارس، اور بعضوں نے کہا کہ جو زمین

قیامت تک مسلمانوں کے قبضہ میں آئے وہ اس خبر میں داخل ہے۔

(اور اللہ) تعالیٰ (ہر چاہے پر قادر رہا) توشہروں کے فتح کرنے اور اُن پر رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حاکم کردینے پر بھی قادر ہے۔

اِس کے باوجود جب دُنیا اور آخرت میں سے کسی ایک کے انتخاب کی بات آئی، تو آپ نے دُنیا کے مقابلے میں آخرت کو اختیار کرلیا تھا۔ سو اِس نہج پر آپ کو حکم دیا، کہ آپ اپنی ازواج کو اختیار دیں، تاکہ آپ کی ازواج کا حال بھی آپ کے مثل ہو۔۔ چنانچہ۔۔ ہجرت کے نوِیں[۹] برس جب ازواجِ مطہرات نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ایسی چیزوں کی خواہش ظاہر کی جن کا تعلق دُنیا کی آرائش وراحت سے تھا، تو سرکار غمگین اور ملول خاطر ہوئے اور اُن سے کنارہ کشی کرکے مسجد کے ایک گوشے میں رونق افروز ہوئے۔ انتیس[۲۹] دن کے بعد کہ وہ مہینہ بھی انتیس[۲۹] دن کا ہوا تھا، حضرت جبرائیل یہ 'آیتِ تخییر' لائے، کہ۔۔۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا

اے آنحضرت! کہہ دو اپنی بیبیوں کو کہ "اگر تم چاہتی ہو دُنیاوی زندگی اور اُس کی آرائش،

فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾

تو آؤ میں سامان دے دوں تمہیں، اور چھوڑ دوں اچھی طرح ●

(اے آنحضرت کہہ دو اپنی بیبیوں کو کہ اگر تم چاہتی ہو دُنیاوی زندگی) کے عیش وآرام **(اور اُس کی آرائش)** زیب وزینت۔۔ مثلاً: لباسِ فاخرہ اور پرتکلف زیورات، **(تو آؤ میں سامان دے دوں تمہیں)** متاع طلاق، **(اور چھوڑ دوں اچھی طرح)**۔ یعنی رغبت سے رہا کردوں کراہت سے نہیں۔

وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ

اور اگر چاہتی ہو اللہ اور اُس کے رسول کو اور پچھلے گھر کو، تو بے شک اللہ نے

اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾

تیار کر رکھا ہے نیک بیبیوں کے لیے تم میں سے، بڑا ثواب" ●

(اور اگر چاہتی ہو اللہ) تعالیٰ کے ثواب کو **(اور اُس کے رسول)** کی خوشی **(کو اور پچھلے گھر)**، یعنی

آخرت کی نعمتوں (کو، تو بے شک اللہ) تعالیٰ (نے تیار کر رکھا ہے نیک بیبیوں کے لیے تم میں سے)، یعنی اُن بیبیوں کے لیے جو دوسری شق اختیار کریں، (بڑا ثواب)، کہ دُنیا کی مزخرف چیزیں اُس کے مقابلے میں حقیر اور کم ہیں۔

روایت ہے کہ بیبیوں میں سے جس نے سب سے پہلے خدا اور رسول کو اختیار کیا، وہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ آگے انہیں ازواجِ مطہرات کی عظمت و رفعت اور اُن کی خصوصیت اور شانِ یکتائی کو ظاہر کرنے کے لیے اُن کو مخاطب فرمایا جاتا ہے، کہ۔۔۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ

اَے آنحضرت کی بیبیو! "جو کر لائے تم میں سے کوئی کھلی نافرمانی، تو دونا کیا جائے گا اُس کا عذاب ڈبل۔

وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾

اور یہ اللہ کو آسان ہے●

(اَے آنحضرت کی بیبیو! جو کر لائے تم سے کوئی کھلی نافرمانی)، اور وہ رسول مقبول کی نافرمانی ہے، (تو دُونا کیا جائے گا اُس کا عذاب ڈبل)۔ دو حصے اُس کے بہ نسبت جو اوروں کی عورتوں کے واسطے ہو۔ اس واسطے کہ ازواجِ مطہرات سے گناہ کا ہونا بہت بُرا ہے۔ کیونکہ

"جن کا رتبہ ہے سوا اُن کو سوا مشکل ہے"۔

(اور یہ) عذاب کا دُونا کرنا (اللہ) تعالیٰ (کو آسان ہے)، کیونکہ وہ قادرِ مطلق اور مختارِ کُل ہے۔

بعونہٖ تعالیٰ و بفضلہٖ سبحانہٗ آج بتاریخ

۶ ر صفر المظفر ۱۴۳۳ھ۔ مطابق۔۔۔ یکم جنوری ۲۰۱۲ء

بروز یکشنبہ، اکیسویں (۲۱) پارہ کی تفسیر مکمل ہوگئی۔ دُعا گو ہوں کہ

مولیٰ تعالیٰ باقی قرآنِ کریم کی تفسیر کو مکمل کرنے کی توفیقِ رفیق

عطا فرمائے، اور فکر و قلم کو اپنی خاص حفاظت میں رکھے۔

آمِین یَامُجِیْبَ السَّائِلِیْنَ بِحَقِّ طٰهٰ وَ یٰسٓ بِحَقِّ نٓ وَ صٓ، بِحَقِّ یَابُدُّوْحُ بِحُرْمَةِ

سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

تشریحِ لغات

-- ﴿ آ ﴾ --

آتشِ مفارقت: جدائی، فرقت، علیحدگی کی تکلیف۔
آراستہ: سجا ہوا۔۔سنوارا ہوا۔
آرائش: زیب وزینت۔۔سجاوٹ۔
آزردہ خاطر: اُداس۔۔غمگین۔۔رنجیدہ۔
آسائش: راحت۔۔آرام۔
آسن: پوجا پاٹ کرتے وقت بیٹھنے کا ڈھنگ اور طریقہ۔
آشکارا: ظاہر۔۔نمایاں۔۔کھلا ہوا۔۔واضح۔
آگاہی: واقفیت۔۔خبر۔علم۔۔واقف کاری۔

-- ﴿ ا ﴾ --

ابطال: باطل کرنا۔۔غلط قرار دینا۔۔۔جھوٹا کرنا۔
اجمالی: مختصر۔۔سرسری۔
احاطہ: چار دیواری سے گھری ہوئی جگہ۔
احدیت: ایک ہونا۔۔یکتائی۔
اختصار: مختصر کرکے۔۔خلاصہ۔
اخوت: برادری۔۔بھائی بندی۔۔بھائی چارا۔
اذہان ﴿ذہن کی جمع﴾: عقل۔۔سمجھ۔۔ادراک۔
ارتکاب: کوئی غلط یا ناجائز کام کرنا۔
ازراہِ تمسخر: مذاق کے طور پر۔۔مذاق اڑانے کے طور پر۔
ازروئے لغت: لغت کے اعتبار سے۔
ازلی: ہمیشہ سے۔
اسبابِ تنعم: عیش وآرام کے ذرائع اور چیزیں
استحقاق: مستحق ہونا۔۔سزاوار ہونا۔
استدعا: خواہش۔۔درخواست۔۔التجا۔
استدلال: دلیل۔۔برہان۔۔ثبوت۔۔دلیل لانا۔

استراحت: آرام چاہنا۔۔راحت طلب کرنا۔
استعجاب: تعجب۔۔حیرانی۔۔حیرت۔
استعداد: لیاقت۔۔قابلیت۔
استغراق: محویت۔۔کسی خیال میں ڈوب جانا۔
استفہام: دریافت کرنا۔۔پوچھنا۔
استہزاء: ہنسی مذاق۔۔ہنسی اُڑانا۔
اسرار ﴿سر کی جمع﴾: بھید۔۔پوشیدہ باتیں۔
اسرار ومعارف: پوشیدہ باتیں اور پہچان۔
اسرار ورموز: بھید وراز۔۔پوشیدہ باتیں۔
اسرارِ مکتومہ: چھپی ہوئی اور پوشیدہ باتیں۔
اسراف: فضول خرچی۔۔۔بے جا خرچی۔
اسفل: نہایت نیچا۔
اسلاف ﴿سلف کی جمع﴾: اگلے وقتوں کے لوگ۔۔۔بزرگ۔
اسلوب: طریقہ۔ طرز۔۔روش۔
اسناد: سند کی جمع۔
اشراف ﴿شریف کی جمع﴾: عالی خاندان وذی عزت لوگ۔
اضطراب: گھبراہٹ۔۔بوکھلاہٹ۔۔۔بے قراری۔۔۔بے چینی۔
اضطراری ﴿اضطرار سے منسوب﴾: بے قرار۔۔۔بے اختیار۔
اطوار ﴿طور کی جمع﴾: ڈھنگ۔۔طریقے۔۔طرز۔
اعانت: مدد۔۔سہارا۔۔حمایت۔
اعتدال: نہ کمی نہ زیادتی۔۔درمیانی درجہ۔۔میانہ روی۔
اعتراف: اقرار کرنا۔۔تسلیم کرلینا۔۔مان لینا۔
اعتقاد: دل میں مضبوطی کے ساتھ کوئی بات بٹھانا۔۔عقیدہ۔۔بھروسا۔۔یقین۔
اعجاز: معجزہ۔
اعراض: منہ پھیرنا۔۔بچنا۔۔رُوگردانی کرنا۔
اعلاءِ کلمۃ الحق: حق بات کو غالب کرنا۔

اغیار ﴿غیر کی جمع﴾: دوسرا۔۔سوا۔
افاضہ: فیض پہنچانا۔۔فائدہ پہنچانا۔
افتراء: تہمت۔۔بہتان۔۔جھوٹا الزام۔
افسردہ خاطر: رنجیدہ۔۔اُداس۔۔بجھے ہوئے دل والا۔
افعال ﴿فعل کی جمع﴾: کام۔۔اعمال۔۔خواص۔
افق: وہ جگہ جہاں زمین وآسمان ملے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔۔ حدِنگاہ۔۔آسمان کا کنارہ۔
اقلام ﴿قلم کی جمع﴾: لکھنے کا آلہ۔
التفات: متوجہ ہونا۔۔توجہ۔۔مہربانی۔
الحان: اچھی آواز سے پڑھنا۔۔لَے۔
امتیاز: فرق۔۔تمیز۔۔ترجیح۔
امور ﴿امر کی جمع﴾: معاملہ۔۔باب۔
انا: دایہ۔۔دودھ پلانے والی عورت۔
اِنابت: رجوع۔
انحراف: انکار۔۔مخالفت۔۔نافرمانی۔
اُنس: محبت۔۔پیار۔۔رغبت۔
انسب: زیادہ مناسب۔۔بہت ٹھیک۔
اِنفعال: اثر قبول کرنا۔۔متاثر ہونا۔
انقطاع: بریدہ ہوجانا۔۔کٹ جانا۔
اَنگشت: اُنگلی۔
اوامرونواہی: احکامات وممنوعات۔
اولوالعزم: صاحبانِ عزم وارادہ۔۔عالی حوصلہ۔
اَولیٰ: اعلیٰ۔۔اَرفع۔۔بہترین۔
اہانت: توہین کرنا۔۔ذلیل کرنا۔۔حقارت۔
ایذاء: دکھ دینا۔۔تکلیف پہنچانا۔
ایلچی: قاصد۔۔پیغام بر۔۔سفیر۔
اِدراک: عقل۔۔فہم۔۔رسائی۔
اَجرام ﴿جرم کی جمع﴾: اجسام۔۔ستاروں اور جواہرات کے جسم
اَزخود: آپ سے۔۔خود ہی۔۔اپنے آپ۔۔خود بخود۔
اَزروئے قدرت: طاقت کے اعتبار سے۔
اَزروئے مال: مال ودولت کے اعتبار سے۔
اَزل: وہ زمانہ جس کی کوئی ابتداء نہ ہو۔۔شروع۔۔آغاز۔

-- ﴿ ب ﴾ --

بادبان: وہ کپڑا جو کشتی کی رفتار تیز کرنے اور اس کا رخ موڑنے کے لیے لگاتے ہیں۔
باعث: وجہ۔۔سبب۔۔علت۔۔موجب۔
باک: خوف۔۔ڈر۔۔اندیشہ۔۔دہشت۔
باگ: لگام۔۔عنان۔
باور: یقین۔۔بھروسا۔۔اعتماد۔۔اعتبار۔
براءت: پاکیزگی۔
بردباری: تحمل۔۔صبر۔۔برداشت۔
برعکس: بخلاف۔۔اُلٹ۔۔خلاف۔۔مخالف۔
برگزیدہ: منتخب۔۔چنا ہوا۔۔پسندیدہ۔
بڑھنتی: زیادتی۔۔اضافہ۔
بصیرت: دانائی۔۔آگاہی۔
بعث وحشر: روزِ قیامت۔
بعثت: رسالت۔۔پیغمبر کا بھیجنا۔۔رسالت کا زمانہ۔
بعید: دُور۔۔فاصلے پر۔۔علیحدہ۔
بقعہ مُبارک: زمین کا مبارک ٹکڑا یا حصہ۔
بکثرت: زیادہ تعداد میں۔۔کئی کئی دفعہ۔
بلاغت: فصیح کلام۔۔حسبِ موقع گفتگو۔۔کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ مطلب بیان کرنا۔
بہ نظرغائر: سرسری نظر سے۔
بہیمی: حیوانیت۔
بھید: راز۔۔پوشیدہ بات۔
بیابانِ بے پایاں: صحرا۔۔ریگستان۔۔جس کا کنارا نظر نہ آئے۔
بے باکی: شوخی۔۔شرارت۔۔بے حیائی۔
بَل: زور۔۔طاقت۔۔قوت۔
بُخارات ﴿بخار کی جمع﴾: غبار۔۔بھاپ۔

-- ﴿ پ ﴾ --

پراگندہ: بکھرا ہوا۔
پرتپاک: بھرپور گرم جوشی۔۔خوب آؤ بھگت۔
پرکھ: پہچان۔۔شناخت۔

پست: کمینہ۔۔رذیل۔۔ذلیل۔

پلنگ: چیتے۔

پندونصیحت: نصیحت۔۔ہدایت۔۔بھلی بات۔

پندونصائع: نصیحت۔۔ہدایت۔۔بھلی بات۔

پیراک: پانی میں تیرنے والا۔۔شناور۔

پیرو: پیچھے چلنے والا۔۔تقلید کرنے والا۔

پیروکاروں: کسی معاملے میں کسی کی طرف سے پیروی کرنے والا۔

-- ﴿ ت ﴾ --

تابانیوں ﴿تابانی سے﴾: روشنی۔۔نور۔۔چمک۔

تابع: ماتحت۔۔مطیع۔۔فرمانبردار۔

تابعوں ﴿تابع سے﴾: ماتحت۔۔مطیع۔۔فرمانبردار۔

تاپ: حرارت۔۔گرمی۔۔آگ سے ہاتھ پاؤں کے لیے حرارت وگرمی حاصل کرنا۔

تاخیر: دیر۔۔توقف۔۔وقفہ۔

تاڑ: فراست۔۔سمجھ۔

تاسف: افسوس۔۔حیرت۔۔رنج وملال۔

تاکید: بار بار کہنا۔۔زور دینا۔

تامل: سوچ بچار۔۔فکر۔

تائید: حمایت۔۔مدد۔استحکام دعویٰ کی دستاویز۔

تبر: کلہاڑی۔۔ایک قسم کا فولادی آلہ جس سے پتھر وغیرہ، یا لکڑی کو کاٹا یا توڑا جائے۔

تتمہ: بقیہ۔۔بچا ہوا۔۔کسی چیز کا آخری حصہ۔

تجدید: نئے سرے سے کام شروع کرنا۔

تحدیث: بات کرنا۔۔خبر کرنا۔

تجرید: ایک چیز کو دوسری چیز سے جدا کرنا۔

تحریص: لالچ دینا۔۔حرص دلانا۔۔ترغیب۔

تحریف: بدل دینا۔۔تحریر میں اصل الفاظ بدل کر کچھ اور لکھ دینا۔

تحمید: تعریف۔۔حمد۔۔ثنا۔

تحکم: زبردستی۔۔زبردستی کی حکومت۔

تخصیص: خصوصیت۔۔حق مخصوص۔

تخفیف: کمی۔۔گھٹاؤ۔۔افاقہ۔۔آرام۔

تدارک: درستی۔۔اصلاح۔

تدبیر: سوچ بچار۔۔کوشش۔۔بندوبست۔

تراشیدہ: چھیلا ہوا۔۔کاٹا ہوا۔

ترغیب: رغبت دلانا۔۔کسی کام کے کرنے پر آمادہ کرنا۔

ترغیبات: ترغیب کی جمع۔

ترک: چھوڑنا۔

تزلزل: ہلنا۔۔حرکت کرنا۔۔ہلچل۔۔گڑبڑ۔

تزویج: جوڑا جوڑا کرنا۔۔شادی کرنا۔۔نکاح۔۔شادی۔

تسلط: حکومت۔۔غلبہ۔۔قابو۔۔قبضہ۔۔دخل۔

تشبیہ: مشابہت۔۔تمثیل۔۔ایک چیز کو دوسری چیز کے مانند ٹھہرانا۔۔جیسے زید شیر جیسا بہادر ہے۔

تشنیع: برا بھلا کہنا۔۔لعن طعن۔

تصرف: قبضہ۔۔اختیار۔۔استعمال۔

تعاقب: پیچھے جانا یا دوڑنا۔۔پیچھا کرنا۔

تعدی: حد سے بڑھ جانا۔۔ظلم وستم۔۔جوروجفا۔۔ناانصافی۔

تعرض: مزاحمت۔۔روک۔۔سامنے آنا۔

تعریض: تعریض اس کو کہتے ہیں کہ صراحتاً ایک شخص کی طرف اسناد کیا جائے اور اشارہ کسی دوسرے کی طرف ہو۔۔ اشارے کنائے سے بات کہنا۔

تعریضاً: تعریض کے طور پر۔

تعزیت: مُردے کے پسماندگان سے اظہارِ ہمدردی۔۔پرسا۔

تفاخر: ڈینگ مارنا۔۔فخر کرنا۔۔غرور کرنا۔

تفکر: سوچ بچار۔۔فکر۔

تقرب: نزدیکی یا قرب ڈھونڈنا۔۔نزدیکی۔۔قرب۔

تقصیر: کوتاہی۔۔کمی۔۔خطا۔۔قصور۔

تقلید: پیروی۔۔کسی کے قدم بہ قدم چلنا۔۔کسی کی متابعت کرنا۔

تکذیب: جھٹلانا۔۔جھوٹ بولنے کا الزام لگانا۔

تکلم: بات کرنا۔۔بولنا۔۔کلام کرنا۔۔گفتگو۔۔بات چیت۔

تلف: برباد۔۔تباہ۔۔گم۔۔ضائع۔

تمرد: سرکشی۔۔بغاوت۔۔گستاخی۔۔نافرمانی

تمرین: عادت ڈالنا۔۔خوگر کرنا۔۔مشق۔

تناقض: ایک دوسرے کی ضد یا مخالف ہونا۔

تنبیہ: واقفیت۔۔خبرداری۔۔آگاہی۔۔تاکید۔

تنزیہہ: پاکی اور صفائی۔

تنور: ایک گول لمبوترا کچی مٹی کا برتن جسے گڑھے میں لگا کر یا زمین کے اوپر رکھ کر روٹیاں پکاتے ہیں۔

توجیہہ: وجہ بیان کرنا۔۔دلیل لانا۔۔دلیل۔۔وجہ۔

توسط: ذریعہ۔۔وسیلہ۔

توکل: خدا پر بھروسہ کرنا۔۔اپنے کام کو اللہ کے حوالے کر دینا۔

تہدید: ڈرانا۔۔دھمکانا۔۔سرزش۔۔دھمکی۔

تیرگی: سیاہی۔۔تاریکی۔۔دل کی کدورت۔

-- ﴿ ث ﴾ --

ثبات: پائداری۔۔مضبوطی۔۔ثابت قدمی۔

-- ﴿ ج ﴾ --

جاڑے ﴿جاڑا کی جمع﴾: سردی۔۔خنکی۔۔ٹھنڈ۔

جانکار: واقفیت رکھنے والا۔۔ماہر۔۔شناسا۔

جائے حکم: حکم کی جگہ پر۔۔جس جگہ کے لیے حکم ہو۔

جبری: زبردستی سے۔۔مجبوری سے۔

جڑاؤ: جواہرات جڑا ہوا۔۔مرصع۔

جسارت: حوصلہ۔۔جرأت۔۔بے باکی۔

جملہ معترضہ: اعتراض والی بات۔

جوار: پڑوس۔۔ہمسائیگی۔

-- ﴿ چ ﴾ --

چاپ: پاؤں کی آہٹ یا آواز۔

-- ﴿ ح ﴾ --

حاجت: خواہش۔۔ضرورت۔۔آرزو۔

حجت تمام: اعتراض کی گنجائش ختم ہونا۔

حرص و آز: لالچ۔۔حرص۔۔طمع۔

حریت: آزادی۔

حریص: لالچی۔۔یہاں خواہشمند کے معنی لیے جائیں تو بہتر ہے۔

حریف: دشمن۔

حزن: رنج۔۔ملال۔۔غم۔

حسرت: کسی چیز کے نہ ملنے کا افسوس۔

حضرت ذوالمنن: اللہ رب العزت احسان فرمانے والا۔

حِلم: بردباری۔۔برداشت۔۔نرمی۔

حلّوں ﴿حلّہ کی جمع﴾: بہشتی لباس۔

حوادث ﴿حادثہ کی جمع﴾: واردات۔۔واقعہ۔۔سانحہ صدمہ۔

حوالی: گردونواح۔۔آس پاس۔

حیلہ: دھوکا۔۔مکر۔۔فریب۔

-- ﴿ خ ﴾ --

خاطرخواہ: حسب مرضی۔۔حسب منشا۔۔خواہش کے مطابق۔

خاطرداری: آؤ بھگت۔۔مہمان نوازی۔۔تواضع۔

خاطرمدارات: آؤ بھگت۔۔مہمان نوازی۔

خام خیالی: غلط گمان۔۔غلط خیال۔۔جھوٹا خیال۔۔وہم۔

خائن: خیانت کرنے والا۔۔بددیانت۔

خجالت: شرمندگی۔۔ندامت۔

خجل: شرمندہ۔۔نادم۔۔شرمسار۔

خرافات ﴿خرافت کی جمع﴾: بے ہودہ باتیں۔۔بکواس فضول۔

خلاص: رہائی۔۔آزادی۔۔آزاد۔۔چھوٹا ہوا۔

خلوت: تنہائی۔۔علیحدگی۔۔گوشہ نشینی۔

خمیر: سرشت۔۔فطرت۔۔مزاج۔۔طبیعت۔

خوارق عادات: عادت کے خلاف باتیں۔

خوش خصال: صاحب اَخلاق۔۔مہذب۔

خوض: غور۔۔سوچ۔۔فکر۔۔تحقیق۔۔تجسس۔

خیرگی: چکاچوند۔۔آنکھوں کے سامنے اندھیرا آجانے کی کیفیت۔

-- ﴿ د ﴾ --

دارین ﴿دار کا تثنیہ﴾: دونوں جہان۔۔دُنیا و عقبیٰ۔

داعی: بُلانے والا۔۔دعوت دینے والا۔

دانا: عقل مند۔۔ہوشیار۔۔دانش مند۔

دائم: ہمیشہ۔۔سدا۔۔دوام۔

دائمی: ہمیشہ رہنے والا۔۔سدا کا۔۔ابدی۔
دَبور: بادِصبا۔۔بادِنسیم۔
دُخول: گزر۔۔رسائی۔۔داخل ہونا یا کرنا۔
درجہ وصلت: وصل کا مقام۔۔یہاں اللہ سے ملاقات کا درجہ مراد ہے۔
درد ِزہ: بچہ پیدا ہونے کا درد۔۔جننے کا درد
درکہ فرقت: دوری کی جگہ: یہاں اللہ سے دوری مراد ہے جو جہنم میں ہوگی۔
دغدغہ: تشویش۔۔خدشہ۔۔کھٹکا۔
دَل: جسامت۔۔موٹائی۔
دلالت: دلیل۔۔ثبوت۔۔علامت۔۔نشان۔
دِل آزار: دِل کو ستانے والا۔۔دِل کو دُکھانے والا۔
دِل پذیر: مرغوب۔۔پسندیدہ۔
دلجمعی: تسلی۔۔اطمینان۔۔بےفکری۔
دلفریب: دل کو لبھانے والا۔۔دل رُبا۔
دم: طاقت۔۔قوت۔۔زور۔۔اولوعزمی۔۔بلند حوصلگی۔
دوام: ہمیشگی۔۔مداومت
دولت مواصلت: یہاں مراد ہے یعنی سے قریب ہونے قربت کی دولت۔۔کی دولت۔
دھاوا: حملہ۔۔چڑھائی۔۔یورش۔
دیار ﴿دار (گھر) کی جگہ﴾: گھروں۔
دید: دیکھنا۔
دیدہ دلیری: بےباکی۔۔بےحیائی۔

-- ﴿ ڈ ﴾ --

ڈھونے: بوجھ اُٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا۔۔لادنا۔
ڈیوڑھی: صدر دروازے کے سامنے کا کمرا۔۔دہلیز۔

-- ﴿ ر ﴾ --

راجح: قابل ترجیح۔۔بہتر۔۔فائق۔
راست: سچ۔۔ٹھیک۔۔درست۔
راندۂ درگاہ: وہ شخص جو درگاہِ الٰہی سے نکالا گیا ہو۔۔مردود۔
رجوع: واپس ہونا۔۔مڑنا۔۔لوٹنا۔۔توجہ
رحلت: مدت۔۔انتقال۔
رخصت: اجازت۔۔منظوری۔۔رضا۔
رعیت: وہ لوگ جو کسی بادشاہ کے ملک میں رہتے ہوں۔پرجا۔
رغبت: خواہش۔۔رجحان۔۔میلان۔۔شوق۔
رفاھیت: خوشی۔۔بھلائی۔۔بہتری۔۔آرام۔
رفع: دُور کرنا۔۔نکالنا۔۔چھوڑنا۔
رمز: اشارہ۔۔بھید۔۔راز۔
رنجیدہ خاطر: ناخوش۔۔دُکھی۔۔افسردہ۔۔اداس۔
روا: جائز۔۔مباح۔۔درست۔۔ٹھیک۔
روادار: جائز رکھنے والا۔۔گوارا کرنے والا۔
روش: طور۔۔طریقہ۔۔ڈھنگ۔۔رواج۔۔چلن۔
روندی ﴿روندنا سے﴾: پاؤں سے کچلنا۔
رؤسا ﴿رئیس کی جمع﴾: سردار۔۔دولت مند۔۔مال دار۔
رُودنیل: ندی، نالہ، نہر جو دریائے نیل سے نکلتی تھی۔

-- ﴿ ز ﴾ --

زاری: گریہ۔۔عجز و نیاز۔
زائل: دُور ہونے والا۔۔کم ہونے والا۔
زجر: روک۔۔ڈانٹ ڈپٹ۔۔دھمکی۔۔تنبیہ۔
زدوکوب: مار پیٹ۔
زعم: گمان۔۔زن۔۔غرور۔
زمانۂ بعید: دور زمانہ۔۔لمبے عرصے۔
زمانۂ فترت: حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حضور ﷺ کے درمیان کا زمانہ جب کوئی نبی یا رسول مبعوث نہیں کیا گیا۔
زمرہ: جماعت۔۔گروہ۔
زیب: بھلا۔۔موزوں۔
زیبا: زیب دینے والا۔۔خوشنما۔۔خوبصورت۔۔موزوں۔
زیبا طلعت: خوبصورت شکل کا۔۔حسین۔

-- ﴿ س ﴾ --

سالک ﴿تصوف کی اصطلاح﴾: خوخدا کا قرب چاہے۔

سائبان: بچنے کے لیے جو چھپر بنا دیتے ہیں مکان یا خیمے کے آگے دھوپ اور بارش سے بچنے کے لیے جو چھپر بنا دیتے ہیں۔
سبط: یہودی قوم۔
سبک: تیز۔
سبکساری: چھچھوراپن۔
سڈول: متناسب۔۔زیبا۔۔موزوں۔۔خوش نما۔
سرتابی: سرکشی۔۔نافرمانی۔۔حکم عدولی۔۔بغاوت۔
سرشار: لبالب۔
سرگرداں: حیران وپریشان۔۔آوارہ۔
سرور متوسطان: درمیانی درجے والوں کی فرحت وانساط۔
سزاوار: لائق۔۔مناسب۔۔واجب۔۔حقدار۔
سفاہت: بے وقوفی۔۔حماقت۔
سکت: طاقت۔۔قوت۔۔بل۔۔توانائی۔
سلب: چھین لینا۔
سماع قبول: مان لینے اور قبول کر لینے کے لیے سننا۔
سنان: نیزے کی انی۔۔تیر کی نوک۔۔بھالا۔۔نیزہ۔۔برچھی۔
سنگتیں: رفاقت۔۔ساتھ۔۔صحبت۔۔ہم نشینی۔
سوخت: جلن۔۔سوزش۔۔تکلیف۔
سوختہ: جلا ہوا۔ جھلسا ہوا۔
سُودمند: مفید۔۔فائدہ بخش۔
سہواً: بھولے سے۔۔بلا ارادہ۔
سہوونسیان: بھول چوک۔۔غلطی۔۔فروگذاشت۔
سیاق: ربطِ مضمون۔
سینچائی: آب پاشی۔۔کھیتوں کو پانی دینا۔

-- ﴿ ش ﴾ --

شغل: مشغلہ۔۔پیشہ۔۔تفریح طبع۔
شقاوت: بدبختی۔۔بدنصیبی۔۔بدمعاشی۔۔سنگ دلی۔
شگون: شگنی۔۔فال۔
شمشیر: تلوار۔۔تیغ۔
شمولِ رحمت: رحمت میں شامل ہونا۔
شوق انگیز: اشتیاق بڑھانے والی۔
شوکت: مرتبہ۔۔شان۔۔شکوہ۔
شہوت: جنسی خواہش۔۔خواہش جماع۔
شیفتہ وفریفتہ: متحیر۔
شیوہ: طور۔۔طریق۔۔ڈھنگ۔۔انداز۔۔دستور۔

-- ﴿ ص ﴾ --

صادر: جاری ہونے والا۔۔نکلنے والا۔۔نافذ۔
صانع: پیدا کرنے والا۔۔خالق۔۔اللہ تعالیٰ۔
صائب: رَسا۔۔پہنچنے والا۔۔درست۔۔ٹھیک۔
صحت: سچائی۔۔درستی۔
صراحتاً: کھلم کھلا۔۔صاف طور پر۔
صَرف: خرچ۔
صلابت: سختی۔۔مضبوطی۔۔اِستحکام۔
صلاح: نیکی۔۔بھلائی۔۔بہتری۔۔اچھائی۔

-- ﴿ ض ﴾ --

ضال ومضل: گمراہ وگمراہ گر۔
ضرر: نقصان۔۔خسارہ۔۔زیاں۔
ضعف: کمزوری۔
ضلالت: گمراہی۔۔گناہ۔۔خطا۔
ضیافت: مہمانی۔۔دعوت۔

-- ﴿ ط ﴾ --

طاغی: سرکشی۔۔باغی۔۔مالک کا نافرمان۔
طالع: طلوع ہونے والا۔۔چمکنے والا۔
طاہر: پاک۔۔صاف۔۔مطہر۔
طرفہ طرفہ: عجیب عجیب۔۔انوکھا۔۔نادر۔۔عمدہ۔
طریق: مذہب۔۔شریعت۔
طغیان: بڑی زیادتی۔۔ظلم۔۔نافرمانی۔۔سرکشی۔
طغیانی: سیلاب۔۔پانی کا چڑھاؤ۔
طلب مبتدیان: ابتدائی درجے کے لوگوں کی خواہش وآرزو۔
طلب معیشت: روزی روزگار کو حاصل کرنے میں۔

طمع: لالچ۔۔حرص۔۔خواہش۔۔چاہ۔
طمعیں: طمع کی جمع کے طور پر۔

-- ﴿ ظ ﴾ --

ظرف: صرف ونحو میں وہ اسم ذات جو جگہ یا وقت کے معنوں پر دلالت کرے۔
ظہار: ایک قسم کی طلاق۔۔فقہ کی اصطلاح میں مرد کا اپنی بیوی کو ماں یا بہن یا اُن عورتوں سے تشبیہ دینا جو شرعاً اُس پر حرام ہیں۔ایسی صورت میں مرد جب تک کفارہ نہ دے، وہ عورت اُس پر حرام ہوتی ہے۔
ظہورِ اَنانیت: خود بینی وخود ستائی، مطلق العنانی کا ظاہر ہونا۔

-- ﴿ ع ﴾ --

عار: غیرت۔۔شرم۔۔برائی۔۔عیب۔
عارفین ﴿عارف کی جمع﴾**:** پہچاننے والا۔۔خداشناس۔۔ولی۔
عازم: قصد کرنے والا۔۔ارادہ کرنے والا۔
عاصیوں ﴿عاصی کی جمع﴾**:** گناہ گار۔۔خطا کار۔
عبارت: مراد۔
عبث: بے کار۔
عبرت: نصیحت پکڑنا۔۔خوف۔۔اندیشہ۔
عجز: کمزوری۔۔ہار۔۔شکست۔
عجلت: جلدی۔۔تیزی۔
عداوت: دشمنی۔
عدم: نیستی۔۔ناپیدی۔۔نہ ہونا۔
عذر: بہانہ۔
عروہ وثقی: مضبوط گرفت۔
عزیمت: ارادہ۔۔قصد۔
عصمت: عزت۔۔پارسائی۔
عقدِ تزویج: نکاح۔۔شادی بیاہ۔۔زوج بننا۔
علاقہ: تعلق۔۔واسطہ۔
علت: وجہ۔۔سبب۔۔باعث۔
علمِ ازلی: ہمیشہ سے موجود علم۔۔اللہ تعالیٰ کا علم۔
عناد: دشمنی۔۔نفرت۔
عیوب ونقائص ﴿عیب اور نقص کی جمع﴾**:** برائیاں خرابیاں۔
عُرف: عام نام۔

-- ﴿ غ ﴾ --

غایتِ قرب: انتہائی نزدیکی۔۔بہت ہی پاس۔
غیبت: غیر موجودگی۔۔غیر حاضری۔۔پس پشت۔

-- ﴿ ف ﴾ --

فترت: دو پیغمبروں کے درمیان کا وقفہ۔
فراخ معیشت: روزی کی کشادگی۔۔روزی وافر مقدار میں
فراستِ ایمانی: دانائی۔۔سمجھداری جو ایمان سے حاصل ہو۔
فراق: جدائی۔۔ہجر۔۔علیحدگی۔
فراوانی: زیادتی۔۔بہتات۔
فرستادہ: پیغام رساں۔۔پیغام بر۔۔سفیر۔۔بھیجا ہوا۔۔قاصد۔
فرع: وہ جس کی اَصل کوئی اور چیز ہو۔
فروتنی: عاجزی۔۔خاکساری۔
فریق: جماعت۔۔گروہ۔۔فرقہ۔
فصیح: خوش بیان۔۔شیریں کلام۔
فکرِ خلائق: لوگوں کی فکرات۔
فم: منہ۔۔دہن۔
فواحش ﴿فاحش کی جمع﴾**:** شرمناک۔۔قبیح۔
فوت: نیست۔۔معدوم۔۔موت۔۔چھوٹنا۔
فوق الارض: زمین کی اونچائی۔

-- ﴿ ق ﴾ --

قالب: سانچہ۔۔ڈھانچہ۔
قباحت وشناعت: برائی وبدی۔۔عیب۔۔نقص گندگی۔
قدآور: لمبا۔۔لمبے قد کا۔۔دراز قد۔
قرن: اَسی یا ایک سو بیس برس کا زمانہ۔۔بڑی مدت
قصد: ارادہ۔۔نیت۔۔مقصد۔
قصداً: ارادہ۔۔جان بوجھ کر۔

قطع: ٹکڑا۔۔ڈھنگ۔
قطع معذرت: معذرت کو توڑنے کے لیے۔
قطعی: حتمی۔۔آخری۔۔پوراپورا۔۔کامل۔
قفل: تالا۔
قلق: بےقراری۔۔بےچینی۔
قناعت: تھوڑی چیز پر خوش رہنا۔۔جومل جائے اس پر راضی رہنا۔
قوام: قیام۔۔ٹھہراؤ۔
قیاس: ذہن۔۔رائے۔۔سوچ بچار۔۔اندازہ۔
قیلولہ: دوپہر کو کھانے کے بعد تھوڑا آرام کرنا۔
قیود: قید کی جمع۔

-- ﴿ ک ﴾ --

کامل: پورا۔۔تمام۔۔سب۔۔جملہ۔
کاوشوں ﴿ کاوش کی جمع ﴾: کوشش۔
کاہنوں ﴿ کاہن کی جمع ﴾: جادوگر۔
کج فہمی: ناسمجھی۔۔غلط فہمی۔
کدورت: آلودگی۔
کراہت: نفرت۔۔بیزاری۔۔گھن۔
کسر نفسی: اپنے آپ کو کم رتبہ ظاہر کرنا۔۔عاجزی۔۔انکساری۔
کشاکش: تکلیف فکر۔۔کھینچا تانی۔
کفالت: ذمے داری۔۔ضمانت۔۔ضامنی۔
کفایت: بچت۔۔حسبِ ضرورت۔
کلفت: رنج۔۔تکلیف۔۔مصیبت۔
کم ظرفی: اوچھاپن۔
کمند: پھندا۔۔حلقہ۔
کنایہ: اشارہ۔۔مبہم بات۔
کنجی: چابی۔
کنہ: کسی چیز کی انتہا۔۔تہہ۔۔حقیقت۔۔باریکی۔
کنیت: وہ نام جو باپ، ماں، بیٹا، بیٹی وغیرہ کے تعلق سے بولا جائے۔
کوچ: روانگی۔۔ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا۔
کورے ﴿ کورا کی جمع ﴾: محض جاہل۔۔احمق۔۔نادان۔

کھانیں ﴿ کھان کی جمع ﴾: کان۔۔معدن۔۔جس جگہ سے کوئی معدنیات نکلیں۔
کھوج: خبر۔۔واقفیت۔۔سراغ۔۔تحقیق۔

-- ﴿ گ ﴾ --

گداختہ: پگھلا ہوا۔۔گلا ہوا۔
گرانی: بوجھ۔۔مہنگائی۔
گراں: ناگوار۔۔تکلیف دہ۔
گریز: اجتناب۔۔پرہیز۔
گلّے: مویشیوں کے ریوڑ۔
گھات: کمین گاہ۔۔وہ جگہ جہاں شکاریا دشمن کے انتظار میں بیٹھیں۔
گھمنڈ: تکبر۔۔غرور۔
گرزوں ﴿ گرز کی جمع ﴾: ایک ہتھیار جو اوپر سے گول، موٹا اور نیچے سے پتلا ہوتا ہے۔

-- ﴿ ل ﴾ --

لایعنی: لغو۔۔بیہودہ۔۔فضول۔
لب ودہان: ہونٹ ومنہ۔
لرزہ براندام: وہ جس پر کپکپی طاری ہو۔۔کانپنے والا۔
لغو: بیہودہ۔۔فضول۔
لوازمِ الوہیت: وہ چیزیں جو اللہ کے ساتھ لازم ہیں۔
لوث علائق: دنیا کے بکھیڑے وغیرہ کی آلودگی اور آمیزش۔
لئیم: ناکسی۔
لیاقت: قابلیت۔
لیل ونہار: رات ودن۔

-- ﴿ م ﴾ --

ماجرا: واقعہ۔۔واردات۔۔سرگزشت۔۔جو کچھ گزر گیا۔
ماحضر: جو موجود ہو۔۔جو کچھ حاضر ہو۔
ماخوذ: اَخذ کیا گیا۔۔حاصل کیا گیا۔
مامور: مقرر۔۔متعین۔

مانع: سدراہ۔۔روک۔۔روکنے والا۔
مائل: راغب۔۔متوجہ۔
ماہیت: حقیقت۔۔کیفیت۔۔اصل۔۔جوہر۔۔مادہ۔
مبادا: ایسانہ ہو۔۔خدانہ کرے۔۔خدانخواستہ۔
مباشرت: عورت مرد کی ہم بستری۔۔جماع صحبت۔۔مجامعت۔
مبالغہ: کسی کام میں سخت کوشش کرنا۔
مبدءِ فیاض: فیض کا سرچشمہ۔۔خدائے تعالیٰ۔
مبعوث: بھیجا گیا۔۔نبی کا بھیجا جانا۔
مبہوت: ہکابکا۔۔دیوانہ۔۔باؤلہ۔۔مدہوش۔
متابعت: پیروی۔۔فرمابرداری۔۔اطاعت۔
متاع: پونجی۔۔اثاثہ۔۔تجارت کا سامان۔
متبعین ﴿متبع کی جمع﴾: اتباع کرنے والے۔۔
پیروی کرنے والے۔
متبوع: اتباع کیا گیا۔۔پیروی کیا گیا۔۔سردار۔۔پیشوا۔
متحرک: حرکت کرنے والا۔۔جاری۔۔رواں۔
متروک: ترک کیا ہوا۔۔چھوڑا ہوا۔
متصرف: قبضہ کرنے والا۔۔قابض۔
متصل: پاس۔۔قریب۔۔لگا ہوا۔۔نزدیک۔۔برابر ملنے والا۔
متصور: خیال کیا گیا۔۔سوچا ہوا۔
متعجب: تعجب کرنے والا۔۔حیران۔۔متحیر۔۔دنگ۔
متعدد: بہت۔۔کئی۔۔چند۔۔مختلف۔
متفرق: جداجدا۔۔الگ الگ۔۔پراگندہ۔۔منتشر۔
متفق: اتفاق کیا ہوا۔
متکبر: غرور کرنے والا۔۔مغرور۔
متوسط: اوسط درجے کا۔۔درمیانہ۔۔بیچ کا۔
مثل: یکساں۔۔نظیر۔۔ویسا ہی۔
مجاوری: مجاور کا عہدہ۔۔مجاور کا حق۔
مجد ولطافت: بڑائی۔۔بزرگی۔۔شرف۔۔عظمت۔
مجلیٰ و مصفی: پاک صاف۔۔ستھرا ہوا۔۔چمکا ہوا۔
محاکمہ: منصف بن کر جھگڑا نمٹانا۔
محال: دشوار۔۔مشکل۔۔کٹھن۔۔غیر ممکن۔
محرکات: ابھارنے والی چیزیں۔۔اُکسانے والی چیزیں۔

محصور: حصر کیا گیا۔۔گھرا ہوا۔۔روکا ہوا۔۔مقید۔
محقق: جو درجہ حقیقت کو پہنچ جائے۔
محل: موقع۔۔وقت۔
محل عبرت: سبق حاصل کرنے کا موقع یا وقت۔
محمول: قیاس، گمان کیا گیا۔۔ظن کیا گیا۔
محو: منطق میں وہ خبر جو مبتدا کے مقابل واقعہ ہوتی ہے۔۔
زائل۔۔دور۔۔معدوم۔۔گم۔۔مٹا ہوا۔۔فنا۔
محیر العقول: عقل کو حیرت میں ڈالنے والا۔
مخفی: چھپا ہوا۔۔پوشیدہ۔
مدار: اجرام فلکی کے گردش کرنے کا راستہ۔
مدارا: مدرات کا مخفف۔۔اچھی طرح پیش آنا۔
مدام: ہمیشہ۔۔سدا۔۔دائم۔
مداومت: ہمیشگی۔۔قیام۔۔ثبات۔۔دوام۔
مداہنت: سستی۔
مدت مدید: لمبا زمانہ۔۔عرصۂ دراز۔
مدح: تعریف۔۔توصیف۔۔ستائش۔
مدعا: مطلب۔۔مقصد۔۔مراد۔۔غرض۔۔خواہش۔
مدعیوں ﴿مدعی کی جمع﴾: دعویٰ کرنے والا۔
مذکور الصدر: جس کا ذکر پہلے کیا گیا۔
مذمت: برائی۔۔ہجو۔
مربوط: ربط کیا گیا۔۔بندھا ہوا۔۔لگا ہوا۔۔وابستہ۔
مرتکب: ارتکاب کرنے والا۔۔کسی فعل کا کرنے والا۔۔
قصوروار۔۔مجرم۔
مرغوب: محبوب۔۔پیارا۔۔من پسند۔
مرفہ الحال: خوشحال۔۔آسودہ۔
مروّت: اخلاق۔۔خلق۔
مژدہ: خوشخبری۔۔بشارت۔۔مبارک باد۔
مستعد: آمادہ۔۔تیار۔۔کمربستہ۔
مستغرق: ڈوبا ہوا۔۔نہایت مصروف۔
مستفید: فائدہ چاہنے والا۔۔فائدہ طلب کرنے والا۔
مستفیض: فیض چاہنے والا۔۔فیض کا خواہاں۔
مستقل: پکا۔۔قائم۔

مستمر: مضبوط۔۔مستقل۔۔پیوستہ۔
مسلط: مغلوب کیا گیا۔۔فتح کیا گیا۔
مشابہ: مانند۔۔مثل۔۔یکساں۔
مشارکت: باہم شرکت کرنا۔۔حصے داری۔
مشاہدہ: صوفیوں کی اصطلاح میں نورِ الٰہی کا نظارہ۔
مشغول: شغل میں لگا ہوا۔۔مصروف۔
مشق وتمرین: بار بار لکھنا یا کوئی کام کرنا۔
مصاحبت: ہم نشینی۔۔ساتھ رہنا۔۔ساتھ اُٹھنا بیٹھنا۔
مصائب: مصیبت کی جمع۔
مضر: ضرر پہنچانے والا۔۔نقصان رساں۔
مضرت: ضرر۔۔نقصان۔۔زیاں۔
مضطر: بےبس۔۔بےاختیار۔
مضطرب: بےچین۔۔بےقرار۔
مضمحل: اُداس۔۔دلگیر۔۔رنجیدہ۔۔مغموم۔
مطلع: اطلاع دیا گیا۔۔خبردار کیا ہوا۔۔واقف۔۔آگاہ۔
مطلوب: مقصود۔۔خواہش کیا گیا۔
مطیع: اطاعت کرنے والا۔۔فرمانبردار۔۔حکم بردار۔۔تابع۔
مطیعوں: مطیع کی جمع۔
معاد: لوٹ کر جانے کی جگہ۔۔واپس جانے کا مقام۔۔
عقبیٰ۔۔آخرت۔۔قیامت۔۔حشر۔
معاش: روزگار۔۔کاروبار۔
معاند: عناد رکھنے والا۔۔دشمن۔۔مخالف۔
معترض: اعتراض کرنے والا۔
معدن: کان۔۔جہاں سے کوئی چیز نکلے۔
معدوم: نابود۔۔ناپید۔۔وجود میں نہ ہونا۔
معصیت: گناہ۔۔قصور۔۔خطا۔۔نافرمانی۔۔انحراف۔
معطل: بےکار۔۔کام سے خالی۔۔ست۔
معقول: عقل میں لایا گیا۔۔قرین عقل۔۔عقل کے قریب۔
معیت: ساتھ۔۔ہمراہ ہونا۔
معین: مقرر کیا گیا۔۔مقررہ۔
معیوب: قابل شرم۔۔باعث ندامت۔
مغلوب: دبا ہوا۔۔عاجز۔۔زیر۔۔شکست خوردہ۔

مفارقت: جدائی۔۔فرقت۔۔علیحدگی۔
مفقود: ناپید۔۔ندارد۔
مقتضاء: تقاضا کیا گیا۔۔مطلب۔
مقتضی: تقاضا کرنے والا۔
مقدر: پہلے سے لکھا گیا۔۔تقدیر کیا گیا۔۔قسمت کا لکھا۔
مقرب: قریب کیا گیا۔۔مصاحبِ خاص۔۔دوست۔۔ہمراز۔
مقہور: قہر کیا گیا۔۔جس پر غصہ ہوا۔
مقید: قید کیا گیا۔۔قیدی۔۔اسیر۔۔پابند۔
مکابرہ: مقابلہ۔۔مجادلہ۔
مکتوب: خط۔
مکر: فریب۔۔دھوکا۔
مکرر: دوبارہ۔۔پھر سے۔۔دوسری دفع۔
مکلف: تکلیف دیا گیا۔۔عاقل۔۔بالغ۔
ملاحت: سانولا پن۔
ملال: رنج۔۔غم۔۔کلفت۔۔افسوس۔
ملکہ: مشق۔۔ہنر۔۔تجربہ۔
ملوث: آلودہ۔۔بھرا ہوا۔
ملول خاطر: اُداس۔۔رنجیدہ۔۔غمگین۔
مناجات: دُعا۔۔عرض۔۔التجا۔
منازلِ قرب: قرب کے مقامات۔
مناسبت: باہمی تعلق۔
منال: مال واسباب۔۔دھن۔۔دولت۔۔جاگیر۔
منحرف: پھرنے والا۔۔باغی۔۔سرکش۔۔غدار۔
مندرج: درج کیا گیا۔۔لکھا گیا۔
مندرس: مٹا ہوا۔۔کاٹا ہوا۔۔گھسا ہوا۔
مزخرف: بناوٹ کی بات۔۔وہ جھوٹی بات جو سچ کی طرح
آراستہ کی گئی ہو۔۔بیہودہ بات۔
منزہ: عیبوں سے بری۔۔پاک۔۔مبرا۔
منسوب: نسبت کیا ہوا۔۔متعلق کیا ہوا۔
منصب: رتبہ۔۔عہدہ۔۔مرتبہ۔۔درجہ۔
منفعت: نفع۔۔فائدہ۔
منقطع: قطع کیا گیا۔۔اختتام کو پہنچا ہوا۔

منقول: نقل کیا گیا۔۔بیان کیا گیا۔
منکسر المزاج: غریب مزاج۔۔مسکین طبع۔۔وہ جس کی طبیعت میں انکسار ہو۔
منکشف: کھلنے والا۔۔کھلا ہوا۔۔عیاں۔۔ظاہر۔۔آشکارا۔
منیب: آقا۔۔مالک۔۔مربی۔۔سرپرست۔
مواخذہ: جواب طلبی۔۔گرفت۔۔بازپرس۔
موافق: مطابق۔۔یکساں۔۔ٹھیک۔
موافقت: مطابقت۔
موجب: واجب کرنے والا۔۔لازم کرنے والا۔
موجبات: واجب کرنے والی چیزیں۔۔لازم کرنے والی چیزیں۔
موخر: آخر کیا گیا۔۔پچھلا۔۔آخری۔۔اخیر کا۔
موصوف: تعریف کیا گیا۔۔جس کی تعریف وتوصیف کی جائے۔
موضع: گاؤں۔۔جگہ۔
موقوف: انحصار کیا گیا۔
مہتمم: اہتمام کرنے والا۔۔منتظم۔۔سربراہِ کار۔
مہمات ﴿مہم کی جمع﴾: بڑا کام۔۔بھاری کام۔۔معرکے کا کام۔
مہمل: بیہودہ۔۔فضول۔۔بے معنی۔۔لغو۔۔زائد۔
میانہ رُو: متوسط چال چلنے والا۔۔وہ جو قول وفعل میں نہ زیادتی اختیار کرے، نہ کمی۔
میل: جھکاؤ۔۔رغبت۔۔رجحان۔۔میلان۔۔توجہ۔
مُصِر: اصرار کرنے والا۔۔کسی چیز پر اَڑ جانے والا۔

-- ﴿ ن ﴾ --

ناتواں: ناطاقت۔۔بودا۔۔لاغر۔۔ضعیف۔۔کمزور۔
نافع: نفع دینے والا۔
ناگاہ: اچانک۔۔یکا یک۔
نامتناہی: لامحدود۔۔بے انتہا۔۔بے حد۔۔بے تھاہ۔
نامعتبر: جس کا اعتبار نہ ہو۔جو لائق اعتبار نہ ہو۔
نباتی: گھاس کا۔۔جڑی بوٹیوں کا۔
ندا: آواز۔۔صدا۔۔پکار۔
ندارد: غیر حاضر۔۔غائب۔۔گم۔۔نیست۔
نرخ: بھاؤ۔۔شرح۔۔در۔۔قیمت۔
نصرت: مدد۔۔حمایت۔۔فتح۔۔جیت۔
نطق وگویائی: بات۔۔گفتگو۔۔بولنے کی قوت۔
نفر: آدمی۔
نفقہ: خرچہ۔۔اخراجات۔
نفور: نفرت کرنے والا۔۔بھاگنا۔۔نفرت کرنا۔
نگوساری: شرمساری۔
نمود: علامت۔۔نشان۔
نواح: مضافات۔۔اِردگرد کا علاقہ۔۔قرب وجوار۔
نہایت: حد۔۔انتہا۔۔انجام۔۔آخر۔
نیاز: حاجت۔۔احتیاج۔۔آرزو۔۔تمنا۔
نیازمند: عاجزی اور انکسار کا اظہار کرنے والا۔۔حاجت والا۔۔خواہش رکھنے والا۔
نیست: عدم۔۔نابود۔۔معدوم۔۔فنا۔

-- ﴿ و ﴾ --

وادیٔ غیر ذی زرع: وہ جگہ جہاں سبزہ نہ پیدا ہو۔
واردوں ﴿وارد کی جمع﴾: آنے والا پہنچنے والا۔۔موجود۔
واضح: ظاہر۔۔عیاں۔۔آشکارا۔
وسعت: گنجائش۔۔کشادگی۔۔پھیلاؤ۔
وصال: مرجانا۔۔انتقال کر جانا۔
وصف: خوبی۔۔اچھائی۔۔صفت۔
وضاحت: واضح کرنا۔۔تفصیل کے ساتھ بیان کرنا۔
وطیرہ: عادت۔۔دستور۔۔شیوہ۔
وعید: سزا دینے کی دھمکی۔۔سزا دینے کا وعدہ۔
وفور: افراط۔۔بہتات۔۔زیادتی۔۔کثرت۔
وقوع: واقع ہونا۔۔ظہور۔۔اظہار۔

-- ﴿ ہ ﴾ --

ہانکا: بھگایا جانا۔۔پاس سے دُور کرنا۔
ہانکیں: بھگائیں۔۔دور کریں۔
ہجو: مزمت۔۔برائی۔۔بدگوئی۔
ہذیان: شدتِ بخار کی حالت میں بے معنی گفتگو۔

ہست: ہستی۔۔زندگی۔۔حیات۔۔وجود۔
ہنکاتے: بھگاتے۔۔دور کرتے۔
ہوش وخرد: عقل۔۔دانائی۔۔سمجھ۔
ہَول: خوف۔۔اندیشہ۔۔گھبراہٹ۔
ہیئت: بناوٹ۔۔صورت۔۔شکل۔

-- ﴿ ھ ﴾ --

ھویت: ہونا۔

-- ﴿ ی ﴾ --

یکبارگی: ایک ہی دفعہ میں۔۔ایک ہی وقت میں۔
یلغار: دشمن کی فوج پر حملہ۔۔دھاوا۔

ہماری دوسری مطبوعات:

اردو ترجمہ قرآن بنام 'معارف القرآن'

مترجم: مخدوم الملۃ علامہ سید محمد اشرفی جیلانی المعروف بہ حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ

قرآن کریم کا اردو زبان میں نہایت ہی آسان، سلیس اور انوکھا ترجمہ جسکا مطالعہ کرنے سے قرآنِ کریم کا مفہوم دل و دماغ میں اترتا چلا جاتا ہے۔ مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ نے اس ترجمہ کا شروع کا حصہ دیکھ کر فرمایا،

'شہزادے، آپ اردو میں قرآن لکھ رہے ہو۔۔۔'

'مسئلہ قیام وسلام اور محفل میلاد' ﴿۶۴ صفحات﴾

تالیف: مخدوم الملۃ علامہ سید محمد اشرفی جیلانی المعروف بہ حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ

'الاربعین الاشرفی فی تفہیم الحدیث النبوی ﷺ' ﴿۴۰۷ صفحات﴾

شارح: حضور شیخ الاسلام والمسلمین، حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی، جیلانی مدظلہ العالی

'محبت رسول ﷺ روح ایمان' ﴿۹۵ صفحات﴾

('حدیث محبت' کی عالمانہ، فاضلانہ اور محققانہ تشریح)

شارح: حضور شیخ الاسلام والمسلمین، حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی، جیلانی مدظلہ العالی

'تعلیم دین وتصدیق جبرائیل امین' ﴿۱۱۰ صفحات﴾

('حدیث جبرائیل' کی فاضلانہ تشریح)

شارح: حضور شیخ الاسلام والمسلمین، حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی، جیلانی مدظلہ العالی

'مقالاتِ شیخ الاسلام' ﴿۱۴۰ صفحات﴾

تصنیف: حضور شیخ الاسلام والمسلمین، حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی، جیلانی مدظلہ العالی

'اِنَّما الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ' ﴿۳۲ صفحات﴾

'حدیث نیت' کی محققانہ تشریح'

شارح: حضور شیخ الاسلام والمسلمین، حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی، جیلانی مدظلہ العالی

'نظریۂ ختم نبوت اور تحذیر الناس' ﴿۴۶ صفحات﴾

مصنف: حضور شیخ الاسلام والمسلمین، حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی، جیلانی مدظلہ العالی

'فریضۂ دعوت وتبلیغ' ﴿۳۶ صفحات﴾

مصنف: حضور شیخ الاسلام والمسلمین، حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی، جیلانی مدظلہ العالی

'دین کامل' ﴿۳۲ صفحات﴾

مصنف: حضور شیخ الاسلام والمسلمین، حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی، جیلانی مدظلہ العالی

مزید براں ادارے کے اشاعتی پروگرام میں مندرجہ ذیل کتابیں شامل ہیں۔

☆---معارف القرآن کا گجراتی اور ہندی میں علیحدہ علیحدہ ترجمہ---☆

☆---معارف القرآن کا تفصیلی تقابلی جائزہ---☆

☆---مضامین معارف القرآن---☆

☆---تفسیر اشرفی کا گجراتی میں ترجمہ---☆

☆---حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کی دیگر تصنیفات---☆

تصدیق نامہ

میں نے گلوبل اسلامک مشن، انک، نیویارک، یو ایس اے کی کتاب، بنام:

سید التفاسیر المعروف بہ تفسیر اشرفی ﴿ جلد ہفتم ﴾

کی طباعت کے وقت اسکے ہر صفحہ کو حرفاً حرفاً بغور پڑھا ہے۔

تصدیق کی جاتی ہے کہ اس میں موجود قرآن کریم کی آیاتِ کریمہ اور احادیث شریفہ کے الفاظ اور اعراب دونوں بالکل صحیح ہیں۔ اور میرا یہ سرٹیفکیٹ درستگی اور اغلاط سے پاک ہونے کا ہے۔ دورانِ طباعت اگر کوئی زیر، زبر، پیش، جزم، تشدید یا نقطہ چھپائی میں خراب ہو جائے تو اسکا متن کتابت کی صحت سے تعلق نہیں ہے۔۔۔۔علاوہ ازیں۔۔۔کتاب ھذا میں کوئی مضمون ملک وملت کے خلاف نہیں ہے۔

فقط

المصدق

سید محمد عظمت علی نوری

ریسرچ و رجسٹریشن آفیسر

(محکمہ اوقاف، سندھ) کراچی